www.pkplanet.com

باب 1

نظریہ پاکستان

برصغیر کے تاریخی تناظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا۔ جس کی بناء پر وہ ہندووں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س 1۔ قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد بیان کریں۔

جواب:

برصغیر میں اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اس فرق کو واضح طور پر محسوس کر لیا تھا جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں بالخصوص تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی پہلوؤں کے اعتبار سے موجود تھا۔ اسلام نے آغاز سے ہی برصغیر میں اپنی قطعی حیثیت کو برقرار رکھا۔ اور ہندو مت کا اثر قبول نہ کیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کر کے مسلمان حملہ آوروں کی راہ ہموار کی۔ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے اسلامی سلطنت کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ قطب الدین ایبک نے 1206ء میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جو کسی نہ کسی طرح 1857ء کی جنگ آزادی تک قائم رہی۔ جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں نے نہ صرف انگریزوں کی غلامی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے سے بھی انکار کرتے ہوئے پاکستان کا مطالبہ کیا۔ ان کا یہ مطالبہ بالآخر 14 اگست 1947ء کو شرمندہ تعبیر ہوا۔ یوں پاکستان کا قیام بیسویں صدی کا اہم ترین واقعہ بن گیا۔

قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد:

پاکستان کے قیام کے کئی اغراض و مقاصد ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔	اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش	۲۔	اسلامی معاشرے کا قیام
۳۔	اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تحفظ	۴۔	اسلامی جمہوری نظام کا نفاذ
۵۔	دو قومی نظریہ کا تحفظ	۶۔	اُردو زبان کا تحفظ و ترقی
۷۔	مسلم تہذیب و ثقافت کی ترقی	۸۔	مسلمانوں کی آزادی
۹۔	مسلمانوں کی معاشری بہتری	۰۱۔	مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی ترقی
۱۱۔	فرقہ وارانہ فسادات	۲۱۔	ہندو□¶ں کے تعصب سے نجات
۳۱۔	گانگریس کا ردعمل	۴۱۔	رام راج سے نجات
۵۱۔	انگریزوں سے نجات	۶۱۔	تاریخی ضرورت
۷۱۔	پرامن فضا کا قیام	۸۱۔	اسلام کا قلعہ
۹۱۔	ملی یا قومی اتحاد	۰۲۔	اتحاد عالم اسلام

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ا۔　اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش:

قیام پاکستان کا اہم مقصد اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد ہی مسلمانوں کے دلوں میں یہ خواہش بیدار ہوگئی کہ اُنہیں برصغیر میں مضبوط اسلامی ریاست قائم کرنا ہوگی۔ قائداعظم نے 8مارچ 1944ء کو مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئی ارشاد فرمایا:

"پاکستان کے مطالبے کا محرک کیا تھا؟اور مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟اس کی وجہ نہ ہندووں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کی بنیادی مطالبہ ہے"

۲۔　اسلامی معاشرے کا قیام:

برصغیر میں انگریزوں نے مغربی معاشرتی نظام کو رائج کیا۔ صدیوں سے ہندو قوم کے ساتھ رہنے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانو شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلامی تعلیمات سے دور ہو رہے تھے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد اخوت، مساوات، عدل وانصاف، باہمی تعاون اور رواداری جیسے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرے کی تشکیل اُسی صورت میں ممکن تھی کہ مسلمانوں کی اپنی آزادی اور خود مختار ریاست ہو۔ جہاں وہ اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ قائداعظم نے 1944ء کو طلبا کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا راہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا ضابطہ حیات ہے"

۳۔　اللہ تعالٰی کی حاکمیت کا تحفظ:

اسلام کے نزدیک اقتدار اعلٰی کا مالک اللہ تعالٰی ہے۔ اللہ تعالٰی نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے قرآن کی شکل میں ایک ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے کہ وہ اس پر عمل کرکے ایک ایسی ریاست کی تشکیل کریں جو خدا اور اس کے رسول کی بالادستی کو تسلیم کرے۔ اسلامی ریاست کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کی بڑی شدید آرزو تھی۔ قائداعظم نے 1943ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا۔ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں۔ میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن نے واضح کر دیا تھا"

۴۔　اسلامی جمہوری نظام کا نفاذ:

ہندو برصغیر میں جمہوریت کے نام پر آزادی کی تحریک چلا رہے تھے۔ لیکن اُن کے ذہن میں پارلیمانی جمہوریت کا تصور رتھا جو اکثریت کا حکومت کا دوسرا نام ہے۔ اگر ان کی پسندیدہ جمہوریت نہیں دراصل ہندو راج ہوتا۔ برطانوی انداز کی پارلیمانی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جمہوریت برصغیر کے لئے قطعاً موزوں نہ ہوتی۔ اس لئے مسلمان برصغیر میں ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہتے تھے جو اسلام کے مطابق ہو۔ قائد اعظم نے 27 مارچ 1947ء کو ارشاد فرمایا تھا:

"ہم نے جمہوریت کا سبق 1300 سال پہلے حاصل کر لیا تھا"

16 فروری 1948ء کو آپ نے ارشاد فرمایا:

"ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیں"

۵۔　دو قومی نظریہ کا تحفظ:

ہندو تہذیب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ برصغیر پر جتنی بھی قومیں حملہ آور ہوئیں، وہ مقامی تہذیب میں جذب ہو کر اپنی علیحدہ قومی پہچان کھو بیٹھیں۔ لیکن اسلام وہ پہلا مذہب اور نظام حیات تھا، جس نے 1000 سال ہندو تہذیب و ثقافت کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی علیحدہ پہچان کو برقرار رکھا۔ اور انگریزوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد برصغیر کے مسلمان اپنی علیحدہ پہچان کو نہ صرف برقرار رکھنا چاہتے تھے بلکہ اس کا مکمل تحفظ چاہتے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں اور انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کی علیحدہ پہچان کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ قائد اعظم نے اس سلسلے 23 مارچ 1940ء کو ارشاد فرمایا:

"قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم ہیں۔ لہذا اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے عقائد کے مطابق معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندو اور مسلم ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے طرز تعمیر، فن موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنی معاشرت اور اپنے لباس غرض کہ ہر اعتبار سے مختلف ہیں"

۶۔　اُردو زبان کا تحفظ و ترقی:

برصغیر میں مسلمانوں کے دور سے عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور کئی مقامی زبانوں کے میل جول سے ایک نئی زبان اُردو وجود میں آئی۔ اور جلد ہی یہ زبان مسلمانوں اور دیگر قوموں کے درمیان اشتراک اور رابطے کا ذریعہ بنی۔ لیکن 1857ء جنگ آزادی کے بعد ہندوؤں نے اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان قرار دے کر اس کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ 1867ء میں بنارس میں سب سے پہلے اُردو ہندی تنازعہ شروع ہوا۔ اس کے بعد برصغیر کے مختلف علاقوں میں ہندوؤں کی طرف سے اُردو کی جگہ پر ہندی رائج کرنے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ اُردو نہ صرف مسلمانوں کی قومی پہچان بن چکی تھی بلکہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت، کے کئی اہم موضوعات کا اُردو ترجمہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مسلمان نہ صرف اُردو زبان کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ اس کو فروغ دینا چاہتے تھے۔

۷۔ مسلم تہذیب و ثقافت کی ترقی:

برصغیر میں مسلمان اسلامی تہذیب و ثقافت کے بل بوتے پر اپنا جداگانہ تشخص اور الگ شناخت قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ انگریز نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو ہندی تہذیب و ثقافت میں مدغم کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اپنا وجود کھو دیں۔ اس ہندی تہذیبی یلغار سے مسلمانوں کو اپنا جداگانہ تشخص خطرے میں نظر آنے لگا اور انکے لیے مسلم تہذیبی و ثقافتی ورثے کو بچانے کے لئے الگ وطن کا مطالبہ ضروری ہو گیا۔ قائداعظم نے فرمایا:

"اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی نہیں کرتے، نہ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ میں واشگاف الفاظ کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں کو بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ انسانی زندگی کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات اور تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں"

۸۔ مسلمانوں کی آزادی:

برصغیر میں مسلمان صدیوں تک حکمران رہے۔ انگریزوں کی بالادستی قائم ہوئی تو ہندو اور مسلمان دونوں غلامی کے شکنجوں میں جکڑے گئے۔ مسلمانوں حریت پسند قوم ہیں۔ اُنہوں نے 1758ء سے 1857ء تک مسلسل غلامی کو ختم کرنے کی جدوجہد کی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کا اقتدار برصغیر میں کافی کمزور ہو چکا تھا۔ گاندی اور دیگر ہندو لیڈر انگریزوں پر دباؤ بڑھا رہے تھے کہ وہ ہندوستان سے چلے جائیں اور حکومت کانگریس کے سر کردیں۔ اس مقصد کے لیے اُنہوں نے 1944ء میں ہندوستان چھوڑ دو تحریک کا آغاز کیا۔ جبکہ قائداعظم نے مسلمانوں کے موقف کو واضح کرتے ہوئے نعرہ لگایا، تقسیم کرو اور چھوڑ دو۔ قائداعظم نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"ہمارے دلوں میں آزادی کے بے پناہ تڑپ ہے۔ ہم برطانوی تسلط سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس بات پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے کہ ہمیں ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے"

۹۔ مسلمانوں کی معاشری بہتری:

برطانوی حکومت نے ہندوستان میں مغربی معاشی نظام قائم کیا اور اُنہوں نے تجارت، صنعت، بینکاری اور دیگر شعبوں پر ہندوؤں کی اجارہ داری قائم کر دی۔ بڑے بڑے زمیندار، تاجر اور صنعت کار ہندو تھے۔ جبکہ مسلمانوں کو معاشی طور پر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

بہت تنگ کیا جاتا ہے۔ ملازمتوں کا حصول مسلمانوں کے لیے قریباً قریباً ناممکن ہو چکا تھا۔ سودی کاروبار کی وجہ سے مسلمان عتاب کا شکار تھے۔ آزادی کی تحریک کا آغاز ہوا تو مسلمان میں سوچ پیدا ہوئی کہ انگریزوں کے بعد تو اُن کے معاشی حالات مزید بگڑ جائیں گے اور وہ مستقل طور پر ہندو سرمایہ داروں اور زمینداروں کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔ اس لیے اُنہوں نے معاشی ترقی کے لیے پاکستان حاصل کیا۔ یکم جولائی 1948ء کو قائداعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے مغرب کے معاشی نظام کو یوں تنقید کا نشانہ بنایا۔

"مغرب کا معاشی نظام انسانیت کے لیے ناقابل حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو"

۱۰۔ مسلمانوں کی معاشرتی و سیاسی ترقی:

برصغیر میں دو بڑی قومیں آباد تھیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں قومیں معاشرتی اعتبار سے مختلف تھیں۔ مسلم معاشرہ اپنی علیحدہ پہچان رکھتا تھا۔ اُن کی زبان ثقافت، رسوم ورواج، تہذیب، لباس، رہن سہن، سیاسی نظام، اسلام پر قائم تھا۔ جبکہ ہندوؤں میں ذات پات کا نظام رنگ و نسل اور اُونچ نیچ ہمیشہ سے چلی آرہی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کی معاشرتی قدروں اور سیاسی نظام کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں بھرپور تحریک چلا کر پاکستان حاصل کیا۔

۱۱۔ فرقہ وارانہ فسادات:

انیسویں صدی کے آخر میں ہندوؤں کی کئی انتہا پسند تحریکیں وجود میں آئیں۔ جن میں آریہ سماج، دیو سماج، شدھی اور سنگھٹن قابل ذکر ہیں۔ لالہ لاجپت رائے نے سنگھٹن تحریک کا آغاز کرتے ہوئے ہندو نوجوانوں کو جنگی تربیت دی کر مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دیا۔ یہ تحریکیں معمولی معاملات پر مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بناتیں۔ ان تحریکوں کا مقصد مسلمانوں کو زبردستی ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کرنا یا خدانخواستہ اسلام کو چھوڑ کر ہندومت کو قبول کروانا تھا۔ اس لیے برصغیر کے مسلمانوں نے ان فرقہ وارانہ فسادات سے بچنے کے لیے پاکستان حاصل کیا۔ اس سلسلے میں ہندو لیڈر راج گوپال اچاریہ نے اپریل 1942ء میں عید میلادالنبی کے موقع پر قیام پاکستان کے بارے میں کہا:

"میں پاکستان کی حمایت کرتا ہوں، میں کسی ایسے ملک کی خواہش نہیں رکھتا جہاں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے احترام کے جذبات موجود نہ ہوں۔"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۱۲۔ ہندوؤں کے تعصب سے نجات:

ہندو بنیادی طور پر متعصب تھے، وہ مسلمانوں کی خوشحالی، معاشی اور معاشرتی ترقی دیکھ نہیں سکتے تھے۔اس لیے اُنہوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی علیحدہ پہچان ختم کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اپنا تشخص برقرار نہ رکھ سکیں۔ 1916ء میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کیا۔ مگر نہرو رپورٹ 1928ء اور 1937ء سے 1939 تک قائم رہنے والی کانگریسی وزارتوں کے مسلمانوں کے ساتھ سلوک نے یہ واضح کر دیا کہ ہندو نہ صرف متعصب ہیں بلکہ مسلمانوں کی خوشحالی اُن کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے۔اس لیے مسلمانوں نے ہندوؤں کے تعصب سے نجات حاصل کرنے کے لیے پاکستان حاصل کیا۔

۱۳۔ کانگریس کا ردعمل:

1885ء میں ایک انگریز اے او ہیوم نے انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔ حالانکہ اس جماعت کا بنیادی مقصد ہندوستانیوں کو ایک ایسا سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا۔ جہاں وہ اکٹھے ہو کر حکومت کو تجاویز پیش کر سکیں۔ مگر مختصر مدت میں یہ جماعت ہندوؤں کی سیاسی جماعت بن کر رہ گئی۔ یہی وجہ تھی کہ سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کانگریس صرف ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کرے گی۔ 1905ء میں ہونے والی بنگال کی تقسیم کی کانگریس نے جس انداز میں مخالفت کی۔ اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ کانگریس خالصتاً ہندوؤں کی جماعت ہے۔اس لیے مسلمانوں نے نہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی۔ بلکہ مسلمانوں کی اسی سیاسی جماعت نے پاکستان بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

۱۴۔ رام راج سے نجات:

ہندو قوم مدتوں سے جنوبی ایشاء میں رام راج کا خواب دیکھتی آ رہی تھی۔ وہ صدیوں سے مسلمانوں کے غلام کے چلے آ رہے تھے۔ انگریز وارد ہوئے تو بھی ہندو غلام ہی رہے۔ جنگِ عظیم دوم میں انگریزوں کی فوجی قوت کو جرمنوں اور جاپانیوں نے تباہ کر دیا اور ان کے حکمرانی کے دن پورے ہونے کو آئے تو ہندوؤں نے اپنی عددی اکثریت کی بنیاد پر سوچا کہ وہ انگریز علمداری کے خاتمہ کے بعد برصغیر کو بھارت بنادیں گے اور اس سرزمین پر ہندو مت کا راج ہو گا۔ رام راج کے قیام کی باتیں شروع ہو گئیں اور کئی ہندو لیڈروں نے جلسوں میں اس مقصد کے حصول کے متعلق بیان دیئے تو مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا۔ رام راج کے آمد اسلام اور اس کے پرستاروں کے لئے برصغیر میں تباہی کا پیغام تھی۔اس لئے اُنہوں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نے ہندومت کے غلبہ سے بچنے کے لئے علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ اسلامی اصولوں پر مبنی اپنا نظام رائج کیا جاسکے۔

۱۵۔ انگریزوں سے نجات:

انگریز نے برصغیر کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ انگریز جب برصغیر کو خیر باد کہے تو حکومت اُنہیں واپس کرے۔ لیکن مغربی جمہوریت کے تحت ہندو اکثریت کے بل بوتے پر اقتدار حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔انگریز نے مسلمانوں سے اقتدار چھین کر اُنہیں پستی کی طرف دھکیلنے میں کوئی کسر اُٹھانہ رکھی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے برطانوی سامراجیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔

۱۶۔ تاریخی ضرورت:

پاکستان کا مطالبہ کسی وقت یاجذباتی کیفیت کے تحت نہیں کای گیا تھا بلکہ علاقائی اور قومی اعتبار سے ایک ٹھوس تاریخی حقیقت اس کی بنیاد بنی۔ یہ فطری تقاضہ تھا کہ مملکت خداداد پاکستان وجود میں آتی۔انیسویں صدی کے دوسرے نصف اور موجودہ صدی کے آغاز میں کئی شخصیتوں نے علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا۔انگریزی دور کے خاتمے کے بعد وہ کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے کہ ہندووں کے تسلط کا شکار ہوں۔اسی لئے جداگانہ مملکت کا تصور ابھرتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ مسلمان اُس منطقی نقطہ پر متحدہ ہوتے چلے گئے کہ ان کے سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور ملی تحفظ کے لئے علیحدہ آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کا قیام از بس ضروری ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ برصغیر کبھی بھی ایک ملک کی حیثیت میں طویل عرصہ تک متحد نہیں رہا۔ قائدِاعظم نے 1941ء میں فرمایا:

"ہندوستان سرے سے کبھی ایک ملک نہیں رہا اور نہ کبھی یہاں ایک قومی حکومت قائم ہوئے ہے۔خواہ ہندووں کی حکومت ہو یا مسلمانوں کی، یہاں ہمیشہ شخصی اور مطلق العنان حکومت رہی ہے۔آج بھی برطانوی سنگینیں ہی ہندوستان کو جکڑ کر ایک بنائے ہوئے ہیں۔ جس لمحے یہ سنگینیں یہاں سے ہٹائی جائیں گی ہندوستان ایک جغرافیائی وحدت نہیں رہے گا۔"

۱۷۔ پُرامن فضا کا قیام:

انیسویں صدی میں ہندووں کی آریا سماج، ہندومہابھا، شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند اور متعصّبانہ تحریکیں وجود میں آئیں۔آریاسماج کا نعرہ تھا کہ ہندوستان ہندووں کا ہے۔اس لیے مسلمان ہندومت قبول کرلیں۔ورنہ ہندوستان چھوڑ دیں۔ شدھی تحریک نے مسلمانوں کو شدھی ہونے کی دعوت دی اور ہندومہاسبھا نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی راہ اپنائی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سنگھٹن تحریک زبان سے زیادہ بزور بازو مسلمانوں کو ہندو بنانے کی حامی تھی۔ اس طرح جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے۔ جنہوں نے رفتہ رفتہ پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحدہ ہندوستان میں پر امن فضا کا ماحول تلاش کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے الگ وطن کا مطالبہ کر دیا۔ جہاں وہ امن و سکون سے رہ سکیں۔

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

۱۸۔ اسلام کا قلعہ:

پاکستان کے قیام کی غرض محض مقامی اور علاقائی نہیں تھی بلکہ مسلمانان برصغیر نے پاکستان کی تخلیق عالمی سطح پر اسلام کے فروغ اور استحکام کے لئے کی تھی۔ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنایا گیا تاکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو۔ علامہ اقبال نے فکر پاکستان پیش کیا۔ قائد اعظم نے 20 دسمبر 1946ء کو قاہرہ میں فرمایا:

"پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر اہل مصر چاہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں آزاد رہیں تو اُنہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ آج کوئی بھی ایسی مسلم مملکت نہیں جو پوری طرح آزاد ہو۔ ایران بھی صدیوں کی آزادی کے بعد غلام بنالیا گیا ہے۔ اس وقت تک دنیا کے مسلمان اور عرب حکومتیں صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوں گی۔ جب تک پاکستان قائم نہیں ہو گا۔" بعد ازاں متعدد مسلمان راہنماوں نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا۔

۱۹۔ ملی یا قومی اتحاد:

مسلم ملت اگرچہ اپنا علیحدہ وجود قائم رکھنے میں کامیاب رہی۔ لیکن صدیوں تک ہندو ¶ں کے ہمراہ ایک ہی معاشرے میں رہنے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمان ہندو رسم و رواج، تہذیب اور عصبیتوں سے متاثر بھی ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے اندر اختلافات، نسلی اور لسانی جھگڑے اور علاقائی سوچیں موجود تھیں۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اگر مسلمان اسی ملے جلے معاشرے میں رہتے تو رفتہ رفتہ ان کی جداگانہ حیثیت غائب ہو جاتی اور ملی اتحاد کا وجود نہ رہتا۔ قائد اعظم نے اللہ تعالیٰ کے نام پر مسلم ملت کو ایک جھنڈے تلے اکٹھا کیا اور نومبر 1945ء میں فرمایا:

"مسلمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسول پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلم لیگ کی کوشش یہ ہے کہ اُن کو ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے جمع کیا جائے اور یہ پرچم پاکستان کا پرچم ہے"

۲۰۔ اتحاد عالم اسلام:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قیام پاکستان کا اہم مقصد اتحاد عالم اسلام تھا۔ اسلام رنگ و نسل، زبان، وطنیت اور علاقائیت پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کو ملت واحدہ قرار دے کر تفرقہ بازی سے دور رہنے کی تلقین کی:

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا"

"اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور (آپس میں) تفرقہ نہ ڈالو۔" (آل عمران)

برصغیر کے مسلمان "اتحاد بین المسلمین" کے زبردست حامی تھے۔ اُنہوں نے اسلامی دنیا کے مسائل کو ہمیشہ اپنے مسائل کو ہمیشہ اپنے مسائل اور ان کے غم کو اپنا غم سمجھا۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں مسلمانان ہند نے سامراجی قوتوں کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ جب انگریزوں نے ترکستان میں خلافتکو ختم کرنے کی کوشش کی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کر کے اسلامی اخوت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا نظریہ تھا کہ اگر وہ علیحدہ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پاکستان نہ صرف دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہو گی بلکہ وہ عالم اسلام کے اتحاد کا مرکز ثابت ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نے ایک مسلمہ نظریے کے تحت جنم لیا اگر یہ نظریہ نہ ہوتا تو یہ عظیم اسلامی مملکت وجود میں نہ آتی۔

حاصل کلام:

قیام پاکستان کا اہم مقصد اسلام کی ترویج و اشاعت تھی۔ کیونکہ نظریہ پاکستان کی اصل بنیاد اسلامی نظریہ حیات پر رکھی گئی ہے۔ برصغیر کے مسلمان نہ صرف انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی معاشی، معاشرتی اور سیاسی ترقی بھی چاہتے تھے۔ اس لیے اُنہوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تا کہ وہ ایک آزاد ملک میں ایک الگ قوم کی حیثیت سے اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں اور اُن پر کسی قسم کا کوئی مذہبی، سیاسی، سماجی یا معاشرتی دباؤ نہ ہو۔

سوال 2: قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

جواب:

نظریہ یا آئیڈیالوجی (Ideology) وہ تصور مقصد یا نصب العین ہے۔ جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔ نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

"نظریہ سے مراد ایسا لائحہ عمل ہے جس کے زیر اثر افراد سے لے کر اقوام تک اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں"

"نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں۔ جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے"

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق "نظریہ اُن سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نظریہ پاکستان:

برصغیر کے تاریخی تناظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا۔ جس کی بناء پر وہ ہندو□¶ں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

سید علی عباس اور نظریہ پاکستان:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔درحقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے۔

ڈاکٹر اسلم سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے۔اور اُن نظریات سے بچنے کا سبب جو اسلام کے منافی ہیں۔

علامہ علا□¶ الدین صدیقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر دین اسلام رائج ہو،افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی، حکومتوں پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوت یہاں اسلام ہو۔

قائداعظم اور نظریہ پاکستان:

قائداعظم وہ لیڈر تھے جو شروع شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت 1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والا میثاق لکھنو تھا۔ جس کی وجہ سے قائداعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا۔ مگر کانگریس کی ہٹ دھرمی اور ہندو□¶ں کے متعصب رویے کی وجہ سے نہ صرف قائداعظم نے 1920ء میں کانگریس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ بلکہ آپ نے خالصتاً مسلمانوں کے مفادات کے لیے کام شروع کیا۔ذیل میں قائداعظم کے نظریہ پاکستان کے حوالے سے چند ارشادات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

ا۔	علیحدہ مملکت کا تصور	۲۔	قرآن پاک کی جامعیت
۳۔	اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں	۴۔	تعصّبات کے خاتمے کی تلقین
۵۔	تقسیم ہند کی ضرورت	۶۔	جداگانہ قومیت کا تصور
۷۔	پاکستان ایک اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ۸۔		مسلم تہذیب وتمدن کی حفاظت
۹۔	مغرب کے معاشی نظام پر تنقید	۰۱۔	اللہ تعالی کی حاکمیت
۱۱۔	پارلیمانی جمہوریت کی مخالفت	۲۱۔	فلاحی ریاست کا قیام
۳۱۔	قومی استحکام	۴۱۔	اقلیتوں کا تحفظ
۵۱۔	جداگانہ تاریخ	۶۱۔	مشترکہ دستور کی مخالفت
۷۱۔	رسولِ خدا کی عظمت اور اسوئہ حسنہ کی پیروی	۸۱۔	مسلمانوں کے لیے الگ ملک پاکستان کی ضرورت
۹۱۔	پاکستان کے دستور کی اسلامی ہیئت	۰۲۔	اسلام اور ہندو دھرم دو مختلف معاشرتی نظام
۱۲۔	پختہ عزم		

ا۔ علیحدہ مملکت کا تصور:

مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے علیحدہ مملکت کے تصور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

"دارصل پاکستان تو اسی دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ہندوستان میں جب پہا فرد مسلمان ہوا تو پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا اور ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آگئی۔"

۲۔ قرآن پاک کی جامعیت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی میں 1973 میں منعقد ہوا قائدِاعظم نے اس موقع پر پاکستان اور اسلام کے باہمی رشتے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسمِ واحد کی مانند ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی؟ وہ رشتہ، وہ چٹان اور وہ لنگر خدا کی کتاب، قرآن مجید ہے"

۳۔　اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں:

مارچ 1944ء میں طلباء کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے قائدِاعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا:

"ہمارا رہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ ہمیں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمیں سوشلزم کیمونزم یا کسی اور ازم کی ضرورت ہے"

۴۔　تعصّبات کے خاتمے کی تلقین:

21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ کے عوام سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"میں چاہتا ہوں کہ ہم پنجابی، بلوچی، سندھی، پٹھان اور بنگالی بن کے بات نہ کریں یہ کہنے میں آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی، سندھی یا پٹھان ہیں۔ ہم تو بس مسلمان ہیں۔"

۵۔　تقسیم ہند کی ضرورت:

قائدِاعظم نے 8 مارچ 1944ء ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پاکستان کے مطالبے کا محرک کیا تھا؟ اور مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندو□¶ں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔"

۶۔　جداگانہ قومیت کا تصور:

لاہور میں مارچ 1940ء کو تاریخی اجلاس میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم ہیں۔ لہٰذا وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے عقائد کے مطابق معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندو اور مسلم ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے طرزِ تعمیر فن موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنے معاشرت اور اپنے لباس غرض کہ ہر اعتبار سے مختلف ہیں۔

۷۔　پاکستان ایک اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ:

قائدِاعظم نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں"

۸۔　مسلم تہذیب و تمدن کی حفاظت:

اکتوبر 1947ء کو قائدِاعظم نے فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک مملکت کی تخلیق کریں جہاں آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع مل سکے۔"

۹۔　مغرب کے معاشی نظام پر تنقید:

یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر آپ نے فرمایا:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

"مغرب کا معاشی نظام انسانیت کے لیے ناقابل حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو"

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے بارے میں قائداعظم نے فرمایا:

"حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے پاکستان میں عوام اسے قرآن وسنت کے مطابق استعمال کریں گے"

۱۱۔ پارلیمانی جمہوری طرز حکومت کی مخالفت:

قائداعظم محمد علی جناح نے کانگرسی لیڈروں کی جانب سے مغربی طرز کی پارلیمانی جمہوریت کا مطالبہ سننے پر فرمایا کہ یہ کسی طور برصغیر کے لیے مناسب نہیں کیونکہ ہندوستان کئی قوموں اور خاص کر دو قوموں کا ملک ہے۔ ہر قوم چاہے وہ تعداد میں کم ہو، اپنے حقوق مانگتی ہے۔ مغربی طرز جمہوریت صرف ایسے ملک میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ جہاں صرف ایک قوم بستی ہو اور وہ لسانی، جغرافیائی، ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے یکساں خصوصیات کی مالک ہو۔ ہندوستان کی مختلف قوموں میں پہچان کرنی ہو تو مذہب کے علاوہ اور کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ مارچ 1940ء کو علی گڑھ میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"جمہوری پارلیمانی طرز کی حکومت ہندوستان کے لیے موزوں نہیں ہے"

۱۲۔ فلاحی ریاست کا قیام:

پاکستان کو قائداعظم ایک اعلیٰ معیار کی فلاحی مملکت کی شکل دینا چاہتے تھے۔ وہ جب بھی مسلم عوام کی غربت اور بدحالی دیکھتے، سخت پریشان ہوتے۔ 18 نومبر 1942ء کو لائلپور (فیصل آباد) میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"مجھے دیہاتیوں کی غریبی اور بدحالی دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ مختلف ریلوے سٹیشنوں پر میں نے دیہی مسلمانوں کے گروپ دیکھے تو ان کے افلاس سے مجھے بہت دکھ پہنچا۔ حکومت پاکستان کا اولین قدم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کرے اور بہتر سے بہتر زندگی کے حالات مہیا کرے۔"

۱۳۔ قومی استحکام:

قائداعظم نے اپنے فرمودات میں بار بار مضبوط اور توانا پاکستان کی تشکیل کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے قومی یک جہتی اور استحکام کے حوالے سے قوم کو رہنمائی بخشی۔ وہ پاکستان کی مضبوط بنیادوں پر یکا یقین رکھتے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا:

"جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر دیں گے، وہ بھولے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہیں۔"

۱۴۔ اقلیتوں کا تحفظ:

پاکستان میں مسلم اکثریت ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے لیے بھی قائداعظم نے خوشگوار مستقبل کا یقین دلایا۔ آپ نے ممبئی میں 27 مارچ 1947ء کو فرمایا:

"ہم ہندوؤں کو مل یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔ اسلام نے ہمیں یہی" درس دیا ہے اور ہماری تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔

۱۵۔ جداگانہ تاریخ:

قائداعظم محمد علی جناح نے ہندو￼¶ں اور مسلمانوں کی جداگانہ تاریخ کو وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف شعبوں اور ذرائع سے اکتساب کرتے ہیں دونوں کی رزمیہ تاریخ مختلف ہے دونوں کے ہیرو ونز مختلف ہیں۔ ایک قوم کا ہیرو دوسری قوم کا دشمن اور ایک قوم کا دشمن دوسری قوم کا ہیرو وہ ہوتا ہے۔ دونوں میں سے ایک کی شکست دوسری کی فتح اور ایک کی فتح دوسری کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی دو قوموں کو کسی ایک سلطنت میں اکٹھے کر دینے کا نتیجہ لامحالہ بے سکونی، ابتری اور تباہی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا"۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۱۶۔ مشترکہ دستور کی مخالفت:

قائداعظم برصغیر میں مشترکہ دستور کے زبردست مخالفت تھے آپ نے انگریزوں اور ہندو ؤں کو واضح الفاظ میں بتادیا کہ ہندوستان میں کوئی نیا دستور نافذ کرنے سے قبل ہندو مسلم تصفیہ ایک ناگزیر قدم ہے مشترکہ قومیت کی بنیاد پر جو دستور بھی وضع کیا جائے گا وہ قابل عمل نہیں ہوگا آپ نے مشترکہ دستور کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

"جب تک مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ جس کی بناء پر وہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے تحت مکمل سلامتی اور خود مختاری محسوس کرنے لگےں جب تک ان کا تعاون، خلوص اور رضامندی حاصل نہیں کی جائے گی۔اس وقت تک ہندوستان کے لیے جو آئین بھی بنایا جائے گا ،چوبیس گھنٹے بھی نہ چل سکے گا"

۱۷۔ رسول خدا کی عظمت اور اُسوئہ حسنہ کی پیروی:

دنیا کی عظیم ترین ہستی پیغبر خدا کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسو سی ایشن سے خطاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"رسول خدا ﷺ عظیم مصلح تھے عظیم راہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، عظیم حکمران تھے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

"رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے پیروی کا بہترین نمونہ ہے"

قائداعظم محمد علی جناح نے ارشاد باری تعلایٰ کا احترام کرتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ دین و دنیا کے ہر کام میں انہیں نبی کریم ﷺ کے اسوئہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاھےے۔14 فروری 1947ء کو سبی میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوئہ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہماری لیے بنایا ہے"

۱۸۔ مسلمانوں کے لیے الگ ملک پاکستان کی ضرورت:

قائداعظم نے مسلمانوں کے لیے الگ ملک "پاکستان" کے قیام کو اسلام کی بقاء کے لے ضروری قرار دیا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام کا نام ونان نہ مٹ جائے تو اس کے لیے پاکستان نہ صرف یہ ایک عملی نصیب العین ہے یادرکھو! اگر ہم اس جہدوجہد میں ناکام رہ گئے تو ہم تباہ ہوجائےں گے اور پھر اس برصغیر میں مسلمانوں اور اسلام کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔"

۱۹۔ پاکستان کے دستور کی اسلامی ہےئت:

پاکستان کے مستقبل کے آئین کی اسلمی ہیت پر تبصرہ کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فروری 1948ء میں ایک امریکی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس دستور کو ہیت و شکل ہوگی لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا ان اصلولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔"

۲۰۔ اسلام اور ہندو دھرم دو مختلف معاشرتی نظام:

قائداعظم نے قرارداد لاہور کے صدارتی خطبے میں اسلام اور ہندو مت کو محض مذاہب ہی نہیں۔ بلکہ دو مختلف معاشرتی نظام قرار دیا۔ہندو اور مسلمان نہ آپس میں شادی کر سکتی ہے نہ ایک دستر خوان پر کھانا کھا سکتے ہیں ان کے تاریخی وسائل اور ماخذ مختلف ہیں۔ان کی رزمیہ نظمیں،ان کے ہیرو اور ان کے کارنامے مختلف ہیں۔دونوں کی تہذیبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ھےں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۱۲۔ پختہ عزم:

انسان بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر ہی زندگی کے میدان میں قدم بڑھاتا ہے۔ عزم صمیم اور جہد مسلسل کے بغیر ران مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔

30 اگست 1946ء کو قائداعظم نے قیصر باغ بمبئی میں جشن عید کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے راستے میں کوئی چیز مزاحم نہیں ہو سکتی۔ کوئی چیز ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ ہمارے مطالبات حق وانصاف پر مبنی ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کی زندہ جاوید قوم مٹائی نہیں جاسکتی۔ خواہ ہمیں کتنی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ ہم پاکستان لے کر رہیں گے پاکستان کے بغیر مسلمانان ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے"

حاصل کلام:

غرضے کہ دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان درحقیقت نظریہ اسلام ہی ہیں۔ قائداعظم جو ابتداء میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے بعدازاں اسلام کی بنیادی روح کو سمجھنے کے بعد دو قومی نظریہ کے زبردست حامی بن گئے اور اپنی سیاسی بصیرت سے دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ یہی وہ نکتہء آغاز تھا جس کے بعد تحریک آزادی سوئے منزل رواں دواں ہوئی اور برصغیر کا جغرافیہ تبدیل ہونے سے کوئی نہ روک سکا۔

سوال 3 : علامہ اقبال کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجئے؟

جواب۔ نظریہ یا آئیڈیالوجی (Ideology) وہ تصور مقصد یا نصیب العین ہے۔ جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔ نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں۔

"نظریہ سے مراد ایسا لائحہ عمل ہے جس کے زیر اثر افراد سے لے کر اقوام تک اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں"

"نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں۔ جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصیب العین بن جائے"۔

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطکابق "نظریہ اُن سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہے"

نظریہ پاکستان:

برصغیر کے تاریخی تناظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ یعنی یہ مسلمانوں جکا وہ خیال تھا۔ جس کی بناء پر وہ ہند￾¶￾¶س سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

سید علی عباس اور نظریہ پاکستان:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔ درحقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے۔

ڈاکٹر اسلم سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے۔ اور اُن نظریات سے بچنے کا سبب جو اسلام کے منافی ہیں۔

علامہ علاؤالدین صدیقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر دینِ اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی حکومت پر بھی اور تما قوتوں سے قوی تر قوت یہاں اسلام ہو۔

علامہ اقبال اور نظریہ پاکستان:

علامہ اقبال نہ صرف ایک بہت بڑے شاعر تھے بلکہ فلاسفر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے اہم سیاسی رہنما بھی تھے۔ اُنہوں نے بہت جلد اس بات کو محسوس کر لیا کہ برصغیر کے مسلمان نہ صرف علیحدہ قوم ہیں۔ بلکہ اُن کے لیے علیحدہ ملک کا حصول نہ گزیر ہو چکا ہے۔ نظرئیہ پاکستان کی واحت آپ نے ان الفاظ میں کہ۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۱۔	مسلمانوں کی علیحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:	۲۔	مغربی طرز جمہوریت کی مذمت:
۳۔	علیحدیہ مسلم ریاست کا تصور:	۴۔	متحدہ قومیت قابل عمل نہیں:
۵۔	دو قومی نظریہ کا تصور:	۶۔	نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:
۷۔	اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:	۸۔	اسلام ایک زندہ قوت ہے:
۹۔	اسلام مکمل ضابطہ حیات:	۰۱۔	اسلام وسیلہ کامرانی:
۱۱۔	نسلی، وطنی اور لسانی نظریہ قومیت کی تردید:	۲۱۔	مسلم اُمت کی بنیاد۔۔۔اسلام:
۳۱۔	اسلام ذریعہ اتحاد:	۴۱۔	مسلم ریاست کی ضرورت:
۵۱۔	قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل:	۶۱۔	اتحاد عالم اسلام:
۷۱۔	مغربی جمہوری نظام کی مذمت:	۸۱۔	مذہب کی اہمیت:
۹۱۔	قرآن کی عظمت:	۰۲۔	فرض کا احساس:

۱۔ مسلمانوں کی علیحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:

آپ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جدا گانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔''

۲۔ مغربی طرز جمہوریت کی مذمت:

ڈاکٹر محمد اقبال مغربی جموری نظام کے زبردست مخالف تھے۔ گو کہ آج یہ نظام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ لیکن اُمت مسلمہ کے مسائل کا حل اس میں موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر ابقل کے نزدیک دنیا کے معاشرتی و سیاسی مسائل کا حال صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

۳۔ علیحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ علیحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ے میں آباد میں علیحدہ مملکت کا تصور دیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ سندھی اور بلوچستان ایک ریاست میں مدغم ہو جائیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر خود مختاری کا اصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے''

۴۔ متحدہ قومیت قابل عمل نہیں:

مارچ 1909ء میں منروا راج امرتسر نے علامہ اقبالؒ کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ اُنہوں نے اسے مسترد کرتے ہوئے فرمایا:

''میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیاز مذہب اس ملک سے اُٹھ جانا چاہیے مگر اب میرا خیال ہے کہ قومی شخصیت کو محفور کھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے مفید ہے۔ ہندوستان میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال گرچہ نہایت خوبصورت اور شاعرانہ تاہم موجودہ حالت اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابل عمل ہے''

۵۔ دو قومی نظریہ کا تصور:

علامہ اقبالؒ نے 1930ء کے صدارتی خطبہ الٰہ آباد میں فرمایا کہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

"ہندو اور مسلمان وہ الگ الگ قومیں ہیں۔ان میں کوئی چیز بھی مشترکہ نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک الگ حیثیت قائم رکھتے ہوئے ہیں۔ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔"

۶۔ نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:

1930ء میں علامہ اقبال نے فرمایا کہ:

"اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں میں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔جس کی وجہ سے اسلام کیا انسانیت پرور مقاصد کا اثر کم ہو رہا ہے۔یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے مخالف ہی نہیں ان کے بالکل متضاد ہوں"

۷۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ:

"اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔وہ مادے اور روح کو ناقابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔اسلام میں خدا اور کائنات روح اور مادہ، کلیسیا اور ریاست ایک کل کے مختلف اجزاء ہیں۔انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے۔جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہو ترک کیا جا سکے۔"

۸۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے:

علامہ اقبالؒ نے خطبہ الٰہ آباد میں ارشاد فرمایا:

"جس شخص کو آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے اعزاز سے نوازا ہے۔وہ اب بھی اسلام کو ایک زندہ طاقت سمجھتا ہے وہ طاقت جو انسان کے ذہن کو وطن اور نسل کے تصور کی قید سے نجات دلا سکتی ہے۔اسلام ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے۔یہ دستور حیات ہے اور ایک نظام ہے۔بس یہی وہ بات ہے کہ ہم اگر اُسے پالیں تو مستقبل میں ہندوستان میں ایک نمایا تہذیب کے علمبردار بن سکتے ہیں۔"

۹۔ اسلام مکمل ضابطِ حیات:

اسلام چند عقائد کا نام نہیں، یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔یورپ میں مذہب ایک فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔جو انسانی وحدت کو دو متصادم حصوں میں یعنی روح اور مادہ میں تقسیم کرتا ہے۔اسلام میں خدا، کائنات، روح اور مادہ اور ریاست و کلیسا ایک دوسرے سے منسلک ہیں، میرا یقین ہے کہ فرد کی زندگی میں مذہب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔میرا ایمان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں۔

۱۰۔ اسلام وسیلہ کامرانی:

"ایک سبق جو میں نے اسلامی تاریخ سے سیکھا ہے یہ کہ آڑے وقتوں میں اسلام نے مسلمانوں کو بچایا ہے۔مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی ہے۔آج اگر آپ اپنی نظریں اسلام پر لگا دیں اور اس کے حیات پرور تخیل سے اثر لیں تو آپ کی منتشر قوتیں از سر نو یکجا ہو جائیں گے۔اور آپ کا وجود ہلاکت اور بربادی سے بچ جائے گا۔"

۱۱۔ نسلی و وطنی اور لسانی نظریہ قومیت کی تردید:

بیسویں صدی کے شروع نظریہ قومیت جس کی بنیاد، رنگ اور نسل، زبان اور وطن پر رکھی گئی تھی۔بہت مقبولیت پا رہا تھا۔اس کے زیر اثر ہندوستان میں بھی ہندوستاتی قومیت کا نعرہ بلند ہوا اور کئی مسلمان راہنما بھی اس سیلاب کی رو میں بہہ گئے لیکن علامہ اقبال نے اس نظریہ وطنیت کی شدید مخالفت کی اور فرمایا:

ان تازہ خدا□¶ں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

مغربی تصور وطنیت کی مخالفت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"میں یورپی تصور وطنیت کا مخالف ہوں۔اس لیے نہیں کہ اگر اسے ہندوستان میں نشو و نما پانے کا موقع ملے تو مسلمانوں کو کم تر مادی فوائد حاصل ہوں گے۔بلکہ اس لیے کہ میں اس میں ملحدانہ مادیت پرستی کے بیج دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک انسانیت کے لئے عظیم ترین خطرہ ہے"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

آپ نے ڈاکٹر نکلسن کو ایک خط لکھا:

"اسلام ہمیشہ رنگ و نسل کے عقیدے کا جو انسانیت کی راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں ہے نہایت ہی کامیاب حریف رہا ہے"

۲۱۔ مسلم اُمت کی بنیاد.... اسلام:

علامہ اقبالؒ نے مغربی تصور قومیت کو رد کرتے ہوئے متحدہ ہندوستانی قومیت کی شدید مخالفت کی اور اسلام کی مسلم قومیت کی بنیاد قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم جمعیت تری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھ گئی

مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

بتاں رنگ و خواں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

۳۱۔ اسلام ذریعہ اتحاد:

"ہماری قومی زندگی کا تصور اس وقت تک ہمارے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ جب تک ہم اس پوری طرح باخبر نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر اسلامی تصور ہمراوہ ابدی گھر یا وطن ہے۔ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو تعلق انگلستان کو انگریزوں سے اور جرمن کو جرمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم سے ہے، جہاں اسلامی اصول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی وہیں ہماری جماعت کا شیرازہ بکھرا"

۴۱۔ مسلم ریاست کی ضرورت:

اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے اس صورت میں ندہ رہ سکتا ہے کہ اسے ایک علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام محض خدا اور بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ کا نام نہیں۔ یہ ایک نظام حکومت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز اپنی آزاد مملکت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔
ہندوستان مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک ہے اگر اسلام کو ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہتا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مخصوص علاقہ میں اس کی مرکزیت قائم ہو۔

۵۱۔ قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل:

علامہ اقبال اسلام کی ابدیت اور آفاقیت کے زبردست حامی تھے۔ ان کے نزدیک اسلام کا پیغام وقت، ملک اور حلات کی پابندیوں سے بالاتر ہے اور مسلم قوم کا وجود اسلام پر عمل کئے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔

آن کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت او لایزال است و قدیم
صد جہاں تازہ در آیات اوست — عصرہا پوشیدہ در آیات اوست
گر تو می خواہی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

۶۱۔ اتحاد عالم اسلام:

اسلام کے معاشرتی نظام میں "اخوت" یا بھائی چارے کا اصاول بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس کی بدولت ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ہمدردانہ تعاون اور ایثار و قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے علامہ اقبال بھی اسلامی معاشرے کو رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر سمجھتے تھے۔ آپ اتحاد عالم اسلام کے علمبردار تھے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نیل کے ساحل سے لے تابخاک کاشغر

۱۷۔ مغربی جمہوری نظام کی مذمت:

علامہ اقبال مغربی جمہوری نظام کے جو جدید دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا تھا۔ زبردست مخالف تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حل صرف اسلامی جمہوری نظام میں ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

۱۸۔ مذہب کی اہمیت:

علامہ اقبال کے نزدیک مذہب کے بغیر ایک فلاحی ریاست کا قیام ممکن نہیں اور مذہب کے بغیر دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت ظالمانہ ہیں۔ کوئی قوم مذہب کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

ایک اور جگہ فرمایا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۱۹۔ قرآن کی عظمت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسلام کے لازوال اور ابدی اصولوں کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک قرآنی تعلیمات کو ماننے والے اور ان پر عمل پیرا ہونے والے ہی قیامت تک اقوام عالم کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔

۲۰۔ فرض کا احساس:

علامہ اقبال اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کو اپنے فرائض کی بجاآوری کا احساس نہ ہوگا۔ اس وقت تک منزل کا حصول ممکن نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو احساسِ فرض کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: "مسلمانوں کے سامنے اب یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ اُنہیں موجودہ پالیسی پر کب تک عمل کرنا ہوگا۔ اگر آپ کا فیصلہ موجودہ حکمت عملی کو خیر باد کہنے کا ہو تو آپ کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ پوری جماعت کو ایثار کے لیے تیار کریں۔ جس کے بغیر کوئی غیرت مند قوم باعزت زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے نازک وقت آن پہنچا ہے۔ اپنا فرض بجالائیے یا اپنے وجود کو مٹا دیجئے۔"

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تیغ ہلال کی طرح، عیش نیام سے گزر

حاصل بحث:

مختصراً یہ کہ شاعر مشرق جو کہ مغربی قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے بھی ماہر تھے۔ مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کے حامی تھے ان کی شاعری اور نثر دونوں میں مسلمانوں کے لئے اپنے قومی تشخص کی اہمیت واضح اور عیاں ہے۔ انہوں نے بھٹکے ہوئے قافلہ مسلم کو سوئے حرم چلنے کی راہ دکھائی اور اتحاد امت مسلمہ کو مسائل کا واضح حل قرار دیتے ہوئے علیحدہ وطن کے قیام کی پیش گوئی کی۔

س ۴: نظریہ پاکستان کی اہمیت تفصیل سے بیان کریں؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جواب: نظریہ ٔ حیات پاکستان سے مراد برصغیر جنوبی ایشیا کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا یہ شعور تھا کہ وہ اسلامی نظریہ ٔ حیات کی بنیاد پر ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ بلاشبہ اسلامی نظریہ ٔ حیات نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

علی عباس: نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔

نظریہ پاکستان کی اہمیت:

نظریہ پاکستان کو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اسکے بغیر ہمارا قومی وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پاکستان کی بقاء اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہم نظریہ پاکستان سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ پاکستان بھی ایک نظریے کی پیداوار ہے جسے نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ اس لیے اس نظریے کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر پاکستانی کیلئے بے حد ضروری ہے نظریہ پاکستان کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

1. حق خودارادیت کا حصول　　2. مسلم حقوق کا تحفظ
3. علیحدہ قومی تشخص کی برقراری　　4. وحدت فکر
5. کردار سازی　　6. عالم اسلام کا اتحاد
7. قوت کا سرچشمہ　　8. اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ
9. مثالی معاشرے کا قیام　　10. انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات کا ذریعہ
11. تہذیب و تمدن کی حفاظت کا ذریعہ　　12. مسلمانوں کی معاشی ترقی کا ذریعہ
13. مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ　　14 اعلیٰ ملازمتوں کا حصول
15 استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر　　16 فلاحی ریاست کی ضمانت
17. دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت

1. حق خودارادیت کا حصول:

دنیا کے مہذب معاشروں میں حق خودارادیت کو ایک بنیادی حق کی حیثیت حاصل ہے۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد مسلمانوں کو حق خودارادیت کے حصول کیلئے طویل جدوجہد کرنا پڑی شروع شروع میں انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کو نظرانداز کیا۔ انہیں خودارادیت سے انکار کیا 1906 میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کی جسے 1909 میں انگریزوں نے تسلیم کر لیا۔ مگر ہندو ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے رہے یوں صحیح معنوں میں مسلمانوں کو حق خودارادیت قیام پاکستان کے بعد ملا۔

2 مسلم حقوق کا تحفظ:

برصغیر میں مسلمانوں کو سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں دوسری قوموں خصوصاً ہندوؤں کے مقابلے میں نظرانداز کیا جاتا تھا۔ نظریہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مسلمانوں نے نہ صرف اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے آواز اٹھائی بلکہ یہی نظریہ ان کیلئے علیحدہ وطن کے حصول کا ذریعہ بنا۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہی مسلم حقوق کا صحیح معنوں میں تحفظ حاصل ہوا اسی نظریے کی وجہ سے مسلمان اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوئے انہوں نے سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں ترقی کی منازل طے کیں۔

3 علیحدہ قومی تشخص کی برقراری:

برصغیر میں مسلمانوں کی علیحدہ پہچان بحیثیت قوم خطرے میں تھی۔ ہندوؤں اور عیسائیوں نے کئی ایسی تحریکوں کا آغاز کر رکھا تھا جن کا مقصد مسلمانوں کے قومی تشخص کو ختم کر کے ہندوازم میں مدغم (merge) کرنا یا مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دینا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اپنے علیحدہ پہچان کو ہر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

دور ہیں نہ صرف برقرار رکھا بلکہ دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا جسکی بنیاد پر وہ ہندوؤں سے علیحدہ قوم تھے قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کی علیحدہ قومی پہچان یا تشخص نہ صرف برقرار رہا بلکہ مسلمانوں کی پہچان کو ختم کرنے والے تمام اقدامات کا خاتمہ بھی ہو گیا یوں کہنا غلط نہ ہو گا۔ کہ مسلمانوں کی علیحدہ پہچان اور قومی تشخص کی برقراری نظریہ پاکستان کی مرہوں منت ہے

.4وحدت فکر:

نظریہ پاکستان نے برعظیم کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور ان میں وحدت فکر پیدا کی۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے ہندوؤں اور انگریزوں کا بڑی جرات سے مقابلہ کی اور آزاد مملکت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

5کردار سازی:

نظریہ پاکستان کا سب سے بڑا مقصد ایک ریاست کا حصول تھا جس میں اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جا سکے اور مسلمان اسوہ حسنہ کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں گزار سکیں۔اس طرح نظریہ پاکستان ایک ایسی قوم کی تشکیل کرتا ہے جس کے افراد باکردار، بااخلاق ،دیانت دار اور جرات مند ہوں اور اسی کردار کی قوت سے انہیں عالمی قیادت کی صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

.6عالمِ اسلام کا اتحاد:

نظریہ پاکستان کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی ہے دین اسلام میں رنگ و نسل اور زبان و وطن کی تفریق بے معنی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام ر معرض وجود میں آیا ہے اج لیے پاکستان کی قسمت میں یہ سعادت لکھی گئی ہے کہ وہ عالم اسلام کو اسلام کے نام پر متحد کرے، انہیں داخلی انتشار اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھے پاکستان کو مسلم قیادت کو فرئضہ سرانجام دینا ہے۔

.7قوت کا سرچشمہ:

نظریہ پاکستان سے مراد نظریہ اسلام ہے۔ برعظیم میں اسلام نے دو قومی نظریے کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے جدا تشخص اور الگ شناخت کو قائم رکھا۔ برصغیر میں اسلام نے مسلمانوں کو ہر آڑے وقت میں بچایا ہے۔اس لیے نظریہ پاکستان قوت کا سرچشمہ ہے جس نے ماضی میں برصغیر کے مسلمانوں کو بے پناہ قوت عمل سے نوازا اور آئندہ بھی اسی کے بل بوتے پر مسلمانان پاکستان عالم اسلام کی قیادت کا فرئضہ سرانجام دے سکیں گے۔

.8اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔اسلیے اس کا نظریہ قومیت بھی عالمگیر ہے۔اس میں لسانیت، نسلیت، اور وطنیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے "اللہ تعالیٰ کی وحدانیت "اور "ختم نبوت "دو ایسے اصول ہیں جن پر اسلامی قومیت کی بنیاد رکھی گئی ہے اس لحاظ سے یہ نظریہ دینائے اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے وہ عالم اسلام کو دعوت دیتا ہے کہ وہ باہمی اختلافات اور تفرقات کو ختم کر کے ملت اسلامیہ کو اندرونی انتشار اور بیرونی خطرات سے بچانے کیلئے اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کا مقابلہ کرے۔

.9مثالی معاشرے کا قیام:

ہندوستان میں مثالی معاشرے کا قیام مسلمانوں کا دیرینہ خواب تھا جو 1947 کو پاکستان کی آزادی کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہوا۔اس طرح مسلمانوں کا برصغیر میں مثالی معاشرے کے قیام کا بہترین موقع ملا۔ پاکستان کے تینوں آئینوں 1962,1956 اور 1973 میں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ پاکستان کی تمام عدالتیں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہیں پاکستان میں مسلم اور مثالی معاشرے کا قیام اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تک بلا تمیز بنیادی حقوق دیے جائیں گے لوگوں کی خوشحالی اور ترقی کیلئے یکساں مواقع نہ میسر کیے جائیں

.10ہندوؤں اور نگریزوں سے نجات کا ذریعہ:

1707 یں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا۔آہستہ آہستہ مسلمانوں کا برصغیر سے اقتدار ختم ہونا شروع ہوا 1757ء میں انگریزوں نے بنگال پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ بالآخر 1857 کی جنگ آزادی کے بعد پور برصغیر پر انگریزوں کی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حکومت قائم ہوگئی۔ مسلمان اسی خطے میں جہاں کبھی حاکم ہوتے تھے محکوم بن گئے۔ جبکہ دوسری طرف ہندوؤں کو موقع ملا تو انہوں نے بھی مسلمانوں سے پرانے بدلے چکانے شروع کر دیے، متحدہ برصغیر میں رہتے ہوئے ہندوؤں اور انگریزوں کے غلبے سے مکمل نجات ممکن نہ تھی اس لیے مسلمانوں نے نظریہ پاکستان کو وجود دیا جس کی بنانے پر علیحدہ وطن پاکستان حاصل کر کے مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انگریزون اور ہندوؤں کے غلبے سے آزاد ہو گے

11. مسلم تہذیب وتمدن کی حفاظت کا ذریعہ:

متحدہ برصغیر میں مسلم تہذیب وثقافت خطرے میں تھی ہندو اور انگریز مل کر مسلمان کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے نظریہ پاکستان پیش کیا۔ اسی نظریے کی بناپر مسلمان پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی بناپر پاکستان میں اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ترقی کی منازل طے کرنے لگیں آج پاکستان میں اسلامی تہذیب وثقافت متحدہ برصغیر کی لغت زیادہ محفوظ اور بہتر طور پر ترقی کر رہی ہے

12۔ مسلمانوں کی معاشی ترقی کا ذریعہ:

نظریہ پاکستا کی بدولت مسلمانوں کی معاشی ترقی کی راہیں کھلیں۔ صنعت، زراعت، تجارت اور ملازمتوں مین مسلانوں کو غلبہ حاصل ہوا انگریزوں اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے معاشی استحصال کا خاتمہ ہوا نہیں انگریزاور ہندو سرمایہ داروں، زمینداروں اور ساہوکاروں سے نجات مل گئی مسلمانوں کی ترقی کا آغاز ہوا پاکستان میں آج مسلمانوں کی معاشی انگریز دور سے کیں بہتر ہیں یہ صرف اور صرف نظریہ پاکستان کی وجہ سے ممکن ہوا۔

13۔ مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ:

مسلمانوں کی سیاسی حالات برصغیر میں انتہائی مایوس کن تھے۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں سے سیاسی حقوق چھین لیے تھے ہندو مسلم محاز آرائی کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں نے نظریہ پاکستان کو تخلیق کیا تو اس کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی بہتری اور ترقی کیلئے آواز اٹھائی۔ انگریزوں سے حقوق مانگے جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحدہ برصغیر میں مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی ناممکن ہے تو انہوں پاکستان کا مطالبہ کر دیا قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی باگ دوڑ مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی۔ یوں ان کی سیاسی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

14۔ اعلیٰ ملازمتوں کا حصول:

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے نہ صرف ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے بلکہ ملازمتوں سے معمولی وجوہات کی بنا پر بدطرف کیا جانے لگا جسکی وجہ سے مسلمان معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے 1857 سے لے کر 1947 تک برطانوی راج میں مسلمانوں کو اعلیٰ ملازمتوں سے دور رکھا جاتا تھا پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کی پاکستان میں نہ صرف اکثریت میں تبدیل ہو گئے بلکہ ہر طرح کی ملازمتیں مسلمانوں کے پاس آگیں۔

15۔ استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر:

نظریہ پاکستان استحکام پاکستان کی ضمانت دیتا ہے۔ اس نظریے کی رو سے تمام مسلمان ایک قوم ہیں۔ نسلا اور علاقائی حدود سے بالاتر ہو کر انھیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے اس نظریہ پر عمل کر کے ملک میں امن وسلامتی اور اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے اور ملک دشمن عناصر کے عزائم خاک میں ملائے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے استحکام پاکستان کیلئے اس نظریہ کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

16۔ فلاحی ریاست کی ضمانت:

نظریہ پاکستان اسلام کی روشنی اور فرقان حمید کی تجلی سے ماخوذ ہے حصول پاکستان کا مقصد ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں مسلمان قرآنی تعلیمات اور سنت رسول اللہ کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جہاں جمہوری اقدار کا فروغ ہو اور ایک ایسا نظام رائج کیا جائے جو عدل وانصاف اور مساوات پر مبنی ہو۔ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے سماجی اداروں کا قیام عمل لایا جائے۔ اور اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس کے اندر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کر کے نچلے طبقے کو معاشی استحصال سے بچایا جا سکے اور عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

17۔ دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے۔اسلم کے نقطہ نظر سے دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی یعنی موت کے بعد کی زندگی ہے۔ جس میں ہر فرد کو اس دنیا میں کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ اپنے شہریوں کی دنیاوی زندگی کو خوشحال بنانے کے ساتھ ان کی حیات آخرت کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کرے۔اس طرح ہمارا نظریہ اس زندگی اور موت کے بعد شروع ہوے والی زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانے کی بھی ضمانت دیتا ہے۔24 اکتوبر 1947 کو قائد اعظم نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

"ہم دنیا کو دکھادیں گے کہ یہ مملکت محض زندگی کیلئے نہیں بلکہ اچھی زندگی گذارنے کیلئے وجود میں آئی ہے۔"

گوے انظریہ پاکستان حقیقتاً اسلام کی روشنی سے ماخوذ ہے سارا قرآن عقل و فکر اور غور و تدبر کی تاکید سے بھرا پڑا ہے۔قرآن نے یہاں تک واضح کر دیا کہ جو لوگ عقل و فکر سے کام نہیں لیتے وہ انسان نہیں حیوان ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

"وہ حیوانوں کی طرح (زندگی بسر کرنے والے) بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔" (القرآن)

جو قومیں عقل و فکر اور غور و تدبر سے منہ موڑ لیتی ہیں وہ ترقی یافتہ قوموں سے کوسوں پیچھے رہ جاتی ہیں اور قرآن کے الفاظ میں نہ آسمان ان کے غم میں روتا ہے اور نہ زمین ان کی موت پر آنسو بہاتی ہے۔ہم مناسب منصوبہ بندی اور غور و فکر کی حکمت عملی اپنا کر ہی عصر حاضر کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں

نظریہ پاکستان کی اسی اہمیت کے پیش نظر پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے اسے قرار دادِ مقاصد کی صورت میں مرتب کیا اور 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی سے منظور کروایا۔قرار دادِ مقاصد پاکستان میں دستور کے عمل کی جانب پہلا قدم تھا اس میں پاکستانی عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اسلامی دستور کی ضمانت دی گئی بعد ازاں اسی قرار داد کی بنیاد پر 1962-1956 اور 1973ء کے دساتیر میں اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا اور اسی قرار دادِ کی بنیاد پر پاکستان میں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے کوششیں جاری ہیں۔

سوال 5:　دو قومی نظریے پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، معاشرتی یا معاشی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو حالات و واقعات کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔ نظریے کے لیے عام طور پر آئیڈیالوجی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

دو قومی نظریہ:

برصغیر کے تاریخی تناظر میں دو قومی نظریہ سے مراد یہ ہے کہ وطن کے اشتراک کے باوجود برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔ان کی تہذےب و تمدن ایک دوسرے سے ےکسر مختلف ہے۔ان کی تارےخ اور تارےخی حوالے، ان کا مذہب اور مذہبی رواےات، ان کے ہےرو اور رزمیہ کہانیاں سب میں بہت تضاد ہے۔یہی تصور نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

اسلام اور دو قومی نظریہ:

اسلام کی رو سے لوگوں کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں اوّل وہ لوگ جو کافر ہیں دوم وہ لوگ جو مسلمان ہیں۔یعنی بنیادی طور پر اسلام کا فر اور مسلمان کے درمیان فرق روا رکھے ہوئے ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مخاطب کرنے کے لیے یآاَیُّھَاالنَّاسُ یعنی اے لوگو! اور یآاَیُّھَاالَّذِیْ ±نَ اٰمَنُو ± اے ایمان والو! کے لفظ استعمال کیے ہیں۔

دو قومی نظریے کا ارتقاء:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قائدِ اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ دو قومی نظریے کی بنیاد اسی روز پڑ گئی تھی جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ گویا برصغیر میں دو قومی نظریے کی ابتداء تو مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ہو گئی تھی۔ پھر مختلف مواقع پر اس نظریے کے اظہار، ارتقاء اور استحکام کی صورتیں پیدا ہوتی گئیں۔ برصغیر میں دو قومی نظریہ کی ارتقاء خوت مجدد الف ثانی سے ہوتی ہے۔ جب انہوں نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف آواز اُٹھائی اور یہی وہ نظریہ تھا جس کی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مسلمانوں کے احیاء اور اتحاد کے لیے کوشش کی۔ اسکے علاوہ مختلف قائدین نے مختلف اوقات میں دو قومی نظریے کو استحکام پہنچایا۔ ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ حضرت مجدد الف ثانی:

نظریہ وحدت الوجود متحدہ قومیت اور وحدت ادیان کا درس دیتا ہے اس کی رو سے تمام مذاہب کی بنیاد ایک ہے اسی فلسفے نے گورونانک، بھگت کبیر، رامانند اور مسلمان صوفیاء کو ایک صف میں کھڑا کر دیا آپ نے مسلمانوں کو ذہن نشین کروایا کہ وہ اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور تاریکی کے اس دور میں اسلامی شعائر رسومات کے تحفظ کا ہر ممکن اہتمام کریں آپ کا قول ہے:

"اسلام کی عزت کفر اور کفار کی ذلت میں ہے"۔

آپ برصغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا بعد ازاں اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمان اپنے لے ایک الگ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

2 حضرت شاہ ولی اللہ:

حضرت مجدد الف ثانی کی طرح حضرت شاہ ولی اللہ بھی دو قومی نظریے اور مسلم قومیت پر یقین رکھتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن، تاریخی روایات، اسلامی ثقافت اور اپنے ملی ورثے کو ترقی دیں اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور ہندوؤں کی مستعار کردہ غیر اسلامی رسموں کو ترک کر دیں آپ نے اسلام کو ہندومت میں جذب کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا ازاں یہی دو قومی نظریہ تحریک پاکستان کی اساس بنا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ا

3۔ سرسید احمد خان:

1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمان برصغیر میں سخت بحران میں مبتلا ہو گئے۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی فلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ سرسید احمد خاں نے 1867ء میں برملا کہہ دیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو علیحدہ قومیں ہیں اس سلسلے میں آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو علیٰحدہ قومیں ہیں''۔ اس سلسلے میں آپ نے 1867ء میں مسلمانانِ برصغیر کے لیے علیٰحدہ ''قوم'' کا لفظ استعمال کیا۔ اس لحاظ سے سرسید احمد خان کو بلاشبہ برصغیر میں دو قومی نظریے کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

4۔ علامہ اقبالؒ:

علامہ اقبال دو قومی نظریے کے شروع سے ہی حامی تھے۔

1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں علامہ اقبالؒ نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک الگ مسلم مملکت بنا دی جائے۔ علامہ اقبال نے اپنے تاریخی خطبے میں نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیا بلکہ برصیغر کے سیاسی مسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے علحیدہ وطن کا تصور بھی دے دیا۔ آپ نے فرمایا ''مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان میں بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی''۔ علامہ اقبال نے نہ صرف دو قومی نظریے کو تقویت پہنچائی بلکہ آپ نے اسی نظریے کی بناء پر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیٰحدہ وطن کے حصول کا نظریہ بھی پیش کیا۔

5۔ قائدِ اعظمؒ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قائدِاعظمؒ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے علیٰحدہ قوم اور اسلام کو ہر لحاظ سے علیٰحدہ مذہب تصور کرتے تھے۔ قائدِاعظم دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے وہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کو ایک الگ قوم کا درجہ دیتے تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا: ''قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے الگ قوم ہیں۔ وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کریں''۔ آپ کی قائدانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1940ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اور اس قرارداد کی منظوری کے بعد دو قومی نظریہ کی بنیاد پر آپ 14 اگست 1947ء کو برصغیر کے مسلمانوں لئے الگ وطن کے حصول میں کامیاب ہوئے۔

6۔ جان برائٹ:

ایک انگریز مفکر جان برائٹ نے برطانوی راج کے قیام کے صرف ایک سال بعد یعنی 24 جون 1858ء کو مسلمانوں کی الگ ریاست کا تصور پیش کیا۔

7۔ مولانا جمال الدین افغانیؒ:

مولانا جمال الدین افغانیؒ نے 1879ء میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرر دیا۔

8۔ مولانا عبدالحلیم شرر:

مولانا عبدالحلیم شرر نے 1890ءمیں دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

9۔ ولایت علی بمبوق:

ولایت علی بمبوق نے 1913ء میں برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ قوم قرار دیا۔

10۔ مولانا مرتضٰی احمد میکش:

مولانا مرتضٰی احمد میکش نے 1928ء میں دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

11۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے 1928ء میں مسلمانوں کو علحیدہ قوم قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی الگ ریاست کے قیام کی بات کی۔

12۔ چوہدری رحمت علی:

چوہدری رحمت علی نے 1933ءمیں دو قومی نظریے پر مبنی مجوزہ ریاست کا نام ''پاکستان'' تجویز کیا۔

دو قومی نظریے کی اہمیت:

دو قومی نظریہ کو برصغیر کی تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ دو قومی نظریہ ہی وہ نظریہ تھا جس کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ وطن کے حصول کے لیے نظریہ پاکستان کی تشکیل کی اور پاکستان کے حصول کے لیے تحریک چلائی۔ یقیناً یہی وہ نظریہ ہے جس کی بناء پر برصغیر میں مسلمانوں کو علیٰحدہ قوم کا رُتبہ ملا اور مسلمانوں نے اسی نظریے کی بناپر جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا اور اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے کوششیں کیں۔ علیحدہ سیاسی جماعت ''آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی۔ □ ٔ یہی وہ نظریہ تھا جس کی بناپر مسلمانوں نے پاکستان حاصل کیا۔

حاصل کلام:

برصغیر کی تاریخ میں دو قومی نظریہ ہی وہ نظریہ ہے جس کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا یہی وہ نظریہ ہے۔ جسکی بناپر مسلمانوں نے نہ صرف علحیدہ سیاسی جماعت مسلم لیگ قائم کی بلکہ اپنوں نے اپنے حقوق و مفادات کے حصول کی کوششوں کا آغاز کیا بالآخر یہی کوششیں پاکستان کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہوئیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 2

نظریہ پاکستان کا تاریخی پہلو

حضرت مجدد الف ثانیؒ بر صغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا۔ پھر شاہ ولی اللہ، سر سید احمد خان اور دیگر علمائے کرام نے نظریہ ءپاکستان کی وضاحت کی۔ بر صغیر میں مختلف مسلم ادارے اسی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوئے اور کئی تحریکیں اسی نظریے کے پرچار کے لیے معرض وجود میں آئیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 1 : حضرت مجدد الف ثانی کی دینی اور ملی خدمات کا جائزہ لیں؟

جواب:

حضرت مجدد الف ثانیؒ 15 جون 1564 کو سرہند میں پیدا ہوئے آپ۔ کا اسم مبارک احمد، لقب بدر الدین تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مخدوم عبدالواحد ہی سے حاصل کی جو ایک ممتاز عالم دین تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ 1599ء میں حضرت مجدد نے خواجہ باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہو گئے۔ آپ کے مرشد خوابہ باقی باللہ فرماتے تھے:

"حضرت شیخ احمد ایک ایسا چراغ ہو گا جس سے ایک جہاں منور ہو جائے گا۔ © ©"

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لے ہر ہزار سال بعد ایک صاحب علم بزرگ مبعوث فرماتے رہیں گے جو اس کے دین کو نیا اور تازہ کرے گا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوسرے ہزار سال کے مجدد شیخ احمد سرہندی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ملی خدمات

1۔ تبلیغ اسلام
2۔ الحاد کے خلاف جہاد
3۔ بھگتی تحریک اور حضرت مجدد الف ثانی
4۔ مسلم معاشرہ کی اصلاح
5۔ ہندو جارحیت کا مقابلہ
6۔ دین الٰہی کی مخالفت
7۔ اکبر کی غلط پالیسی کی مخالفت
8۔ اسلامی قوانین
9۔ علماء کی مخالفت
10۔ نظریہ وحدت الوجود کی مخالفت

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

11۔ نظریہ وحدت الشہود
12۔ تصوف کی اصلاح
13۔ بدعات کا خاتمہ
14۔ دو قومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانی
15۔ مسئلہ قضاؤ قدر
16۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیم کی مخالفت
17۔ توحید خالص کا تصور
18۔ امراء کی اصلاح

تبلیغ اسلام

اسلام کو حضرت مجدد الف ثانی کے دور میں برصغیر کے ایک اہم مذہب کا درجہ حاصل ہو چکا تھا لیکن ملک کے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی حالات نے نئی سوچوں کو جنم دے دیا تھا۔ متحدہ قومیت کا تصور تیزی سے ابھر رہا تھا۔ اسلام کی منفرد اور خالص شکل کو بگاڑنے کیلیئے سازشیں کی جا رہی تھیں۔ دین اسلام عروج کو چھو کر اب دشمنوں کی سرگرمیوں کی زد میں تھا۔ قریب تھا کہ برصغیر کی مسلم حکومت کفر کی گود میں جا دم لیتی کہ حضرت مجد الف ثانی نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے دفاع میں مہم چلائی انہوں نے اسلام دشمن فتنوں کو روکا اور ان کا زور توڑ دیا۔ محققین اس امر پر متفق ہیں کہ اگر حضرت مقابلے پر نہ اترتے تو ساڑھے تین سو سال پہلے ہی اسلام کا نشان تک برصغیر سے مٹ جاتا۔

۲۔ الحاد کے خلاف جہاد

حضرت مجدد الف ثانی نے جس دور میں آنکھ کھولی اس دور میں ہندوؤں نے اپنی تحریکوں کے ذریعے ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ عام لوگ متحدہ قومیت اور وطنیت کے جذبوں کو قبول کر کے اسلامی روایات سے دور ہٹ رہے تھے۔ اسلام کی صفوں میں ایسے لوگ آ گئے تھے جو غیر اسلامی روایات کو اسلام کا رنگ دے رہے تھے اور اسلام کی حقیقی شکل کو بگاڑنے ہیں مصروف عمل تھے۔ دین اسلام سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کیلیئے چالیں چلی جا رہی تھیں فلسفے اور تصوف کے مخصوص انداز پیش کر کے اسلامی اصولوں کے خلاف دلائل دیے جا رہے تھے اس کا نتیجہ الحاد اور بے دینی کی صورت میں نمودار ہو رہا تھا۔ ایسے میں حضرت مجدد الف ثانی نے چیلنج قبول کیا اور الحاد کی قوتوں سے ٹکرا گئے۔

۳۔ بھگتی تحریک اور حضرت مجدد الف ثانی

جنوبی ہندوستان کے ایک ہندو فلسفی رامانج نے بھگتی تحریک "کا آغاز کیا اور اس تحریک کو قبول بنانے میں رامانند کا خصوصی ہاتھ تھا۔ بھگتی تحریک کے ایک اہم راہنما بھگت کبیر نے مساوات اور رواداری کے اصولوں کو متعارف کرایا۔ بھگتوں سے قریبی رابطے بڑھانے اور صلح و آتشی کے ساتھ رہنے کا درس دیا۔ بھگتوں نے کہا کہ رام اور رحیم میں کوئی فرق

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نہیں، خدا اور بھگوان ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔انہوں نے ثابت کیا کہ تمام انسان مختلف مذاہب میں رہتے ہوئے بھی ایک ہی ذات کو ساری کائنات کا خالق سمجھتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری کے ابتدائی دو میں بھگتی تحریک کی ہم نوائی میں ایک نظم "نیا شوالہ "□© لکھی۔ بھگتی تحریک کے اثرات بڑے گہرے مرتب ہو رہے تھے سادہ دل اور سادہ لوح مسلمان پریت اور محبت کے نام نہاد پجاریوں کی Sugar Coated گولی جو اصلاً زہر تھی، نگلنے کے قریب تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے ہندو بھگتوں کی سازش کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو باور کرایا کہ ان کا مقصد اسلام کو ہندو مت میں ضم کرنا ہے۔

۴۔ مسلم معاشرہ کی اصلاح:

برصغیر میں اسلام قبول کرنے والے نو مسلم آسانی سے ہندو رسوم و رواج سے پیچھا نہ چھڑا سکے۔ بعض تو کسی نہ کسی شکل میں ہندو تہواروں کو بھی مناتے رہے شادی بیاہ اور مرگ کی رسومات پر بھی ہندوؤں کے اثرات چلے آرہے تھے۔ اونچی ذات کے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا تو وہ ذات پات کے تصور اور نسل کی برتری کے احساس کو اپنے آپ سے جدا نہ کر سکے حضرت مجدد الف ثانی کے سامنے ایک بڑا چیلنج تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی ان عیارانہ چالوں سے آگاہ تھے۔انہوں نے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے جدوجہد کی اور انہیں خالصتاً اسلامی رنگ اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔انہوں نے غیر اسلامی شعائر اور رسومات کی مخالفت کی اور مسلم معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ کامیابی سے اٹھایا۔

۵۔　ہندو جارحیت کا مقابلہ:۔

اکبر نے ایک غلط حکمت عملی پر عمل پیرا ہو کر ہندوؤں کے ساتھ بے جا فراخدلی کا سلوک کیا انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ان کے ساتھ رشتے ناطے کئے ان کی مذہبی رسوم کو اختیار کیا اکبر کی بے دینی اور حد سے بڑھ کر رواداری نے ہندوؤں کو احیاء کا موقع دے دیا۔ وہ رفتہ رفتہ بیدار ہو گے اور انہیں اپنی قوت کا احساس ہونے لگا۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اکبر کے دور میں ہندو اتنے دلیر ہو گے تھے کہ متھرا کے ایک برہمن نے مسجد کی اینٹوں اور پتھروں پر قبضہ کر کے ایک مندر تعمیر کر لیا جب مسلمانوں نے مزاحمت کی تو اس نے رسول کی شان میں گستاخی کی۔ صدر الصدور نے اسے سزائے موت دی تو درباری امراء نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے عوام، امراء اور علماء میں احساس بیدار کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں کی مجالس میں بیٹھنے سے گریز کریں۔

۶۔ دین الٰہی کی مخالفت:۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اکبر کا خیال تھا کہ ہندوؤں کو اعتماد میں لیے بغیر ہندوستان میں ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ ہندوستان کی تمام قوموں بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک مشترک مذہب پر متحد کیا جائے چنانچہ 1582ء میں اس نے دین الٰہی یا توحید الٰہی کے نام سے ایک نیا دین جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے اس زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے ساتھ مل کر اس فتنہ عظیم کے خلاف زبردست تحریک چلائی ارا کین سلطنت امراء اور عوام کو اس دین کی مشکوک حیثیت اور کھوکھلے پن سے آگاہ کیا یہ آپ ہی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اکبر کی موت کے ساتھ ہی اس کا قائم کردہ دین بھی ختم ہو گیا۔

۷۔　اکبر کی غلط پالیسی کی مخالفت

اکبر نے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خود کو کامل طور پر ہندوستانی بنا لیا تھا۔ اس نے ہندوؤں کی طرح لباس پہننا اور پیشانی پر تلک لگانا شروع کیا۔ اپنے محل میں مندر تعمیر کروائے ہندو بیویوں کے زیر اثر شرعی ٹیکس جزیہ منسوخ کر دیا۔ گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی گئی بادشاہ کے لیے تعظیمی سجدے کو لازم قرار دے دیا گیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی آپ نے اسلام پسند درباری امراء سے تعلقات پیدا کر کے ترویج شریعت کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی۔

۸۔ اسلامی قوانین کی بحالی:۔

اکبر کے اقدامات نے برصغیر میں اسلامی شعائر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور اگر بروقت اس فتنے کا تدارک نہ کیا جاتا تو چند برس کے اندر اندر ہندوستان میں اسلام کا نام ونشان مٹ جاتا آپ نے تبلیغ اور حق گوئی کے ذریعے جہانگیر کو اسلامی قوانین کی بحالی اور ترویج شریعت پر مجبور کیا آپ کی کوششوں سے جہانگیر نے سکوں پر کلمہ طیبہ نقش کروایا گائے کے ذبیحہ پر پابندی ختم کر دی ہندوؤں پر شرعی ٹیکس جزیہ از سر نو عائد کر دیا سن ہجری دوبارہ جاری کیا گیا ہندوستان میں جتنی بھی مساجد شہید کی گئی تھیں جہانگیر نے ان کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا شراب پر پابندی عائد کر دی نئی مساجد کی تعمیر اور اشاعت اسلام کے احکامات جاری کیے اس طرح آپ نے خوش تدبیری اور دور اندیشی سے حکومت کا رخ کفر سے اسلام کی طرف پھیر دیا۔

۹۔　علماء سوء کی اصلاح:۔

اکبر کے عہد میں دین اسلام کو جو نقصان پہنچا حضرت مجددؒ اس کی ذمہ داری زیادہ تر علماء سوء پر ڈالتے تھے یعنی وہ علماء جو دنیا پرستی اور جاہ طلبی کی وجہ سے قرآن وحدیث کو نظر انداز کر کے غلط عقائد پھیلاتے تھے اور اپنے ذاتی اور سیاسی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مقاصد کے حصول کی خاطر بادشاہ کو باطل نظریات کے فروغ کی ترغیب دیتے تھے آپ نے اسلام پسند درباری امراء کو تلقین کی کہ وہ بادشاہ کو علماء سوء کی صحبت سے دور رکھیں۔آپ نے علماء سوء کو ہدایت کی کہ وہ آخرت کی فکر کریں اور لوگوں کو پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں۔

۱۰۔　وحدت الوجود کی مخالفت:۔

وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے میں خدا کا وجود ہے۔لہذا تمام مظاہر فطرت آگ، پانی، درخت، پتھر، سورج، چاند وغیرہ کی پرستش دراصل خدا کی عبادت کے مترادف ہے۔بندہ اور خدا ایک دوسرے سے جدا نہیں اللہ تعالیٰ دریا ہے تو انسان قطرہ، یہ قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے۔حق کو ہر گوشے میں تلاش کرنے والوں کے نزدیک تمام مذاہب کی اصل ایک ہے رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں یہ ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں آپ نے اس باطل نظریے پر ضرب کاری لگائی۔آپ نے رام اور رحیم کا فرق بیان کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں میں جذب ہونے سے بچا لیا اور اسلام میں کفر کی آمیزش کو ختم کر دیا۔

۱۱۔　نظریہ وحدت الشہود:۔

آپ نے نظریہ وحدت الوجود کے جواب میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جس میں آپ نے بتایا کہ دنیا اور خالق میں وہی رشتہ ہے جو خالق اور مخلوق میں ہوتا ہے۔آپ نے "انا الحق" کی بجائے "انا عبدہ" (میں اس کا بندہ ہوں) اور "ہمہ اوست" کی بجائے "ہمہ از اوست" (سب کچھ اسی کا ہے) کا نعرہ بلند کیا۔اس طرح وحدت الشہود کے فلسفے نے خالق اور مخلوق کے وجود کو الگ الگ قرار دے کر خالق کی قوت اور برتری پر مہر ثبت کر دی۔

۱۲۔　تصوف کی اصلاح:۔

حضرت مجدد الف ثانی کی ایک اور اہم اسلامی خدمت تصوف کی اصلاح ہے۔آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اگر صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں تو وہ ہرگز تقلید کے لائق نہیں۔آپ نے ہندوستان کے پرانے سلسلوں کو چھوڑ کر اپنے طریق کی اشاعت کی جس میں اسلامی شریعت کی جاتی ہیں ان کا سادہ عبادت پر بڑا زور تھا آپ کے نزدیک طریقہ سنت سے ہٹ کر جو عبادتیں اور ریاضتیں کی جاتی ہیں ان کا کوئی وزن نہیں ایسی ریاضتیں تو یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن جوگی بھی کرتے ہیں لیکن شریعت کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی اور خسارے کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

۱۳۔　بدعات کا خاتمہ:۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کی بقا دوسری کی فنا ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کو ختم کرنا ہے اکبر کی ہندو نوازی کی وجہ سے اسلام میں ہندوانہ رسم ورواج اور عقائد شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح اسلام اور ہندومت میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ آپ نے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اطاعت رسول کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں اور نام نہاد پیروں اور شیخوں کی تقلید کا بہانہ کر کے بدعت پر عمل نہ کریں۔

۱۴۔　دو قومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانی:۔

آپ برصغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا بعد ازاں اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمان اپنے لے ایک الگ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے مسلمانوں کو ذہن نشین کروایا کہ وہ اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور تاریکی کے اس دور میں اسلامی شعائر ورسومات کے تحفظ کا ہر ممکن اہتمام کریں۔ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ آپ وہ پہلی مسلمان شخصیت ہیں جنہوں نے برصغیر میں علیحدہ مسلم قومیت کا نظریہ سب سے پہلے پیش کیا۔

۱۵۔　مسئلہ قضاوقدر:۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ انسان اپنے افعال میں مختار کل ہے اور بعض بندے کے فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے نزدیک افعال خواہ برے ہوں یا اچھے حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں بندے جو کچھ کرتے ہیں حقیقت میں انہیں اس کے لیے کوئی استطاعت یا اختیار حاصل نہیں ہے جیسے کہ درخت ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے اسی طرح بندہ بھی مجبور ہے ان دونوں گروہوں نے اعتدال اور میانہ روی کو ترک کر کے افراط و تفریط کو اختیار کیا تھا حضرت مجدد الف ثانی نے مسئلہ جبر و قدر میں اعتدال کے راستے کو پسند کیا۔ ان کے نزدیک انسان کی کوشش اور جدوجہد اس کی متوسط خود مختاری کے پیش نظر بڑے کمالات کی آئینہ دار ہے اور اس کے افعال اور اختیار پر ہی جزاو سزا کا فیصلہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے۔

۱۶۔　امراء کی اصلاح:

اکبر نے اسلام سے انحراف کی جو پالیسی اپنائی تھی ۔ وہ انہی امراء کے زیر اثر رہنے کا نتیجہ تھی۔ امراء اسلام کی حقانیت بھول چکے تھے۔ مجدد الف ثانیؒ نے ان امراء سے مل کر انہیں خبردار کیا کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنت پر عمل کریں، اسلام کے بتائے ہوئے سیدھے اصولوں کو ہندوؤں کے مشترکہ رسم ورواج سے خلط ملط نہ کریں۔ انہیں خبردار کیا کہ اگر انہوں نے اسلام پر عمل نہ کیا تو نہ صرف ان کی عاقبت خراب ہو گی بلکہ اس دنیا میں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اپنی کوششوں سے ان امراء کو اسلام کے صحیح راستے پر لگایا اور انہی امرا کی وجہ سے اکبر کی مذہبی پالیسی میں تبدیلی آئی اور دوبارہ اسلام پھلنے پھولنے لگا۔

۱۷۔ توحید خالص کا تصور:

ہندوؤں کے احیاء اور اکبر کے دین الہٰی نے مسلمانوں پر جو برے اثرات ڈالے ان میں "وحدت ادیان ©" کا تصور تھا۔ تمام ادیان کی اصل ایک ہے اور رام ور حیم ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس باطل نظریے پر کاری ضرب لگائی۔ آپ نے فرمایا کہ رام اور کرشن اسی قسم کی دو شخصیتیں ہیں جن کی ہندو پرستش کرتے ہیں۔ رام سیتا کے شوہر تھے۔ جب وہ اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکے تھے تو وہ بے چارے دوسروں کی کیا مدد کریں گے رام کی پیدائش سے پہلے بھی تو رحمان موجود تھا۔ رحیم ہمیشہ سے ہے، اس لیے نہ رحیم، رام ہے اور نہ سب ادیان کی اصل ایک ہے۔

۱۸۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیمی کی مخالفت:

اکبر کی وفات کے بعد نورالدین جہانگیر نے ہندوؤں سے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کی لیکن اکبر کی ہندو نواز پالیسی کے اثرات کافی حد تک باقی رہے مثلاً بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے کی رسم قبیح کو جاری رکھا گیا حضرت مجدد نے اس دور میں بھی غیر اسلامی رسومات اور عقائد کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی آپ کا حلقہ ارادت وسیع تر ہوتا چلا گیا حضرت مجدد کے مخالف امراء نے حضرت مجدد کے خلاف جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے۔ بادشاہ نے حضرت مجدد کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا آپ نے مسنون طریقے سے جہانگیر کو سلام کیا اور تعظیمی سجدہ کرنے سے صریح انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس متکبرانہ روش پر حضرت مجدد کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور قید میں رہ کر بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور ہزاروں گمراہ انسانوں کو راہ ہدایت پر ڈال دیا جہانگیر کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات کے اثرات

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی کی کوششوں سے دین الہٰی۔ وحدت الوجود اور وحدت ادیاں جیسے نظریات کا خاتمہ ممکن ہوا

۲۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ شریعت کی پابندی کیلئے اہم خدمات سرانجام دیں۔

۳۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیمی اور درباری سازشوں ار ہندوؤں کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کیا۔

۴۔ آپ نے بدعات اور غیر اسلامی رسوم ورواج کے خاتمے کیلئے اہم کردار ادا کیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حاصل کلام:

غرض یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کفر و شرک کے زور کو توڑا، لاتعداد غیر مسلموں کو اسلام کے حلقے میں داخل کیا، اسلام کو خالص رنگ میں رکھا، اکبر اعظم کے جھوٹے دین کی قلعی کھول دی۔ صوفیاء کے غلط نظریات پر شدید تنقید کر کے اسلامی شعائر اور شریعت کو اپنانے کا درس دیا سجدہء تنظیمی کی رسم کو کچلا۔ اسلام کو ہندومت میں ضم نہ ہونے دیا اسلام کو ہندومت میں ضم نہ ہونے دیا۔ آنے والی مسلم نسلوں نے بھی آپ کے افکار سے فائدہ اٹھایا اور صدیوں بعد پاکستان ان ہی کی تجویز کردہ اساس پر قائم ہوا۔ گمراہی اور بے دینی کی جس فضا میں حضرت مجدد نے اپنی اصلاحی تحریک چلائی وہ بلا شبہ کسی مرد مومن ہی کا کام تھا یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

خدا رحمت کنند اے ں عاشقان پاک طے نت را

سوال: حضرت شاہ ولی اللہ کی دینی ملی اور اصلاحی خدمات کا تفصیل سے جائزہ لیجیے؟

جواب:

حضرت شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین احمد اور کنیت ابوالفیاض تھی آپ 21 فروری 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے والد شاہ عبدالرحیم بہت بڑے صوفی بزرگ اور عالم دین تھے انہوں نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ قائم کیا شاہ ولی اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کی۔ سات برس کی عمر میں قران پاک حفظ کیا اور گیارہ برس کی عمر میں حدیث پر ربور حاصل کر لیا۔ سترہ برس کی عمر میں والد محترم کا انتقال ہوا تو آپ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا 1730ء میں حج کے دوران آپ کی ملاقات شیخ ابو طاہر مدنی سے ہوئی شاہ صاحب نے ان سے قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کی وطن واپس آکر آپ نے مسلمانوں کی اصلاح اور راہنمائی کا کھٹن فرئضہ سر انجام دینے کا فیصلہ کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات

۱۔ قرآن پاک کا فارسی ترجمہ
۲۔ ادبی خدمات
۳۔ علم حدیث کی تدریس واشاعت
۴۔ فقہی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش
۵۔ اجتہاد کی ضرورت
۶۔ معاشرتی اصلاحات
۷۔ سیاسی خدمات
۸۔ جہاد کی تلقین
۹۔ دو قومی نظریہ
۱۰۔ اقتصادی اصول

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۱۱۔ مرہٹوں کے خاتمے کے اقدامات	۲۱۔ خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے اقدامات
۱۳۔ علماء کرام میں اتحاد کی کوششیں	۱۴۔ مسلم معاشرے کی تشکیل نو
۱۵۔ مضبوط اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد۔	۱۶۔ اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز

۱۔ قرآن پاک کا فارسی ترجمہ:۔

علمی میدان میں حضرت شاہ ولی اللہ کا سب سے اہم کارنامہ قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے برصغیر میں اسلامی حکومت تقریباً ایک ہزار سال قبل قائم ہوئی تھی لیکن قرآن پاک کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کی سعادت صرف حضرت شاہ ولی اللہ کو حاصل ہوئی آپ کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل صرف قرآن پاک میں ہے مگر عوام کی اکثریت عربی سے ناواقف ہونے کے باعث اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہے لہذا آپ نے 1738ء میں "فتح الرحمن" کے نام سے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا اس دور میں علماء کسی اور زبان میں قرآن کے ترجمے کو خلاف اسلام سمجھتے تھے انہوں نے ترجمہ شائع ہوتے ہی آپ کے خلاف ہنگامہ بپا کر دیا لیکن آپ نے بڑی جرات اور فرض شناسی سے اسی مسئلے پر قابو پالیا آپ نے لوگوں کو سمجھایا کہ قرآن پاک اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر طاق پر سجادیا جائے یا مفہوم و معانی سمجھے بغیر ناظرہ پڑھ لیا جائے بلکہ اس کو پڑھ کہ سمجھنا اور اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے بعد ازاں لوگ آپ کی معاملہ فہمی کے قائل ہو گئے اس ترجمے سے مسلمانوں میں قرآن فہمی کا شعور پیدا ہو گیا اور وہ عیسائی مبلغین کے قرآن پر اعتراضات کا جواب دینے کے قابل ہو گئے اس کے بعد اس رجحان نے بہت ترقی پائی اور آج دنیا کی لاتعداد زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ موجود ہے۔

۲۔ ادبی خدمات:

حضرت شاہ ولی نے مذہب، معاشرتی اصلاح اور سیاسیات کے موضوع پر عربی، فارسی اور اردو میں 51 کتابیں لکھیں۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجتہ اللہ البالغہ میں اس امر پر بحث کی ہے۔ کہ شرعی احکام مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً زکوۃ اس لیے فرض ہوئی کہ بخل کی برائی کو دور کیا جائے اور غریبوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ اسی طرح قصاص شریعت میں اس لیے فرض کیا گیا کہ وہ قتل و خون ریزی کو روکے۔ جہاد فتنہ و فساد کو روکنے کے لے فرض کیا گیا اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ "اے اہل عقل قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے"۔ حج اللہ تعالی کی نشانیوں (شعائر اللہ) کی تعظیم

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کے لیے فرض کیا گیا اسی طرح اور بہت سے احکام ہیں جن کے مصالح پر مبنی ہونے کا ثبوت ہمیں قرآنی آیات اور احادیث سے ملتا ہے۔

۳۔ علم حدیث کی تدریس واشاعت:۔

حضرت شاہ ولی اللہ حدیث کے ماہر استاد تھے۔آپ مدرسہ رحےمیہ میں حدیث پڑھاے اکرتے تھے۔مغلیہ دور میں اسلامی مدارس میں صرف ونحو اور منطق وفقہ کی کتابیں تو پڑھائی جاتی تھیں لیکن قرآن وحدیث کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا حضرت شاہ ولی اللہ بنیادی طور پر محدث تھے آپ مدرسہ رحیمیہ میں حدیث کے بہت بڑے استاد تھے آپ حضرت امام مالک کے مرتب کردہ مجموعہ احادیث کے بڑے مداح تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے۔

"روئے زمین پر اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب الموطا ہے۔"

آپ نے موطا کی عربی اور فارسی زبان میں شرح لکھی عربی شرح کا نام "المسویٰ" اور فارسی شرح کا نام "المصفی" ہے اس کے علاوہ آپ نے عام مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے مختصر احادیث کے مجموعے بھی مرتب کیے مسلمان قوم پر آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے علماء کی ایک جماعت تیار کی جس نے علم حدیث کو برصغیر کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔

۴۔ فقہی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش:۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک مسلمانوں کی پستی اور زوال کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ وہ فروعی اختلافات اور فرقہ بندیوں کا شکار ہو چکے تھے لہذا آپ نے بڑی دانش مندی اور گہرے مطالعہ کے بعد فقہ کی بنیادوں پر سے پردہ اٹھایا اور اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" لکھا جس میں فقہہ اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں پائے جانے والے اختلافات کی وضاحت کی اور پھر ان کو حل کرنے کے لیے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ ایسا مسلک اختیار کریں جو قرآن وسنت کے قریب ہو۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"فقہ اور اسلامی قوانین کا تعلق ان کے سرچشموں یعنی قرآن وسنت سے ہے۔"

۵۔ اجتہاد کی ضرورت:۔

اسلام پر عمل پیرا ہو کر انسان ایک مہذب اور کامیاب شہری بن سکتا ہے لیکن اس زمانہ میں علماء کی اکثریت اسلام کو متحرک دین کے طور پر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی انہوں نے اسلام کو محض عبادات اور رسومات تک محدود

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کر دیا تھا۔اور تقلید جامد یعنی اندھی تقلید پر یقین رکھتے تھے انہوں نے دین کے بارے میں غور وخوض کرنا چھوڑ دیا تھاان کا قول تھا:

"ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہیں۔(القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ نے اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کرنے کے لے ایک کتاب "عقدالجید فی احکام الا جتہاد و تقلید" لکھی جس میں آپ نے علماء پر زور دیا کہ عصر حاضر کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان کو اجتہاد کرنا چاہیے، کیونکہ اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی اجازت دے رکھی ہے۔قرآن میں آتا ہے۔

اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی واضح کر دیا ہر کس و ناکس مجتہد نہیں ہو سکتا مجتہد کے لیے اسلامی قوانین کا ماہر اور فقیہہ ہونا لازم ہے

۶ معاشرتی اصلاحات:

ہندوؤں کے ساتھ میل جول اور باہمی اختلاط کے باعث مسلمانوں میں بہت سے غیر اسلامی رسومات رائج ہو چکی تھیں ان میں نے اسلامی عقائد و نظریات کی بجائے مشرکانہ طور طریقوں کو اپنالیا تھا آپ نے مسلم معاشرے کی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کیے۔

۱۔　ہندو اثرات کے تحت مسلمان بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے آپ نے بیوہ سے نکاح کو سنت رسول ﷺ قرار دیا۔

۲۔　آپ نے قبر پرستی اور پیر پرستی کی پر زور مذمت کی اور لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک اور توہم پرستی سے اجتناب کریں۔

۳۔　شادی بیاہ میں اسراف سے بچنے کی تلقین کی کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۴۔　غمی اور موت کے موقع پر بے جا رسومات تیسرے، چھٹے اور چہلم جیسی رسومات کی شدید مخالفت کی اور تین دن سے زیادہ سوگ کو خلاف شرع قرار دیا۔

۵۔　آپ نے لوگوں کو رزق حلال کمانے کی تلقین فرمائی۔

۶۔　آپ نے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کرنے پر زور دیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۷۔ آپ نے معاشرے کو فرقہ پرستی اور گروہ بندی سے پاک کرنے کی تلقین کی آپ نے شیعہ سنی اور خود سنیوں کے اندر اختلاف کو دور کرنے کی اہمیت پر بہت زور دیا۔

۸۔ آپ نے لوگوں کو سادہ زندگی گذارنے کی تلقین فرمائی۔

۷ سیاسی خدمات:

آپ نے برصغیر میں اسلامی حکومت کے استحکام کے لئے بھی اصول و قوانین وضع کئے آپ نے امراءاور حکمرانوں کو بحیثیت مسلمان ان کے فرائض سے آگاہ کیا انہیں تلقین کی کہ اندرون ملک امن وامان قائم کرنے کیلئے فتنہ وفساد کو جڑ سے کاٹ پھینکنے کے لئے اقدامات کریں۔ زمین کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ خود کو مالک ملک یا مالک قوم تصور کرے سربراہ مملکت قومی خزانے سے اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ وہ ایک عام شہری کی طرح زندگی گزار سکے آپ نے دولت کی غلط تقسیم اور حکومت کی طرف سے ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار کو قوم کے لیے مہلک قرار دیا۔ حکمران، امراءاور علماء باہمی اختلافات کو ختم کر کے متحد اور منظم ہو جائیں۔ برصغیر میں بسنے والی تمام قدموں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے اور کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک نہ کیا جائے۔

۸۔ جہاد کی تلقین

اورنگزیب کی وفات کے بعد مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا۔ اس دور میں جہاد ناپید ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب جہاد کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے اس لیے آپ نے مسلمان حکمرانوں کو ہدایت کی کہ وہ دشمنان دین کے خلاف ہر وقت چوکس رہیں اور پوری قوم کو بھی دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے مسلمانوں کی سہل پرستی کے باعث جاٹ، سکھ مرہٹے اور دوسرے غیر مسلم عناصر بڑی طاقت پکڑ چکے تھے آپ کے نزدیک صرف جہاد کا راستہ ہی ہندوستان میں کفر کے غلبے کو ختم کر سکتا ہے۔

۹ دو قومی نظریہ اور حضرت شاہ ولی اللہ:

حضرت شاہ ولی اللہ دو قومی نظریے کے پر زور حامی تھے۔ آپ نے دو قومی نظریے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے مضبوط علیحدہ قوم قرار دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن، تاریخی روایات، اسلامی ثقافت اور اپنے ملی ورثے کو ترقی دیں اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور ہندوؤں کی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مستعار کردہ غیر اسلامی رسموں کو ترک کر دیں آپ نے اسلام کو ہندومت میں جذب کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنادیا ازاں یہی دو قومی نظریہ تحریک پاکستان کی اساس بنا۔

۱۰ اقتصادی اصول

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف حجتہ البالغہ " میں جو اقتصادی اصول مرتب کئے ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ دولت کی اصل بنیاد محنت ہے مزدور اور کاشت کار قوت کا سرچشمہ ہیں جو شخص ملک اور قوم کے لیے کام نہ کرے اس کا ملک کی دولت میں کوئی حصہ ؛ نہیں۔

۲۔ جوا اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں ان کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے، مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے وہ قوم کا دشمن ہے اور اسے ختم ہو جانا چاہیے۔

۴۔ کام کے اوقات کار مقرر کئے جائیں مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح کی طرف توجہ دے سکیں۔

۵۔ وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں دولت چند افراد یا چند خاندانوں میں محدود ہو کر رہ جائے جلد از جلد ختم کر کے عوام کو مصیبت سے نجات دلائی جائے۔

۱۱ مرہٹوں کے خاتمے کے اقدامات:

اورنگزیب عالمگیر کے جانشینوں کی نااہلی کے باعث مسلمانوں کے سیاسی اور فوجی قوت ختم ہو کر رہ گئی تھی جاٹ اور مرہٹے دہلی کے لال قلعہ کی دیواروں تک پہنچ چکے تھے۔ پنجاب میں سکھ مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھا رہے تھے ہر طرف فتنوں کا زور تھا آپ ہندوستان کی سیاسی حالت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے آپ نے روہیل کھنڈ کے حکمران نجیب الدولہ اور افغانستان کے فرمانروا احمد شاہ ابدالی کو خطوط کے ذریعے بر صغیر کے آفت زدہ مسلمانوں کی امداد پر آمادہ کیا آپ کی تحریک پر 1761ء میں پانی پت کی تیسری جنگ میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں اور ان کے اتحادیوں کو ذلت آمیز شکست دی اس فتح سے ہندو راج کے قیام کا خطرہ 1947ء تک ٹل گیا بعد ازاں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کر کے سکھوں کی طاقت کو بھی منتشر کو دیا۔

۱۲ اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حضرت شاہ ولی اللہ کی وفات کے بعد کئی اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر سید احمد شہید بریلوی نے تحریک مجاہدین شروع کی۔ جس کا مقصد پنجاب اور سرحد سے سکھوں کی حکومت کا قلع قمع کرنا تھا۔ آپ برصغیر میں ایک ایسی مضبوط حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کی بنیاد اسلامی قوانین پر ہو آپ مسلمانو ں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی بلندی کے بھی خواہاں تھے۔ علاوہ ازے ں تے تو مے ر کی تحریک اور فرائضی تحریک بھی اسی سلسلے کی اہم کڑیاں تھے ں۔

۳۱خانہ جنگی کے خاتمے کے اقدامات:

حضرت شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں میں باہمی نفاق اور خانہ جنگی کو اُم الفتن (فتنوں کی ماں) قرار دیا۔ آپ کے نزدیک ملک میں باہر کے فتنوں کو جگانے میں جو عناصر کام کر رہے ہیں ان کا تعلق باہر سے نہیں بلکہ ہمارے اندر ہی سے ہے۔ عہد عالمگیر کے بعد مغل حکومت فتنوں کے جس طوفان میں گھر گئی تھی اور جتنے سیلاب باہر سے آئے ان کا سرچشمہ بھی اندر ہی تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ بیرونی فتنوں کا سد باب کرنے کیلئے اپنی صفوں کے اندر اتحاد پیدا کریں اور دشمنانِ دین کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

۴۱۔ علماء کرام میں اتحاد کی کوششے ں:

مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضرورت اتحاد کی تھی اور اس کی راہ میں علماء کرام رکاوٹ تھے جو دو بڑے گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے تھے۔ مناظرے آئے دن کا معمول تھے۔ علماء کئے نظریاتی اختلافات نے پوری مسلم قوم کو تسلیم کر رکھا تھا۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحث جو مدتوں سے چلی آ رہی تھی۔ اپنی تمام تر خرابیوں کے ساتھ بام عرج پر تھی۔ دونوں گروہوں سے منسلک افراد ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر ہیں تھے ایسے میں شاہ صاحب نے صلح جوئی کی بھرپور کوشش کی۔ آپ نے سادہ اور قابل عمل مذہبی اصولوں کو اپنانے پر زور دیا۔ رفتہ رفتہ علماء نے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا شروع کر دیا

۵۱ مسلم معاشرے کی تشکیل نو:

حضرت شاہ ولی اللہ عالم دین بھی تھے۔ اور معاشرے کے بارے میں بھی ان کا علم بڑا عمیق تھا ایک ماہر عمرانیات کی حیثیت سے انہوں نے مسلم معاشرے کی خصوصیات اور اس میں موجود خرابیوں کا جائزہ لیا اور ان کو دور کرنے کیلئے تجاویز پیش کیں۔ تفہیمات نامی تصنیف میں بالخصوص آپ نے اصلاح کیلئے نقاط پیش کئے وہ مسلم معاشرے کے داخلی تضادات ار اختلافات کو ختم کرنا چاہتے تھے کہ اسلامی معاشرے کو نئے سرے سے بہتر بنیادوں پر پورے برصغیر میں استوار

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کیا جائے۔ آپ نے اجتماعی شعور کو بیدار کرنے اور مشترکہ مسائل کو بے غرضی سے حل کرنے پر زور دیا۔ حضرت نے ریاست اور معاشرے کے ارتقاء کا بڑی تفصیل سے جائزہ لے کر مسلم معاشرے کی تشکیل نو کیلئے اقدام اٹھائے۔ انہوں نے ہر طبقے کو اپنا کردار خوش اسلوبی سے بنھانے اور مجموعی بہبود کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تلقین کی۔

۱۶۔اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش:

حضرت شاہ ولی اللہ برصغیر میں مضبوط اسلامی ریاست کے قیام کے خواہش مند تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے دور میں مسلمان سیاسی اعتبار سے بہت ہی دگرگوں حالت میں تھے ان کے اقتدار کا چراغ ٹمٹمار ہا تھا اگرچہ مسلمانوں کی حکومت صدیوں سے قائم چلی آرہی تھی لیکن اسے شاہ صاحب نے مثالی اسلامی نظام ہرگز تسلیم نہ کیا۔ وہ شہنشاہیت وملوکیت کے مخالف تھے انہیں جاگیردار نظام سے بھی چڑ تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ مسلمان نہ صرف دوبارہ مظبوط ترین سیاسی قوت بن جائیں بلکہ یہ بھی کہ ملک میں حقیقی اسلامی نظام رواج پائے۔ وہ مسلم عوام کی مرضی سے قائم ہونے والی حکومت کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ ملک میں اسلامی حدود و تعزیرات نافذ ہوں۔ وہ شریعت کو پوری تفصیل کے ساتھ نافذ کرنے کے حق میں تھے نظام اسلام کا نفاذ ان کا مقصود تھا۔ خلافت کے قیام کو ضروری سمجھتے تھے اور حکمران کو خدا تعالیٰ کی شریعت کا پابند اور عوام کے سامنے جوب دہ قرار دیتے تھے۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان کی خدمات:

آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد نے بھی اسلام کی بے پناہ خدمت کی آپ کے بیٹوں نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز باپ کی طرح بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے علم حدیث کی ترویج کیلئے بڑا کام کیا سید احمد شہید بریلوی نے آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر تحریک مجاہدین شروع کی آپ کے دو بیٹوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کے اردو تراجم شائع کیے۔ آپ کے بیٹے شاہ عبدالغنی نے مسلمانان ہند کی دینی اور سیاسی راہنمائی کی شاہ اسماعیل شہید شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے جھنوں نے اسلام کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے پانچویں بیٹے شاہ محمد صوفی بھی ایک بلند پایہ عالم دین تھے شاہ ولی اللہ کے خاندان کے زیر سایہ اتنے علماء پیدا ہوئے کہ برصغیر کی علمی دنیا میں ایک انقلاب آگیا۔

حاصل کلام:

برصغیر میں احیاءِ دین اور تبلیغ اسلام کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں آپ نے درس وتدریس اور اپنے قابل تقلید کارناموں سے عوام کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کیا " وحدہ لا شریک " سے محبت اور

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

عقیدت کا درس دیا ہندوستان میں مرہٹوں اور جاٹوں کی سیاسی برتری کے طلسم کو توڑا آپ کی تعلیمات نے برصغیر میں روبہ زوال مسلم معاشرے کو سنبھالا ہی نہیں دیا بلکہ اسے تحریک پاکستان کی راہ بھی دکھائی۔

سوال نمبر ۳ تحریک مجاہدین پر نوٹ لکھیں۔

جواب: سید احمد بریلوی کی تحریک مجاہدین اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام کیلئے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی زندگی کا مقصد صرف تبلیغ اسلام ہی نہیں تھا بلکہ فروغ اسلام کیلئے آپ عملی اقدامات کرنے میں یقین رکھتے تھے تاکہ اسلام کی مخالف قوتوں کو زیر کر کے برصغیر میں ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی بنیاد اسلامی اصولوں اور روایات پر ہو۔

سید احمد شہید کا تعارف

سید احمد شہید 24 اکتوبر 1786ء کو رائے بریلی کے مقام پر پیدا ہوئے بچپن میں آپ کو تحصیل علم سے کوئی رغبت نہیں تھی والد کے انتقال کے بعد آپ کو تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور شاہ عبدالعزیز سے علم دین سیکھنے کی خاطر دہلی تشریف لائے آپ نے 1810 میں نواب ٹونک کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور فنون سپہ گری کے تمام نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کر کے ایک تجربہ کار جرنیل بن گے 1818ء میں آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے۔ آپ نے 1823ء میں تحریک مجاہدین کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے ذریعے آپ نے پنجاب اور سرحد کو سکھوں سے آزاد کروانے کی پوری کوشش کی۔

تحریک جہاد کے اغراض و مقاصد

تحریک مجاہدین کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ اسلامی حکومت کا قیام	۲۔ مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح
۳۔ جہاد کی تلقین	۴۔ سادہ طرز زندگی
۵۔ سکھوں کے مظالم سے نجات	۶۔ بدعات کا خاتمہ
۷۔ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ	

۱) اسلامی حکومت کا قیام:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اورنگزیب عالم گیر کی وفات کے ساتھ ہی برصغیر میں تنزل کے آثار رونما ہونے لگے ہر شعبے ہیں زوال اور انحطاط کی گہری چھاپ نظر آرہی تھی اس بدنظمی اور انتشار سے فائدہ اٹھا کر دہلی ہیں جاٹوں، مرہٹوں اور پنجاب میں سکھوں نے وسیع پیمانے پر شورش بپا کر دی۔ حضرت سید احمد چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرلیں اور ایک ایسی مضبوط حکومت کا قیام عمل میں لائیں جس کی بنیاد اسلامی قوانین پر ہو اور جو پنجاب اور سرحد سے سکھوں کی حکومت کا قلع قمع کرے آپ برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی بلندی کے بھی خواہاں تھے۔

۲) مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح:

برصغیر میں مسلمان اور ہندو صدیوں سے اکھٹے زندگی بسر کر رہے تھے۔، ہندوانہ رسمیں غیر محسوس طریقے پر اسلامی معاشرے میں داخل ہو گئیں۔ حلال و حرام کا امتیاز ختم ہو چکا تھا۔ شراب نوشی، زناکاری اور بددیانتی جیسی لعنتیں اسلامی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں ہندوؤں کی تقلید میں بعض مسلمان بھی اسلام کے مسنون طریقے سے ہٹ کر رام رام کہہ کر ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے تھے۔ بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے تھے۔ بعض مسلم گھرانوں میں نکاح کی تقریب میں ہندوؤں کی طرح پھیرے ڈالنے کی رسم موجود تھی۔ آپ کی تحریک جہاد کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ تمام معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کو ختم کر کے صحیح اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۳) جہاد کی تلقین:

سید احمد کی تحریک کا اولین مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا تھا برصغیر میں ایک طرف مسلمانوں کو ہندوؤں کی مخالفت کا سامنا تھا تو دوسری طرف غیر ملکی قومیں بالخصوص انگریز نہ صرف ان کے غلبہ واقتدار کو بلکہ ان کی تہذیب و تمدن کو بھی نقصان پہنچانے کی فکر میں تھے سید احمد سکھوں کو شکست دے کر پنجاب میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ وہاں سے انگریزوں سے خلاف مزاحمت کر کے انہیں ہندوستان سے باہر نکال سکیں۔

۴) سادہ طرز زندگی:

سید احمدؒ فقیرانہ امارت اور سادہ طرز زندگی پر زور دیتے تھے۔ لشکر کے امیر ہونے کے باوجود آپ مشقت کے کاموں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ بوجھ اٹھاتے، لکڑیاں چنتے اور جب کبھی فاقہ کشی کی نوبت آتی تو نہ صرف اپنے ساتھیوں کے ساتھ فاقہ کشی کرتے بلکہ اس حد تک زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے کہ کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ فاقہ سے ہیں۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ’’آپ خوفِ خدا، سادگی، مساوات اور عدل وانصاف کا ایک ایسا نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے جس سے خلفاء راشدین کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو جائے‘‘۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۵) سکھوں کے مظالم سے نجات:

پنجاب میں سکھوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سربراہی میں مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ اس کے دور میں شعائر اسلامی کی کھلم کھلا بے حرمتی کی جاتی تھی، اذان پر پابندی عائد کر دی گئی، گاؤ کشی کو ممنوع قرار دے دیا گیا، حکومت کے کارندے معمولی معمولی باتوں پر مسلمانون کو گرفتار کر کے ان پر مقدمے چلاتے، گھر بار ضبط کر کے انہیں شہر سے باہر نکال دیتے ہزاروں مسلمان عورتوں کو سکھوں نے زبردستی اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ المختصر پنجاب ہیں سکھ حکومت کا قیام خداوند تعالیٰ کا قہر عظیم تھا سید احمد کی تحریک کا ایک مقصد پنجاب میں مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے نجات دلانا تھا۔

۶) بدعات کا خاتمہ:

برصغیر ہیں اسلامی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی معاشرے میں بہت سی بدعتیں داخل ہو گئیں۔ جہنوں نے مذہب اسلام کی اصل ہیئت کو بدل کر رکھ دیا۔ مسلمان مزاروں پر جا کر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس خیال سے نذرانے دیتے تھے کہ اس سے ان کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ عورتوں نے بھی قبروں پر جانا شروع کر دیا۔ بچے کی پیدائش پر چھٹی، چلے، موت پر سوم، دسواں، چالیسوں، برسی اور دیگر رسوم پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے شادی بیاہ کے موقع پر غیر شرعی رسومات اختیار کی جاتی تھیں عرس کی محافل سجائی جاتی تھیں اور مریدوں سے نذرانے اور تحفے تحائف وصول کئے جاتے تھے۔ حضرت سید احمد ان تمام رسومات کے زبردست مخالف تھے۔

۷) عیسائی مشنریوں کا مقابلہ:

تحریک مجاہدین کا ایک اہم مقصد برصغیر میں سے عیسائی مشنریوں کی سازشوں کو ناکام بنانا تھا جو برصغیر میں عیسائیت پھیلانے کے لیے کوشاں تھے۔ انگریزوں کی شہ پر انہوں نے اسلام پر ناروا حملے شروع کر رکھے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی تحریکوں کا آغاز کرر کھا تھا۔ آپ نے اپنی تحریک کا رخ اس جانب موڑ دیا تاکہ اسلام کو عیسائیت اور عیسائی مشنریوں کی کاروائیوں سے بچاے اجاسکے۔

جہاد کی تیاری

حضرت سید احمد نے 1821ء میں اپنے چار سو مریدوں کے ہمراہ حج کیا۔ سفر حج نے آپ کے ارادوں میں بڑی پختگی اور حوصلوں میں نئی بلندی پیدا کی۔ وطن واپس پہنچ کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری شروع کی سب سے پہلے جہاد کی راہ ہموار کرنے کے لیے انہوں نے برصغیر کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم اور جہاد کی اہمیت

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سے آگاہ کیا چنانچہ ہندوستان میں ہر جگہ سید احمد کے اس عظیم مشن کا چرچا ہونے لگا اور لوگ جوق در جوق آپ کے حلقے میں شامل ہونے شروع ہو گئے۔

جہاد کا آغاز:

سید احمد کی قیادت میں مجاہدین کا پہلا قافلہ تقریبا سات ہزار تھی۔ سندھ، بلوچستان، غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے آپ پشاور پہنچے اس طویل سفر کے دوران بہت سے مجاہدین آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ پشاور میں چند روز قیام کے بعد آپ نوشہرہ تشریف لے گئے۔ جہان آپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا یہاں سے آپ نے اسلامی دستور کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تین شرائط بھیجیں، "اسلام قبول کر لو یا جزیہ ادا کر کے مصالحت کر لو۔ اگر یہ منظور نہیں تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔" مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تیسری شرط قبول کر لی۔

☆معرکہ ءاکوڑہ :

مجاہدین اور سکھ فوج کے درمیان پہلا معرکہ 21 دسمبر 1826 کو اکوڑہ کے مقام پر ہوا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مجاہدین کے مقابلے کے لیے اپنے جرنیل بدھ سنگھ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ جس میں سکھوں کو عبرتناک شکست ہوئی اس معرکے میں سات سو سکھ مارے گئے اور بیاسی مسلمان شہید ہوئے۔

☆معرکہ ءحضرو:

مجاہدین اور سکھوں کے درمیان دوسرا معرکہ حضرو کے مقام پر ہوا جس میں مجاہدین نے سکھوں کو زبردست جانی نقصان پہنچاےا۔ اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے۔

اسلامی خلافت کا قیام:

معرکہ ءحضرو کے بعد دو ماہ کے قلیل عرصے میں مجاہدین کی تعداد اسی ہزار سے تجاوز کر گئی۔ 11 جنوری 1827ء کو علاقے کے روساء اور علماء نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو باقاعدہ امیر المومنین منتخب کیا۔ اس طرح سید احمد کو انتظام جہاد، مال غنیمت کی تقسیم اور شریعت اسلامی کے نفاذ کا پورا اختیار حاصل ہو گیا۔ آپ نے اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ حاکمان پشاور سردار یار محمد خان اور سردار پیر محمد خان نے بھی بذریعہ خطوط آپ کی امامت قبول کر لی۔ آپ نے پشاور میں تقریباً چار سال تک قیام کیا۔ اسی دوران آپ نے متعدد اسلامی قوانین نافذ کئے۔

☆گورے لا کاروائیاں:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

معرکہ ءحضرو کے بعد چار سال تک مجاہدین نے گوریلا کاروائیوں کے ذریعے سکھوں کو زبردست جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ رنجیت سنگھ مجاہدین کی ان کاروائیوں سے سخت پریشان ہوا۔ اس نے سکھ فوج کی تربیت کے لیے انگریزوں سے مدد طلب کی اور انگریز تربیت کنندگان سکھ فوج کی تربیت کے لیے منگوائے گئے۔

☆سکھوں کی سازش:

سید احمد کی مسلسل کامیابیوں سے سکھ گھبرا گئے مہاراجہ رنجیت سنگھ خود پشاور پہنچا اور سید احمد کے وفادار سردار یار محمد خاں کو اپنے ساتھ ملا لیا یار محمد خود مسلمانوں کے مقابلے پر آیا سید احمد نے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے شاہ اسماعیل کی قیادت میں چھ سو مجاہدین کو روانہ کیا۔ یار محمد شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر زخموں کی تاب نہ لا کر راستے میں انتقال کر گیا۔ سکھوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کیلئے مشہور کر دیا کہ سید احمد "وہابی" ہیں اور ان کے عقائد درست نہیں جاہل پٹھانوں نے اس پروپیگنڈا کے زیر اثر سید صاحب کی قائم کردہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوتیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے تحریک مجاہدین کو زبردست دھچکا لگا۔

☆معرکہ بالاکوٹ:

1831ءمیں افغان سرداروں کے طرز عمل سے دل برداشتہ ہو کر سید احمد بریلویؒ پشاور سے نکل کر وادیءکاغان کے راستے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ سید احمد نے بالاکوٹ کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا جو نسبتاً محفوظ جگہ تھی لیکن مقامی لوگوں نے جو سکھوں سے ملے ہوئے تھے جرنیل شیر سنگھ کو سید احمد کی خفیہ منتقلی کی اطلاع کر دی جرنیل شیر سنگھ نے اپنی فوج کے ہمراہ مسلمانوں پر بے خبری میں حملہ کر دیا۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ مجاہدین بڑی بہادری سے لڑے تعداد کی زیادتی کے باعث سکھ غالب آ گئے چھ سو مجاہدین میدان جنگ میں شہید ہوئے جن میں خود سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل بھی شامل تھے سید احمد اور شاہ اسماعیل کی شہادت کے بعد تحریک جہاد میں پہلی سی شدت باقی نہ رہی۔

ناکامی کے اسباب

تحریک مجاہدین بلاشبہ پرزور تحریک تھی مگر یہ تحریک اپنے تمام مقاصد حاصل کرنے میں مکمل کامیاب نہ ہو سکی۔ اس تحریک کی ناکامی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ مجاہدین کی مناسب تربیت کا بندوبست نہ تھا اور زیادہ انحصار صرف جذبے کی سچائی پر تھا۔۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۲۔ مد مقابل سکھ فوج تعداد میں بہت زےادہ تھی اور بہتر طور پر تربیت ےافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلحے کی فراوانی بھی رکھتی تھی۔

۳۔ سکھوں کی سازشے ں اور پٹھانوں کی غداری۔

۴۔ قیام خلافت کے بعد عائد کیے جانے والے ٹےکس پر مقامی اختلافات۔

۵۔ انگریزوں کی پس پردہ مخالفت نے بھی تحریک کو نقصان پہنچاےا۔

۶۔ سید احمد اور شاہ اسماعےل کی شہادت۔

حاصل کلام:

تحریک جہاد تاریخ حریت کی ایک منفرد داستان ہے مجاہدین نے بے سروسامانی کے باوجود سکھوں کا مقابلہ کیا ہزاروں کی تعدا میں ان سرفروشوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بے پناہ مشکلات برداشت کیں اور پاکیزہ مقاصد کے حصول کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گیریز نہیں کیا۔ یہ تحریک برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی سربلندی کیلئے سنگ میل ثابت ہوئی۔

سوال نمبر ۴۔　　تحریک علی گڑھ کی تعلیمی، سیاسی، مذہبی اور سماجی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

سر سید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد میر متقی کو شاہی دربار میں بڑا اثرورسوخ حاصل تھا آپ کی تربیت اور تعمیر اخلاق و کردار میں آپ کی والدہ کو بڑا دخل حاصل تھا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں 1835 میں بحثیت نائب منشی ملازمت اختیار کر لی۔ 1841ء میں منصفی کا امتحان پاس کر کے منصف مقرر ہوئے۔ 1846ء میں آپ کو چیف جج کے عہدے پر ترقی دی گئی ملازمت کے سلسلے میں آپ دہلی، بجنور، مراد آباد، غازی پور اور بنارس میں مقیم رہے۔ 1876ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے اور اپنی زندگی کے بقیہ سال اپنے ارادوں کی تکمیل میں یہیں گذار دیے۔

آغاز و وجوہات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر سخت دباؤ کا شکار تھے۔ اور انتہائی مایوس کن دور سے گذر رہے تھے۔ سر سید احمد نے اپنی تحریک کے ذریعے انگریزوں اور ہندوؤں کے مظالم کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کی اہمیت واضح کی کہ حقوق کی جنگ لڑنے کا اصل طریقہ تعلیمی ترقی ہے۔

مقاصد:

تحریک علی گڑھ کے درج ذیل مقاصد تھے۔

ا۔ مسلمانوں اور حکومت کے درمیان اعتماد بحال کرنا۔

۲۔ مسلمانان برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سے کھنے کی طرف راغب کرنا۔

۳۔ مسلمانان برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

تحریک علی گڑھ کی تعلیمی خدمات

تحریک علی گڑھ بنیادی طور پر ایک علمی تحریک تھی۔ اس تحریک نے تعلیمی میدان میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

ا۔ مراد آباد مدرسہ:

سر سید احمد نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز 1859ء میں مراد آباد میں ایک مدرسے کیا۔

۲۔ غازی پور مدرسہ:

1862ء میں غازی پور میں دوسرا مدرسہ قائم کیا جس میں اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ انگریزی کو بھی نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔

۳۔ سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام

آپ نے 1863 میں سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور کا افتتاح کیا۔ اس سوسائٹی کا مقصد مغربی علوم کو ہندوستان میں رائج کرنا تھا اس سوسائٹی کی نگران میں سائنس، تاریخ، ادب اور دیگر علوم کی بہت سی کتابوں کو انگریزی سے اردو زبان میں منتقل کیا گیا۔ سوسائیٹی کا دفتر 1876ء میں علی گڑھ منتقل کر دیا گیا۔

۴۔ کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند:

1869ء میں سر سید احمد اپنے بیٹے محمود کے ہمراہ انگلستان گئے۔ جہاں آپ نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا وطن واپس آکر آپ نے 1870ء میں کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب دریافت کرے اور تلافی کی تجاویز بتائے کمیٹی کی تجویز پر محمڈن کالج فنڈ کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے مسلمانوں، انگریزوں اور دوسری قوموں سے عطیات اور چندے جمع کرنے کی مہم شروع کی تاکہ تعلیمی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔

۵۔ایم۔اے۔اوہائی سکول علی گڑھ:

مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ترقی کیلئے سر سید احمد خان نے علی گڑھ میں ایم۔اے۔اوہائی سکول قائم کیا اس کا افتتاح سر ولیم میور نے 12 نومبر 1875 کو کیا۔

۶۔ایم۔اے۔اوکالج علی گڑھ:

8 جنوری 1877ء کو وائسرائے ہند لارڈ لٹن نے ایم۔اے۔اور کالج علیٰ گڑھ کا افتتاح کیا جس میں جدید علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا گیا۔

۷۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

سر سید احمد خان نے 1886ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کالج سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئی دور دراز مقامات پر اس کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔اس کانفرنس نے مسلمانوں میں حصول تعلیم کے لیے ایک ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔اس کانفرس کا مقصد مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنااور تحریک علی گڑھ کیلئے چندہ اکٹھا کرنا تھا

۸۔ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی:

ایم۔اے۔اوکالج کو 1920 میں یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا یہ برصغیر میں مسلمانوں کی پہلی یونیورسٹی تھی۔

تحریک علی گڑھ کی معاشرتی خدمات

سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے

ا۔ سماجی اصلاح کے اقدامات:

سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی سماجی اصلاح کیلئے 1870ء میں رسالہ تہذیب الاخلاق کا اجراء کیا جس میں مسلمانوں کی معاشرت، رسم و رواج اور مذہبی مسائل پر مضامین لکھے جاتے تھے۔

۲۔ مسلم عیسائی تعلقات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سرسید احمد خاں نے بائیبل کی تفسیر لکھی جس کا نام تبیین الکلام تھا اس میں زیادہ تر ان باتوں پر زور دیا جو اسلام اور عیسائیت میں مشترک ہیں یا ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں اور عیسائیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سرسید احمد نے "احکام بعام اہل کتاب ©" لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اہل کتاب کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اور رشتے ناطے کرنا اسلام میں جائز ہے اس کتاب کا خاطر خواہ نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مسلمان جو انگریزوں کے ساتھ کھانا تناول کرنا تو در کنار ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتے تھے اب اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۳۔ حکومت کی غلط فہمیوں کا ازالہ:

سرسید احمد خان نے جنگ آزادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کتاب ''لائل محمڈنز آف انڈیا'' لکھی جسمیں آپ نے مسلمانوں کی ان قربانیوں کا ذکر کیا جو انہوں نے انگریزی سرکار کے لیے سر انجام دیں۔

۴۔ ابطال غلامی:

سرسید احمد خاں نے ابطام غلامی کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں ثابت کیا کہ اسلام غلاموں کے ساتھ نیک اور مساویانہ سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

۵۔ یتیم خانوں کا قیام:

1837ء کے قحط کے دوران کچھ یتیم بچوں کو عیسائی مشنریوں کے سپرد کیا گیا۔ ہندوستانی باشندوں کا خیال تھا کہ انہیں اپنے مذہب سے بیگانہ کر کے عیسائی بنانے کے لئے ایسا کیا گیا ہے لہذا آپ نے مراد آباد اور دیگر مقامات پر لاوارث مسلمان بچوں کیلئے یتیم خانے قائم کیے تا کہ عیسائی ان بچوں کو تبدیلیٔ مذہب پہ آمادہ نہ کر سکیں۔

۶۔ مسلم معاشرے کی اصلاح

برصغیر میں مغلیہ حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی معاشرہ بھی روبہ زوال ہو گیا اور اس میں بہت سی قبیح برائیاں پیدا ہو گئیں آپ نے اسلامی معاشرے کی اصلاح کیلئے اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی، پیری مریدی اور قبر پرستی کی پر زور مخالفت کی آپ نے شرک اور بدعت کے خلاف بھی آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو جدید علوم کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کی ترغیب دلائی۔

تحریک علی گڑھ کی مذہبی خدمات

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک علی گڑھ کی مذہبی خدمات کا جائزہ درج ذیل ہے۔

ا۔خطبات احمدیہ:

1861ء میں ایک انگریز سر ولیم میور نے ایک کتاب "لائف آف محمد" لکھی جس میں اس نے آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں نازیبا کلمات لکھے اس کے علاوہ اس نے اسلام کے کئی اصولوں کا مذاق اڑانے کی کوشش کی سر سید احمد نے اس کے جواب میں "خطبات احمدیہ" لکھ کر اسلام اور رسول خدا ﷺ پر اعتراضات کو غلط اور بے معنی قرار دیا ۔

۳۔تفسیر قرآن پاک:

سر سید احمد نے قرآن پاک کی تفسیر لکھی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے اس تفسیر میں آپ نے قرآن کے تمام مندرجات کو عقل اور سائنس کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

۴۔سیرۃ النبی:

سر سید احمد نے آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک جامع کتاب لکھی

۵۔اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب:

یورپ اور ہندستان میں بہت سے لوگ اسلام کو دشمن عقل اور انسانی ترقی کا مانع ثابت کر رہے تھے ان میں نہ صرف عیسائی پادری تھے بلکہ مغربی یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور انگریز حکمران بھی شامل تھے۔ آپ نے اسلام پر تنقید کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا اور مدلل دلائل سے ان کے حملوں کو بے اثر بنا دیا۔

تحریک علی گڑھ کی سیاسی خدمات

ا۔انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان دوستانہ فضا پیدا کرنا
۲۔رسالہ اسباب بغاوت ہند
۳۔دو قومی نظریہ
۴۔مسلمانوں کو سیاست اور کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ
۵۔جداگانہ انتخاب کا مطالبہ
۶۔سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ
۷۔قانون ساز کونسل میں ہندوستانی باشندوں کی نمائندگی
۸۔مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز
۹۔سیاسی قیادت کی فراہمی
۱۰۔تحریک پاکستان ہیں علی گڑھ کا کردار

ا۔انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان دوستانہ فضا پیدا کرنا:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

انگریزوں اور ہندوؤں نے جنگ آزادی کی ساری ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی جس کے نتیجے میں انگریز حکومت نے مسلمانوں پر وہ مظالم توڑے کہ چنگیز خان اور ہلاکو خاں کی یاد تازہ ہو گئی۔

۲۔رسالہ اسباب بغاوت ہند:

سرسید احمد نے رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھ کر ثابت کر دیا کہ جنگ آزادی مسلمانو کے جہاد کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ یہ حکومت کی غلط پالیسیوں کے رد عمل کے طور پر شروع ہوئی تھی۔لائل محمڈن نز آف انڈیا میں آپ نے مسلمانوں کی ان خدمات کا ذکر کیا۔اس طرح آپ نے انگریزوں کے دلوں سے یہ بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی کہ مسلمان انگریزوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں ان سب کوششوں کا مقصد صرف ایک تھا۔نگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیورا گرا کر دونوں قوموں کو ایک دوسرے قریب لایا جائے۔

۳۔دو قومی نظریہ:

سرسید احمد کی اہم ترین سیاسی خدمت یہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو اجاگر کیا ور ان کیلئے 1867 میں "قوم" کا لفظ استعمال کیا اردو ہندی تنازعہ کے بعد سرسید احمد انتیجے پر پہنچے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے نظریات واعتقادات میں زمین وآسمان کا فرق ہے دونوں قوموں کے درمیان نفرت کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار آپ نے فرمایا:

"پڑوس میں رہنے والے ملاقات کے وقت باہم ہاتھ ملا بیٹھیں تو علیحدہ ہونے پر ہاتھ دھوتے ہیں۔"

۴۔مسلمانوں کو سیاست اور کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ:

دسمبر 1885ء میں ایک ریٹائر انگریز ملازم مسٹر اے۔او ہیوم نے برصغیر میں پہلی سیاسی جماعت آل انڈین نیشنل کانگریس قائم کی اس جماعت نے اپنے قیام کے پہلے دن ہی مسلمانوں کو نظر انداز کر کے مشترکہ ہندو قومیت کا پر فریب نعرہ بلند کیا۔سرسید احمد نے ہندو کانگریس کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلمانوں پر واضح کیا،"کانگریس نہ تو مسلمانوں کی جماعت ہے اور نہ ہی اس کے مطالبات مسلمانوں کے لیے سود مند ہیں۔"اس لیے آپ نے مسلمانوں کو کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔

۵۔جداگانہ انتخاب کا مطالبہ:

سرسید احمد برصغیر میں مخلوط طریقہ انتخاب کو درست خیال نہیں کرتے تھے وہ ممالک جہاں ایک قوم یا ایک نظریے کے حامل لوگ ہیں وہاں بلاشبہ یہ طریقہ انتخاب کامیاب ہو سکتا ہے لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قومیں رہتی ہیں جن کے رسم ورواج، تمدن، معاشرت اور مذاہب ایک دوسرے کی نفی کرتے ہوں مخلوط انتخاب نقصان دہ ہے:

۶۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ:

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کیلئے سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند کردیئے گئے۔ اشتہارات میں وضاحت کردی جاتی تھی کہ یہ ملازمتیں مسلمانوں کیلئے نہیں ہیں نتیجتاً مسلمان معاشی لحاظ سے انتہائی مفلوک الحال ہوگئے جب سول سروس کے امتحانات کا طریقہ پیش کیا گیا تو آپ نے فوراً اس خدشے کا اظہار کیا کہ ہندو جو تعلیمی میدان مین مسلمانوں سے بہت آگے ہیں تمام محکموں کے انتظامات ان کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اس طرح مسلمانون کے مفادات کو نقصان پہنچے گا آپ نے ملازمتوں کے حصول کیلئے محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کی اور مطالبہ کیا کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا کوٹہ مقرر کیا جائے۔

۷۔ قانون ساز کونسل میں ہندوستانی باشندوں کی نمائندگی:

سرسید احمد کے نزدیک جنگ آزادی کا یک اہم سبب حکومت اور مقامی باشندوں کے درمیان کسی قسم کے رابطے کا نہ ہونا تھا آپ نے اربابِ حکومت کو تجویز پیش کی کہ مقننہ میں ہندستانیوں کو بھی نمائندگی ملنی چاہیئے تاکہ ایسے قوانین پاس ہوں جو ملکی ضروریات کے عین مطابق ہوں چنانچہ قانون ساز کونسل میں مقامی باشندوں کی شرکت کیلئے 1861ء کا قانون مجالس ہند پاس کی گیا اس طرح عوام کے نمائندوں کو اپنے مسائل پیش کرنے کا حق مل گیا۔

۸۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز:

30 دسمبر 1893ء کو سرسید احمد خان کی قیام گاہ پر مسلمان رہنماؤں کا یک اجتماع ہوا جس مین تعلیمی اور سماجی مسائل کے علاوہ مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق کی نگہداشت کے لیے پہلی بار ایک سیاسی جماعت کی ضرورت کا شدت سے محسوس کی گئی۔ لیکن ان اکابرین نے چند مصلحتوں کے پیش نظر اس مسئلے پر غور ملتوی کردیا بالآخر دسمبر 1906ء میں محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کے سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں مسلمانوں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا۔

۹۔ سیاسی قیادت کی فراہمی:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، ظفر علی خاں، مولوی عبدالحق، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، خلیق الزماں اور خواجہ ناظم الدین وغیرہ تحریک آزادی کے ہراول

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

دستوں میں نظر آتے ہیں ان کی راہنمائی میں بالآخر مسلمانانِ برصغیر میں ایک عظیم الشان مملکت کے حصول میں کامیاب ہو گئے

۱۰۔ تحریک پاکستان میں علی گڑھ کا کردار:

تحریک علی گڑھ نے سر سید احمد خاں کی قیادت میں نہ صرف علمی وادبی میدان میں انقلاب پیدا کیا بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانانِ ہند کی راہنمائی کی۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی تشکیل کا فیصلہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ڈھاکہ میں ہوا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی مرکزی تنظیم بھی علی گڑھ میں قائم ہوئی تھی علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلباء تحریک پاکستان مین قائداعظم محمد علی جناح کے دست و بازو بنے رہے اس طرح قیام پاکستان میں تحریک علی گڑھ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔

تحریک علی گڑھ کی ادبی خدمات

تحریک علی گڑھ نے ادبی حوالے سے بھی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

۱۔ اردو زبان کا دفاع　　　۲۔ آثار الصنادید

۳۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند　　　۴۔ لائل محمڈنز آف انڈیا

۵۔ تحقیق لفظ نصاریٰ　　　۶۔ تاریخ سرکشی بجنور

۷۔ خطبات احمدیہ　　　۸۔ سیرۃ النبی

۹۔ تفسیر قرآن　　　۱۰۔ تبئین الکلام

۱۱۔ آئین اکبری، تزک جہانگیری اور تاریخ فیروز شاہی کی تدوین

۲۱۔ جام جم

۱۔ اردو زبان کا دفاع:

ابتداء میں سر سید احمد ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے لیکن 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے مطالبہ کیا کہ عدالتوں میں اردو کی بجائے ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط کو جاری کیا جائے حالانکہ اس سے قبل حکومت اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے چکی تھی۔ سر سید احمد خاں نے بھانپ لیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے راستے الگ الگ ہیں لہذا آپ نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کیلئے وقف کر دیں۔ اور جب اردو کے خلاف ہندوؤں کا پروپیگنڈا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

بڑھنے لگا تو آپ نے اردو ڈیفنس سوسائٹی قائم کر کے اردو کے دفاع کا ہتمام کیا۔

۲۔آثار الصنادید:

آثار الصنادید میں سر سید احمد نے دہلی کی پرانی عمارات، کھنڈرات، مدارس اور تاریخی آثار کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں اس کتاب کا مقصد مسلمانوں کے شاندار ماضی کو اجاگر کرنا تھا۔

۳۔رسالہ اسباب بغاوت ہند:

رسلاہ اسباب بغاوت ہند میں آپ نے جنگ آزادی کی وجوہات پر روشنی ڈالی اور حکومت برطانیہ کی پالیسیوں اور ہندستانی باشندوں سے اس کے ناروا سلوک پر کڑی تنقید کی۔

۴۔لائل محمڈنز آف انڈیا:

لائل محمڈنز انڈیا میں سر سید احمد نے حکومت برطانیہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مسلمان حکومت برطانیہ کے مخالف نہیں اس کتاب میں آپ نے ان کا برین کا ذکر کیا جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریز دشمن عناصر کے خلاف حکومت برطانیہ کا ساتھ دیا۔آپ نے مسلانوں کی خدمات اور وفاداریوں کا ذکر کر کے انگریز مسلم دشمنی کو کوفی حد تک کم کرنے کی کوشش کی آپ نے عیسائیت اور اسلام کے درمیان بعض غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے کا سبق دیا۔

۵۔تحقیق لفظ نصاریٰ:

جنگ آزادی کے دوران سر سید کو معلوم ہوا کہ بعض انگریز لفظ نصاریٰ کو اپنی توہین تصور کرتے ہیں لہذا آپ نے تحقیق لفظ نصاریٰ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں آپ نے انگریزوں پر واضح کیا کہ لفظ نصاریٰ صفت ہے یہ ناصرہ سے نہیں بلکہ نصر سے مشتق ہے اس طرح آپ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک غلط فہمی کو درو کرنے کی کوشش کی

۔

۶۔تاریخ سرکشی بجنور:

تاریخ سرکشی بجنور میں آپ نے مسلمانوں کی ان خدمات کا ذکر کیا جو انہوں نے جنگ آزادی کے دوران برطانوی حکومت کے لیے سرانجام دیں سر سید احمد نے خود اور بعض دوسرے مسلمانوں نے انگریزوں بالخصوص بچوں اور عورتوں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کی جانیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی مسلمانوں کی ان خدمات کے پیش نظر آپ نے حکومت برطانیہ کو مسلم دشمنی پالیسی ترک کر دینے کی تلقین کی۔

۷۔ خطبات احمدیہ:

خطبات احمدیہ میں آپ نے سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد میں رسول خدا ﷺ کی ذات اقدس اور سیرت طیبہ پر کیے گئے

جملوں کا جواب دیا۔

۸۔ سیرۃ النبی:

سرسید احمد خاں نے آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک جامع کتاب سیرۃ النبی تحریر کی۔

۹۔ تفسیر قرآن:

سرسید احمد نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ تبئین الکلام:

سرسید احمد خاں نے بائیبل کی تفسیر بھی لکھی جس میں آپ نے ان باتوں کا ذکر کیا جو عیسائیون اور مسلانوں کے درمیان مشترک ہیں اس کتاب کا مقصد انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج کو کم کرنا تھا۔

۱۱۔ آئین اکبری، تزک جہانگیری اور تاریخ فیروز شاہی کی تدوین:

سرسید احمد نے مغل دور کی مستند کتابوں آئین اکبری، تزک جہانگیری اور تاریخ فروز شاہی کی تدوین کر کے ان کی اشاعت کروائی۔

۲۱۔ جام جم:

یہ کتاب سرسید احمد خاں کا ایک عظیم علمی و ادبی کارنامہ ہے اس کتاب میں آپ نے امیر تیمور سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک تیس سے

زائد بادشاہوں کے حالاتِ زندگی اور کارنامے اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

دیگر تصانیف:

آپ نے اس کے علاوہ اخبارات میں آرٹیکل لکھتے۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند ابطام غلامی، رسالہ احکام وبعام اہل کتا ب وغیرہ بھی لکھے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک علی گڑھ کے اثرات

تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کی زندگی پر درج ذیل اثرات مرتب کیے:

۱۔انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان شکوک وشبہات دور کرنے کی کوشش کی۔

۲۔سر سید احمد نے سب سے پہلے مغربی علوم کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں پیدا شدہ شکوک وشبہات کو دور کرنے کی کوشش کی آپ نے انہیں سمجھایا کہ اگر وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق جدید علوم نہیں سیکھیں گے تو وہ زندگی کی دوڑ میں دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔

۳۔برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد مسلمانوں نے انگریزی زبان اور مغربی علوم کے حصول کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی اس لیے وہ تعلیمی میدان میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔تحریک علی گڑھ کے ذریعے سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو جدید علوم سے آراستہ کیا

۴۔ملازمتوں میں مسلمانوں کیلئے کوٹہ مخصوص کرواکر ملازمتوں کے حصول کو ممکن بنادیااس سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی وہ تجارت اور صنعت وحرفت کے میدان میں دلچسپی لینے لگے۔

۵۔انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اردو اور فارسی کو پس بشت ڈال کر انگریزی کو رائج کرنا شروع کردیا۔انگریزوں کی پالیسی سے شہہ پاکر ہندوؤں نے بنارس میں اردو کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔سر سید احمد نے الہ آباد میں "اردو ڈیفنس سوسائٹی" کو قائم کی۔

۶۔تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کو تعلیم یافتہ،روشن خیال اور جدید قیادت بھی فراہم کی علی گڑھ کے طلباء مولانا محمد علی جوہر،مولانا شوکت علی،مولانا حسرت موہانی،مولانا ظفر علی خان اور مولوی عبد الحق وغیرہ تحریک قیام پاکستان میں پیش پیش تھے۔علی گڑھ سے جو صدا بلند ہوتی اس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دیتی تھی

۶۔مسلم لیگ کا قیام

مسلم لیگ کے قیام میں تحریک علی گڑھ کے اکابرین نے اہم کردار ادا کیا تھا اسی کے سیاسی پلیٹ فارم سے الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا بالآخر 14 اگست 1947 کو مسلمانانِ ہند اپنے لیے ایک آزاد ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

۸۔سر سید احمد نے شملہ وفد کے ذریعے مسلمانوں کیلئے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا تاکہ مسلمان اپنے نمائندے خود منتخب کرکے اپنے حقوق ومفادات کا تحفظ کرسکیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۹۔آپ نے علی گڑھ کالج قائم کر کے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ تعلیمی مرکز قائم کر دیا۔ ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان طلبہ تحصیل علم کیلئے یہاں آتے تھے۔

۱۰۔ تحریک علی گڑھ نے علمی ترقی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کی جانب بھی توجہ دی

حاصل کلام:

تعلیمی تحریک شروع کرتے وقت سر سید نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ: "فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر ہو گا۔" اس لیے آپ نے دینیات کی لازمی تعلیم، نماز، روزہ کی پابندی اور مسلمان طلباء کی کردار سازی پر پوری توجہی دی لیکن اس کے باوجد طلباء کو مغربی تہذیب کی منفی اثرات سے محفوظ نہ رکھا جا سکا۔ انھوں نے مغربی لباس، عادات واطورا، وضع قطع اور اخلاق و کردار کو ترجیح نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔

سوال:　دار العلوم دیوبند کی خدمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

جواب:

برصغیر میں اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد سب سے اہم مسئلہ علمی، مذہبی اور ثقافتی ورثے کا تحفظ تھا۔ انگریزی تہذےب کی ےلغار اور اس کے نظریات و عقائد کے فروغ کا تدارک کرنے کے لیے علماء وقت نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا اور اسلامی ثقافت اور رواےات کی تروےج کے لیے برصغیر میں دینی مدارس کا آغاز کیا۔ ان مدارس میں دار لعلوم دیوبند کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ صرف ایک مذہبی اور تعلیمی ادارہ ہی نہیں تھا بلکہ ایک عظیم الشان تحریک کی حیثیت رکھتا ہے۔

دار لعلوم دیوبند کا قیام:

علامہ شبیر عثمانی کے والد جناب مولوی فضل الرحمن اور شےخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد بزرگوار جناب مولوی ذوالفقار نے 30 مئی 1876ء کو دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد چھتہ میں دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جناب محمود الحسن اس درسگاہ کے پہلے طالبعلم تھے سید عابد حسین کو دار العلوم کا پہلا مہتمم اور مولانا ےعقوب صاحب کو پہلا صدر ہونے کا شرف عظیم نصےب ہوا۔

تحریک دیوبند کے مقاصد

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک دیوبند کے اہم مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

1- بدعات کی مخالفت۔ 2- عیسائیت کا مقابلہ۔

3- مغربی تعلیم کی مخالفت۔ 4۔اسلامی تعلیمات کا فروغ۔

5۔روحانی اور اخلاقی اصلاح۔

1- بدعات کی مخالفت:

تحریک دیو بند کا پہلا اور بنیادی مقصد اسلامی معاشرے میں پائی جانے والی بدعات کا خاتمہ تھا۔مذہب سے بے گانگی کے باعث اسلام کے اندر نئی نئی بدعات شامل ہو چکی تھےں۔مرگ اور شادی بےاہ کے موقع پر غیر اسلامی اور فرسودہ رسم ورواج پر عمل کیا جاتا تھا۔

2-عیسائیت کا مقابلہ:

تحریک دیوبند کا ایک مقصد برصغیر میں عیسائیت کی ےلغار کو روکنا تھا۔تحریک دیوبند نے مسلمانوں کو عیسائیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا اور اسلام کے دفاع کے لیے تبلیغ واشاعت کی طرف خصوصی توجہ دینا شروع کی۔

3- مغربی تعلیم کی مخالفت:

تحریک کے قائدین مغربی تعلیم کے شدید مخالف تھے ان کے خیال کے مطابق مغربی تعلیم لوگوں کو ان کے مذہب سے بے گانہ کر دیتی ہے۔اس لیے اس تحریک کے مقاصد میں مسلمانوں کو مغربی تعلیم کے زیر اثر مغربی رنگ میں رنگنے سے بچانا بھی تھا۔

4۔اسلامی تعلیمات کا فروغ:

اسلامی تعلیمات کا فروغ اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔مولانا قاسم نانوتوی نے دارالعلوم کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا،''ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ ونسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں۔''

5۔روحانی اور اخلاقی اصلاح:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک دیوبند کا ایک مقصد مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کرنا تھا تحریک کے قائدین مسلمانوں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ مادے پرستی کو چھوڑ کر اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دیں، خدا کی عبادت کریں، فرائض اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کریں اور اخلاق سوز حرکات سے اجتناب کریں۔

دارالعلوم دیوبند کا نصاب

دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں قرآن مجید، حدیث تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ اور علم عقائد و کلام کے مضامین شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے نامولہ اساتذہ

-1 مولانا یعقوب نانوتوی: -2 حافظ محمد احمد -3 مولانا قاسم نانوتوی:

-4 مولانا محمود الحسن: -5 مولانا اشرف علی تھانوی: -6 علامہ شبیر احمد عثمانی:

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی اکثریت کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے تھا اسی لیے ان میں روحانیت کا عنصر موجود تھا۔

-1 مولانا یعقوب نانوتوی:

مشہور استاد مولانا محمد یعقوب نانوتوی محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدے پر ملازم تھے مگر آپ نے اس عہدے کو چھوڑ کر 25 روپے ماہوار پر مدرسے کی مدرسی قبول کرلی۔

-2 حافظ محمد احمد:

حافظ محمد احمد صاحب کو نظام حیدر آباد دکن نے چند سالوں کے لیے حیدر آباد بلایا تو وہ انہیں ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے تھے مگر دیوبند میں آپ صرف 25 روپے ماہوار وصول کرتے تھے۔

-3 مولانا قاسم نانوتوی:

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں مولانا محمد قاسم نانانوتوی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے آپ کا شمار مدرسے کے بانیوں میں ہوتا ہے۔

-4 مولانا محمود الحسن:

دارالعلوم کے اساتذہ میں مولانا محمود الحسن کا رتبہ بہت بلند ہے آپ نے تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کی بھی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-5مولانااشرف علی تھانوی:

مولانااشرف علی تھانوی کاشماران عظیم ترےن مسلم راہنماؤں میں ہوتاہے جنھوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ نے آل انڈیامسلم لیگ اوراس کے مقصد کی بھرپور حمایت کی اور مسلمانان ہند کو اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ مسلم لیگ کے سربراہ قائداعظم کے ساتھ آپ کی باقاعدہ خط وکتابت تھی۔

-6علامہ شبیراحمد عثمانی:

علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریک پاکستان یںنمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دینی علوم کی تروےج و اشاعت کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ آپ نے آل انڈیامسلم لیگ کے موقف کی بھرپور حمایت کی آپ پاکستان کو مسلمانوں کو جائز حق سمجھتے تھے۔1945ءمیں آپ کو جمعےت العلماءاسلام کاصدر مقرر کیا گیاتو آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیاں تیز کردیں اور برصغیر کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچانے کے لیے مصروف عمل ہوگئے۔

دارالعلوم دیوبند کے بنیادی اصول

مولانا قاسم نانوتوی کے ذہن میں دارالعلوم دیوبند کاجو نقشہ تھااس کے تنظیمی اصول درج ذیل ہیں۔

-1چندہ کرنے کے لیےاقدامات
-2طلباءکے لیے مستقل رہائش کاانتظام
-3اساتذہ کی ہم آہنگی
-4نصاب تعلیم کی پابندی
-5حکومتی وسیاسی مداخلت سے گرےز
-6 مخیر ومبلغےن کو مدرسے میں شمولیت کی اجازت
7۔مدرسے کی مستقل آمدنی سے اجتناب

-1 چندہ کرنے کے لیےاقدامات:

دارالعلوم کی معاشی ضرورےات کی فراہمی کے لیے منتظمین زیادہ سے زیادہ چندہ کریں نیز دیگر مسلمانوں کو بھی اس بات کی ترغیب دینا۔

-2طلباءکے لیے مستقل رہائش کاانتظام:

دینی طلباء کو حصول علم تک محدود رکھنے کے لیےان کے لیے عمدہ رہائش گاہ کی فراہمی یقینی بنانا۔

-3اساتذہ کی ہم آہنگی:

اساتذہ کاخیال ہونااور خود غرضی سے اجتناب کرنانیزان کے مابین باہمی احترام کارشتہ قائم کرنا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-4نصاب تعلیم کی پابندی:

مدرسے کے مجوزہ نصاب تعلیم کی سختی سے پابندی کرنا۔

-5حکومتی وسیاسی مداخلت سے گریز:

کسی بھی حکومتی یا سیاسی فرد کو مدرسے میں شامل نہ کرنا کیونکہ ایسے افراد کی شرکت سے مدرسے کو نقصان پہنچنے کا خدشہ رہتا ہے۔

-6 مخیر و مبلغین کو مدرسے میں شمولیت کی اجازت:

ایسے مخیر اور مبلغین افراد جو تشہیر اور اعلان کے بغیر مدرسے کی ترقی میں مدد دینا چاہیں انہیں مدرسے میں شامل کرنا۔

7۔مدرسے کی مستقل آمدنی سے اجتناب:

مدرسے میں جب تک آمدنی کی کوئی مستقل صورت نہیں ہو گی تب تک یہ مدرسہ اللہ تعالی کی مدد سے اسی طرح کامیابی سے چلے گا۔اس لیے مدرسے کی آمدنی اور تعمیروغیرہ میں بے سروسامانی ہو۔مستقل آمدنی سے اجتناب کیا جائے تاکہ رضائے الہی اور امداد غیبی ملتی رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی خدمات

مذہبی خدمات:

-1　دارالعلوم دیوبند بنیادی طور پر ایک دینی مدرسہ تھا جس کا مقصد لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانا تھا
۔

-2　مسلمانوں کو مذہب کی طرف راغب کرنے کے لیے اس مدرسے کے علماء نے نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی امور میں راہنمائی کی۔بلکہ اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء نے برصغیر کے طول و عرض میں دینی درس گاہیں قائم کیں۔

-3　اس تحریک نے مسلمانوں سے شرک وبدعت اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔

-4　علماء دیوبند نے اسلام کے بارے میں عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیکر اسلام کے دفاع کا اہتمام کیا اور برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ اور انگریزی ثقافت کی یلغار کو روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

علمی خدمات:

-1　درس وتدریس کے علاوہ علماء دیوبند کی تصنیفی خدمات بھی ایک بے مثال کارنامہ ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2- تفسیر و حدیث، فقہ عربی زبان و ادب تصوف اور تارے خ وسے رت کے متعلق علماء دیوبند نے مسلمانان برصغیر کے لیے ایک وسیع ذخیرہ فراہم کیا۔

3- دیوبند میں خطاطی، جلد سازی اور طب کی تعلیم کی جانب بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

4- علماء دیوبند نے برصغیر میں متعدد دینی مدارس قائم کیے جن میں مدرسہ فیض عام کانپور، مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ اشرفیہ مراد آباد خاص طور پر قابل ذکر ہیں آج بھی بے شتر دینی اور تعلیمی مدارس تحریک دیوبند سے براہ راست ے ابالواسطہ متاثر ہیں اس طرح دینی مدارس کے قیام کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس سے مسلمانوں کے نظام تعلیم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

سیاسی خدمات:

1- اس ادارے کے فارغ التحصیل طلباء نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔

2- مولانا محمود الحسن نے انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کے لیے تحریک رے شمی رومال شروع کی۔ آپ نے مالٹا کے جزیرے میں قے د و بند کی صعوبتے ں برداشت کیں۔

3- تحریک خلافت میں بھی دیوبند کے علماء کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

4۔ تحریک پاکستان کی جدوجہد میں علماء دیوبند کی اکثرے ت انڈے ن نے شنل کانگریس کی ہمنوا تھی تاہم بعض علماء دیوبند قیام پاکستان کے حق میں تھے جن میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد شفیع اور قاری محمد طیب کے نام قابل ذکر ہیں۔

حاصل کلام:

غرض یہ کہ دیوبند تحریک خالصتاً اسلامی علمی تحریک تھی جس کا مقصد ایک طرف تو مسلمانوں پر سے ہندووانہ اثرات ختم کرنا تھا جبکہ دوسری طرف انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لیے عملی اقدامات کرنا بھی تھا۔ آنے والے وقت نے یہ ثابت کیا کہ علماء کا یہ فیصلہ کس قدر بروقت تھا۔ اس مدرسے کے علماء نے قیام پاکستان کے بعد بھی اسلام اور پاکستان کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

سوال: ندوۃ العلماء لکھنو□ ی کی خدمات بیان کریں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جواب:

انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں عربی مدارس اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام بڑی گرمجوشی سے انجام دے رہے تھے۔ مگر ان مدارس میں نصاب تعلیم نئے زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر تھا۔ ان حالات میں ایک ایسے ادارے کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو انتہا پسندی کے رجحان سے پاک ہو کر ایک متوازن نقطہ نگاہ پیش کرے اور مسلمانوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام علوم سے بھی بہرہ ور کرے۔ ندوۃ العلماء لکھنو نے اسی احساس کی پیداوار تھا۔

-1 ندوۃ العلماء کا قیام:

مسلمانوں کو صحیح سمت میں تعلیمی اور فکری راہنمائی کے لیے مولانا محمد علی کانپوری نے 1892ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے اجلاس میں یہ طے کیا کہ علماء کی ایک مستقل انجمن قائم کی جائے تاکہ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں انہیں دور کیا جائے اور علماء دین میں فروعی اختلافات کو ختم کر کے اتحاد کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ 1894ء میں لکھنو نے میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اور محمد علی کانپوری کو اس کا ناظم اوّل مقرر کیا گیا۔

-2 فنڈز کی فراہمی:

شروع میں حکومت کی طرف سے ندوہ کو کوئی گرانٹ نہ مل سکی۔ البتہ شاہجہاں پور کے رئیسوں نے ندوہ کے لیے کچھ زمین وقف کر دی۔ سر آغا خاں اور والی بھوپال نے سالانہ عطیات مقرر کیے۔ نواب بہاول پور کی والدہ محترمہ نے پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم بطور عطیہ دی۔ ریاست پٹیالہ کے وزیر خارجہ کرنل عبدالحمید، جناب محسن الملک اور جسٹس شریف الدین کی کوششوں سے ندوہ کے بارے میں حکومت کی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور 500 روپے ماہوار سرکاری گرانٹ دینے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں حکومت نے ندوہ کے لیے ایک وسیع خطہ زمین وقف کر دیا۔ 28 نومبر 1908ء کو سر جان ہے وٹ لے فٹے ننٹ گورنر یوپی نے دار العلوم کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھا۔

اغراض و مقاصد

ندوۃ العلماء کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے۔

-1 جدید اور قدیم علوم میں ہم آہنگی
-2 نصاب تعلیم کی اصلاح
-3 علماء کے اختلافات کا خاتمہ
-4 مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح
-5 محکمہ افتاء کا قیام
-6 اسلامی معاشرے کا احیاء

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-1 جدید اور قدے م علوم میں ہم آہنگی:

قدے م اور جدید علوم میں ہم آہنگی پیدا کر کے مسلمانوں کو علمی اور معاشی ترقی کی راہ پر ڈالنا۔

-2 نصاب تعلیم کی اصلاح:

ایسا نصاب ترتے ب دینا جو برصغیر کے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

-3 علماء کے اختلافات کا خاتمہ:

علماء دین میں باہمی اختلافات کو ختم کر کے ے کجہتی اور تعاون کی فضا پیدا کرنا۔

-4 مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح:

سیاست میں حصہ لیے بغیر مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانا اوران کی اخلاقی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف خصوصی توجہ دینا۔

-5 محکمہ افتاء کا قیام :

افتاء کا محکمہ قائم کرنا۔ جہاں سے لوگ فقہی معاملات اور دیگر مسائل کے متعلق راہنمائی حاصل کر سکیں۔

-6 اسلامی معاشرے کا احے ائ:

اسلامی معاشرے کے احے اء کے لیے ندوۃ العلماء لکھنو نے تعلیم کی اصلاح، دینی علوم کی ترقی، تہذے بی و اخلاقی خدمات انجام دینا۔

ندوۃ العلماء کا عروج:

ندوۃ العلماء کا تارے خی دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب مولانا شبلی نے اس ادارے کی قیادت سنبھالی۔ علی گڑھ سے علے حدگی کے بعد 1904ء میں آپ ندوہ سے منسلک ہو گئے یہاں جلد ہی انہیں وہ حیثیت حاصل ہو گئی جو کبھی سرسید احمد کو علی گڑھ میں حاصل تھی۔ آپ کی شمولیت سے ندوہ کی تحریک میں از سر نو جان پڑ گئی۔ آپ نے ندوۃ العلماء کو مستحکم ادارہ بنانے کے لیے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ حکام کی ان غلط فہمیوں کو دور کیا جو ندوہ کے بارے میں بالعموم پائی جاتی تھے ں اس اقدام سے ندوہ کی کارگردگی پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حکام کی غلط فہمیاں دور ہو جانے سے ادارے کو نہ صرف گورنمنٹ کی گرانٹ ملنا شروع ہو گئی بلکہ والیان ریاست نے بھی کھل کر ادارے کی مدد کرنا شروع کی۔ معاشی استحکام حاصل ہو جانے سے ادارے کی کارکردگی بھی بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ تاہم یہ صورت حال زے ادہ دے ر تک

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قائم نہ رہ سکی۔کے ونکہ مولانا شبلی نعمانی اور ندوہ کے دوسرے اراکے ن کے درمیان شدے داختلافات پیدا ہو گئے۔ بالآخر اسی چپقلش کی وجہ سے مولانا شبلی کو ادارے کی سیکرٹری شپ سے علیحدہ ہونا پڑا۔

ندوۃ العلماء کی خدمات:

1- ندوہ العلماء لکھنو ٔ کے قیام کا بنیادی مقصد قدے م وجدید نظریات میں ہم آہنگی پیدا کر کے ایک نئی فکر کی بنیاد ڈالنا تھا جو انتہا پسندی کے رجحان سے پاک ہو گی۔لے کن باہمی نااتفاقی کی وجہ سے ندوہ کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔اس کے باوجود ندوہ نے قابل ذکر علمی اور اسلامی خدمات سرانجام دیں۔

2- مولانا شبلی نعمانی نے اپنے دورہ مصر کے دوران مصری نظام تعلیم وادب کا بخوبی مطالعہ کیا اور وطن واپس آکر اپنے تجربات ومشاہدات سے اپنے طلباء کو مستفے د کرنے کی کوشش کی۔

3- ندوۃ العلماء نے مولانا شبلی نعمانی کے ذریعے علی گڑھ کے جدید اور مغربی طرز تعلیم سے مستفے د ہونے کی بھی بھرپور کوشش کی۔

4- ندوہ کے فارغ التحصیل طلباء میں سید سلیمان ندوی، عبدالسلام ندوی، ریاست علی ندوی، معے ن الدین ندوی، مسعود عالم ندوی، ابوالحسن ندوی، سید نجے ب اشرف اور مولوی ابو ظفر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان علماء نے تارے خ، سے رت اور صحافت میں عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

5- ندوۃ العلماء نے ایک رسالہ ''الندوہ'' کے نام سے جاری کیا جو اس تحریک کا ترجمان تھا دینی موضوعات پر اس کی تحریروں نے علماء اور عوام کو بہت متاثر کیا۔

6- مولانا شبلی نعمانی نے برصغیر پاک وہند کے مشہور علمی اور تحقے قی رسالے '' معارف'' کا اجراء کیا جو علمی اور تحقے قی اعتبار سے بڑا اعلی مقام رکھتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار الہلال کے عملے میں ندویوں کی اکثریت تھی۔ دارالمصنفے ن اعظم گڑھ میں بھی ندوی علماء کی کثے ر تعداد موجود تھی جنہوں نے قدے م اسلامی علوم کی اشاعت پر گرانقدر کام کیا۔

حاصل کلام:

اس میں شک نہیں کہ ندوۃ العلماء لکھنو ٔ میں نہ تو علی گڑھ جیسی جدت پیدا ہو سکی اور نہ ہی یہ دیوبند جیسی قدامت پسندی برقرار رکھ سکا۔ مغربی طبقے نے ندوۃ پر آدھا تے تر آدھا بٹے ر کی پھبتی چست کرنا شروع کر دی۔لے کن

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تصنےف وتالےف میں یہ ادارہ علی گڑھ اور دیو بند دونوں پر سبقت لے گیااور اس عظیم درسگاہ نے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح اور طلباء کی تربیت کے لیے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن پر بجاطور پر فخر کیا جاسکتا ہے۔

سوال: انجمن حمایت اسلام کی خدمات کا جائزہ لیں۔

جواب:

انیسویں صدی کے آخر میں پنجاب علمی لحاظ سے انتہائی پسماندگی کا شکار ہو گیا۔ 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کی حکومت ختم کر کے پنجاب اپنی عملداری میں لے لیااور یہاں مغربی طرزِ تعلیم کا آغاز کیا۔ معاشی' سماجی' سیاسی اور ثقافتی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان انگریزی اور جدید علوم سے واقفےت حاصل کریں۔ لےکن اس وقت برصغیر میں جو تعلیم کے ادارے موجود تھے ان پر ےاتو عیسائی مشنریوں کا تسلط تھاےاہندوؤں کی بعض تنظیمیں انہیں چلا رہی تھےں۔ دونوں قومیں مسلمانوں کی انفرادےت کو کچل دینا چاہتی تھےں۔ عیسائی مشنریاں مسلمانوں کو عیسائی بنانا چاہتی تھےں۔ اس افسردہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے پنجاب کے مسلمان راہنماؤں نے ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا فیصلہ کیاجہاں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہوتا کہ مسلمان بھی دیگر قوموں کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

انجمن حمایت اسلام کا قیام:

24 ستمبر 1884ء کو انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ خلےفہ حمیدالدین اس کے پہلے صدر تھے۔ غلام اللہ قصوری پہلے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ انجمن کے دیگر عمائدین میں منشی عبدالرحےم' منشی چراغ دین' حاجی مےر شمس الدین اور ڈاکٹر محمد دین ناظر کے نام قابل ذکر ہیں۔

فنڈز کی فراہمی:

مالی وسائل کے حصول کے لیے انجمن کا کارکنوں نے بڑی لگن اور جذبے سے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی۔ یہ کارکن گھر گھر جا کر لوگوں کو انجمن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے اور انہیں اس نےک کام میں شرکت کے لیے چندہ دینے کی تلقےن کرتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ''مٹھی بھر آٹا'' سکےم شروع کی انجمن کے کارکن ایک چٹوری مسلمان گھروں میں رکھ آتے خواتےن آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی آٹا کٹوری میں ڈال دیتی تھےں۔ اس طرح جو آٹا جمع

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہوتا اسے فروخت کر کے اس کی آمدنی انجمن کے کاموں پر صرف کی جاتی۔ انجمن کی آمدنی کا ایک ذریعہ مصنفین کی وہ کتابیں تھیں جن کی آمدنی انجمن کے لیے وقف کر دی جاتی تھی۔

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے۔

1- تعلیمی اداروں کا قیام	2- خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا
3- یتیموں کی پرورش اور تربیت	4- سماجی اور ثقافتی ترقی
5- مسلمانوں کی سیاسی تنظیم	6- اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات

1- تعلیمی اداروں کا قیام:

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے ایسے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں مسلمان بچوں کو جدید اور قدیم علوم کی تعلیم دی جائے اور ان میں اسلامی شعور بھی پیدا کیا جائے۔

2- خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا:

عیسائی مشنریوں اور ہندو پنڈتوں کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا تحریری اور تقریری جواب دینا انجمن کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

3- یتیموں کی پرورش اور تربیت:

مسلمانوں کے یتیم اور لاوارث بچوں کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جن میں ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا بھی بندوبست ہو۔

4- سماجی اور ثقافتی ترقی:

مسلمانانِ برصغیر کی سماجی اور ثقافتی ترقی پر توجہ دی جائے اور اسلامی معاشرے کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

5- مسلمانوں کی سیاسی تنظیم:

مسلمانوں کو سیاسی طور پر منظم کیا جائے تاکہ وہ اسلام اور اسلامی اقدار کا تحفظ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ نیز ان کو کانگریس کے معاندانہ عزائم سے خبردار کیا جائے۔

6- اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات:

اس تحریک کا مقصد اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات کرنا اور اسلام کی اشاعت تھا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

انجمن حمایت اسلام کی خدمات

دینی و مذہبی خدمات:

انجمن حمایت اسلام نے درج ذیل اہم دینی و مذہبی خدمات سرانجام دی ہیں۔

1۔عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب-2مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں از سر نو شمولیت

-3 تعلیمی اداروں میں قرآن و دینیات کی تعلیم کا اہتمام　　-4قرآن پاک سے مبرا اشاعت کا اہتمام

-5رسالہ ''حمایت اسلام'' کا اجرائ

-1 عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب:

انجمن حمایت اسلام نے مسلمان علماء دین کی خدمات حاصل کرتے ہوئے دینی ادب اور تقاریر وں کے ذریعے دین اسلام پر لگائے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔

-2مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں از سر نو شمولیت :

انجمن حمایت اسلام نے اپنی دینی تبلیغ کی بدولت مرتد افراد کو از سر نو اسلام میں شامل کیا۔

-3 تعلیمی اداروں میں قرآن و دینیات کی تعلیم کا اہتمام:

مسلمان طلباء طالبات کو دین اسلام کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے انجمن نے اپنی زیر نگرانی چلنے والے تمام سکولوں اور کالجوں میں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور دینیات کے علوم کا اہتمام کیا۔

-4قرآن پاک کی غلطیوں سے مبرا اشاعت کا اہتمام:

انجمن حمایت اسلام نے غلطیوں سے مبرا قرآن حکیم کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا۔

-5رسالہ ''حمایت اسلام'' کا اجراء:

انجمن نے '' حمایت اسلام'' کے نام سے ایک ماہنامہ رسالہ شروع کیا جو بعد ازاں ہفت روزہ ہو گیا۔اس میں انجمن کی خدمات کا جائزہ بھی پیش کیا جاتا اور عیسائی مشنری پادریوں کا مضامین کے ذریعے مدلل جواب بھی دیا جاتا نیز اسلام علوم پر مبنی معلوماتی مضامین بھی شائع کیے جاتے۔

سیاسی خدمات:

انجمن حمایت اسلام کی سیاسی خدمات کا جائزہ درج ذیل ہے۔

www.pkplanet.com

1۔ جدوجہد پاکستان میں حصہ،　　2۔ لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا
3۔ بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت　　4۔ تحریک سول نافرمانی میں کردار
5۔اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا　　6۔ قومی صحافت کے فروغ میں کردار
7۔انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار

-1 جدوجہد پاکستان میں حصہ:

انجمن حمایت اسلام لاہور ایک ملک گیر تحریک تھی۔ جدوجہد پاکستان میں انجمن کے قائم کردہ تعلیمی اداروں نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔

-2 لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ نے مسلمانان برصغیر کو چوہدری رحمت علی کی صورت میں ایک ایسا رہنما عطا کیا جس نے سب سے پہلے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام تحریک ہی شروع نہ کی بلکہ اس مملکت کا جغرافیہ اور نام بھی پیش کیا جو اب" پاکستان" کہلاتا ہے۔

-3 بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت :

انجمن کو اور اس کے زیر اہتمام چلنے والے اسلامیہ کالج کے طلباء کو قائداعظم سے گہری عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء لاہور کے موقعہ پر نہ صرف جلسہ کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ قائداعظم کی سواری کو بھی انتہائی بدامنی کی فضا کے باوجود بحفاظت جلسہ گاہ میں بھی لے گئے۔

-4 تحریک سول نافرمانی میں کردار:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ نے ۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کو یقینی بنایا۔ بعد ازاں خضر حیات ٹوانہ کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کو باہم عروج پر پہنچا کر مقاصد کی تکمیل میں بھی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

-5 اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا:

www.pkplanet.com

انجمن حمایت اسلام کے عہدہ صدارت پر مختلف اوقات میں سر محمد شفیع، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر عبدالقادر اور سر فضل حسین جیسے نامور قومی رہنما فائز رہے۔ ان کے عہد صدارت میں نہ صرف انجمن کو تقویت ملی بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی حالات بھی تبدیل ہوئے جن میں انجمن نے نمایاں کردار ادا کیا۔

-6 قومی صحافت کے فروغ میں کردار:

انجمن نے رسالہ ''حمایت اسلام'' جاری کر کے صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ بعدازاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے طالب علم اور قومی صحافی حمید نظامی مرحوم نے روزنامہ نوائے وقت شروع کر کے صحافتی میدان میں قوم کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

-7 انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار:

برصغیر کے مسلمان رہنماؤں نے انجمن کی ترقی و فروغ کے لیے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ انجمن کے سالانہ جلسوں میں سر سید احمد خان، نواب وقار الملک اور مولانا الطاف حسین حالی جیسی شخصیات نے شرکت کر کے پنجاب کے مسلمانوں کی بھرپور رہنمائی بھی کی۔

حاصل کلام:

انجمن حمایت اسلام نے صوبہ پنجاب میں دینی و جدید علوم کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء اسلام سے مل کر عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے۔ قیام پاکستان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ الغرض انجمن حمایت اسلام مسلمانانِ ہند کی سیاسی و تعلیمی ترقی اور مذہبی فروغ کے لیے انیسویں صدی عیسوی میں قائم ہونے والی ایسی تنظیم تھی جس نے نامساعد حالات میں اپنے مقاصد میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔

سوال: سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کی خدمات پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب:

انگریزی حکومت نے سندھ کی جداگانہ حیثیت کو ختم کر کے اسے بمبئی میں شامل کر دیا۔ جس کی وجہ سے اہل سندھ کی تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی حالت دگرگوں ہوگئی تاہم سندھ کی تقدیر بدلنے کے لیے بعض درد مند مسلمانوں سے صوبے میں تعلیم کے فروغ کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ سندھ مدرسۃ الاسلام نے سندھ کے لوگوں میں آگاہی اور شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سندھ مدرستہ السلام کراچی کا قیام:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1885ء میں حسن علی آفندی نے سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کی بنیاد رکھی۔اس مدرسے کا آغاز بولٹن مارکیٹ کراچی کے نزدیک ایک چھوٹی سی عمارت میں ہوا بعد میں اس مقصد کے لیے فرے رروڈ پر نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ جس کا سنگ بنیاد 1886ء میں لارڈ ڈفرن نے کیا۔

خدمات:

اس مدرسہ نے کراچی اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو شعور کی دولت سے نوازا۔ سندھ مدرسہ کراچی نے اپنے بانیوں کے خلوص و محنت کی وجہ سے غیر معمولی ترقی کی۔ سندھ اور دیگر دور دراز علاقوں سے طلباء حصول تعلیم کے لیے یہاں آنے لگے۔ خاں بہادر حسن علی آفندی نے مدرسہ کے انتظام و انصرام پر خصوصی توجہ دی۔ اس ادارے میں طلباء کے لیے نماز اور روزہ کی پابندی لازمی تھی۔ دیگر امور میں بھی طلباء کو نظم وضبط کا خاص خیال رکھنا ہوتا تھا۔اس ادارے نے دو قومی نظریے کی حمایت میں تحریک چلائی۔ تحریک پاکستان میں اس ادارے سے وابستہ افراد نے گرانقدر خدمات سر انجام دیں اور ایسی قیادت فراہم کی جس نے پاکستان کے قیام اور استحکام پاکستان کے لیے بھرپور کام کیا۔1896ء میں حسن علی آفندی کا انتقال ہوا تو ان کے صاحبزادے ولی محمد نے ادارے کا نظم و نسق سنبھال لیا۔1938ء میں ولی محمد کے انتقال کے بعد حسن علی عبدالرحمن مدرسے کے سیکرٹری بنے ان کی کوششوں سے یہ مدرسہ سرکاری اثر ورسوخ سے آزاد ہوا۔

سندھ مسلم کالج کا قیام:

1943ء میں مدرسہ سندھ کراچی کو سندھ مسلم کالج بنا دیا گیا۔ کالج کا افتتاح قائد اعظم محمد علی جناح نے کیا۔ قائد اعظم نے اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ اس ادارے کے نام وقف کر دیا۔ مدرسے کے پہلے دو پرنسپل پرسی لائے ڈ اور وائز انگریز تھے علی گڑھ نے ان کی تقرری کی سفارش کی تھی مسلمان اساتذہ میں شمس العلماء عمر بن داؤد پوتہ کا نام قابل ذکر ہے۔

سندھ مدرستہ الاسلام کی خصوصیات:

سندھ مدرستہ السلام اور علی گڑھ کالج میں بڑی گہری مناسبت تھی۔ مدرسے میں علی گڑھ کالج کی مانند انگریزی علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی دینی تربیت پر بھی توجہ دی جاتی تھی۔ ہاسٹل میں رہائش پزیر طلباء کے لیے نماز کی ادائیگی اور احترام رمضان کی پابندی ضروری تھی۔

سندھ مدرستہ الاسلام اور قائد اعظم:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اس مدرسے کو یہ فخر حاصل ہے کہ بانی پاکستان قائدا عظم محمد علی جناح نے ابتدائی تعلیم اسی ادارے سے حاصل کی۔ان کے علاوہ فارغ التحصیل طلباء میں سر غلام حسن، ہدایت اللہ، سر شاہنواز بھٹو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ المختصر سندھ مدرستہ الاسلام کراچی نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کر کے ان کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کے دروازے کھول دیئے۔

سوال: اسلامیہ کالج پشاور کی خدمات پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

صوبہ سرحد میں انیسویں صدی عیسوی میں تعلیم کا فقدان عام تھا۔صوبے میں جدید تعلیم کا آغاز مشنری اداروں کے قیام سے ہوا۔ان اداروں سے اگرچہ جدید تعلیم کی کمی تو پوری کی جاسکتی تھی مگر دینی تعلیم کا فقدان دور کرنا بے حد مشکل تھا۔یہی وجہ تھی کہ مسلمانان صوبہ سرحد نے مسلمانوں میں دینی تعلیم عام کرنے کے لیے اسلامی مدرسہ قائم کرنے کے لیے غور کیا۔

اسلامیہ کالج کے بانی کے حالات زندگی:

صوبہ سرحد میں اسلامی تعلیمی ادارے کے بانی صاحبزادہ عبدالقیوم خان تھے۔وہ ضلع مردان کی تحصیل صوابی کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے مشن ہائی سکول پشاور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔بعد میں وہ سرکاری ملازمت سے منسلک ہوئے۔ خیبر ایجنسی کے پولیٹکل ایجنٹ بھی مقرر ہوئے۔بحیثیت سیاستدان ان کا تعلق آل انڈیا مسلم لیگ سے تھا۔خان عبدالقیوم خان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کی وہ شخصیت تھے۔جنہیں صوبہ سرحد کے پہلے مسلمان وزیر کا اعزاز بھی حاصل ہے۔بالآخر وہ ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء کو جہان فانی سے جہانِ ابدی کوچ کر گئے۔

صاحبزادہ عبدالقیوم خان کا اعزاز:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان سرحد کے سر سید احمد خان کے لقب سے مشہور ہوئے۔ان کی شاندار تعلیمی خدامات کے باعث ۱۹۲۵ء میں سر سید احمد خان کی قائم کردہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر بھی منتخب کیا گیا۔

اسلامیہ ہائی سکول کا قیام :

بابو غلام حیدر اور میاں عبدالکریم خان کی کوششوں سے انجمن حمایت اسلام صوبہ سرحد کی بنیاد رکھی گئی۔اس کے زیر انتظام ۱۹۰۲ء میں مسلمانوں کا پہلا تعلیمی ادارہ اسلامیہ ہائی سکول کے نام سے قائم کیا گیا۔اس سے مسلمانوں میں اسلامی ادارے قائم کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

دارالعلوم اسلامیہ کا قیام :

صاحبزادہ عبدالقیوم نے ۱۹۱۳ء میں دارالعلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

اسلامیہ کالج پشاور کا قیام:

دارالعلوم اسلامیہ کو ۱۹۱۴ء میں ترقی دے کر کالج کا درجے دے دیا گیا۔ یہ کالج اسلامیہ کالج پشاور کے نام سے معروف ہوا۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان تادم مرگ کالج انتظامیہ کے سیکرٹری رہے۔

چندہ کمیٹی کی تشکیل:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے دارالعلوم کے قیام کے لیے ۱۹۱۲ء میں ایک چندہ کمیٹی تشکیل دی۔ چندہ کمیٹی کا مقصد دارالعلوم کے لیے مسلمانوں سے چندہ جمع کرنا تھا۔ کمیٹی نے جلدہ ءاپنا مقصد پاتے ہوئے دارالعلوم کے لیے پندرہ لاکھ کی خطیر رقم جمع کرلی۔

دارالعلوم کے لیے زمین کا حصول:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان اوران کے رفقاء نے سرمایہ جمع ہونے کے بعد دارالعلوم کے لیے پشاور سے پانچ میل دور خیبر جانے والی سڑک پر دوسواایکڑاراضی خریدی۔

اسلامیہ کالج پشاور کی خدمات:

اسلامیہ کالج پشاور کی دینی و تعلیمی اور سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کالج کے طلباء کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے روشناس کرانے کا بھی بھرپور اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے مسلمان طلباء دینی وجدید زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے۔ تحریک پاکستان کے دوران طلباء نے بھرپور طریقے سے مسلمانان ہند اور بانی پاکستان کا ساتھ دیا۔ تحریک سول نافرمانی میں بھی رضاکارانہ طور پر بھرپور حصہ لیا نیز صوبہ سرحد ہونے والے ریفرنڈم میں صوبے کے مسلمانوں کو پاکستان میں شامل ہونے کے لیے قائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسلامیہ کالج پشاوراور قائد اعظم:

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کو اسلامیہ کالج پشاور سے طلباء سے دلی محبت تھی۔ اس امر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے وصال کے بعد کی وصیت کے مطابق ان کے ترکے میں سے ایک حصہ اسلامیہ کالج پشاور کو دیا گیا۔

تبصرہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اسلامیہ کالج پشاور بھی سر سید کی تعلیمی تحریک کا ایک حصہ تھا۔اسی لیے کالج کے بانی صاحبزادہ عبدالقیوم خان کو صوبہ سرحد لا سر سید احمد خان کہا جاتا ہے۔اسلامیہ کالج پشاور نے مسلمانان ہند کے لیے جو تعلیمی و سیاسی خدمات سرانجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔کالج کے طلبا نے صوبہ سرحد میں پاکستان کی حمایت میں استصواب رائے کا کامیاب بنانے میں مرکزی کردار ادا کر کے اسلام و پاکستان کے ساتھ عقیدت کا حق ادا کر دیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 3

تحریک پاکستان

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک پاکستان اصل میں مسلمانوں کے قومی تشخص اور مذہبی ثقافت کے تحفظ کی وہ تاریخی جدوجہد تھی جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور بحیثیت قوم ان کی شناخت کو منوانا تھا۔ جس کے لیے علیحدہ مملکت کا قیام از حد ضروری تھا۔

سوال 1: تقسیم بنگال پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

برصغیر پاک و ہند میں انگریز تجارت کی غرض سے بنگال میں ہی وارد ہوئے تھے۔ ان کی تجارتی کوٹھیاں بنگال کی بحری بندرگاہوں پر قائم ہوئی تھیں۔ بعد ازاں انہوں نے یہیں سے برصغیر کے اقتدار پر قابض ہونے اور اسلامی حکومت کو ختم کر کے اپنے پنجے گاڑنے کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی۔ اس منصوبہ بندی پر عمل درآمد کے بعد وہ برصغیر کے سرخ و سیاہ کے مالک بن گئے۔ انہوں نے اپنا مرکزی مقام بھی کلکتہ ہی مقرر کیا جو کہ مغربی بنگال کا اہم تجارتی شہر تھا۔ عہد سلاطین سے عہد انگریز تک صوبہ بنگال رقبہ اور آبادی کی کثرت کے اعتبار سے ایک مکمل وسیع مملکت کا حامل صوبہ چلا آرہا تھا۔

تقسیم بنگال کے اسباب

تقسیم بنگال کے اسباب کا جائزہ درج ذیل ہے۔

1۔ بنگال کی وسعت
2۔ معاشی بدحالی
3۔ بندرگاہ چٹاگانگ کی تباہی
4۔ اڑیسہ زبان کا مسئلہ
5۔ صنعت و حرفت کی تباہی

1۔ بنگال کی وسعت:

۱۰۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق صوبہ بنگال کا رقبہ ایک لاکھ نواسی ہزار (۹۸،۱،۰۰۰) مربع میل جبکہ آبادی سات کروڑ اسی لاکھ (۷،۰۸،۰۰،۰۰۰) نفوس پر مشتمل تھی۔ رقبہ و آبادی کے تناسب سے اس کی کم سے کم دو حصوں میں تقسیم ناگزیر تھی۔

2۔ معاشی بدحالی:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

صوبے کا مرکزی مقام کلکتہ ہندؤوں کا گڑھ اور ترقی یافتہ تھا۔ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کے باعث اس کی پسماندگی عروج پر تھی۔ نظم ونسق انتہائی ناقص تھا۔ خراب سڑکوں اور بغیر پل جابجا بہنے والے ندی نالے انتظامی معاملات چلانے میں دشواریاں پیدا کرتے تھے۔

3۔بندرگاہ چٹاگانگ کی تباہی:

مغربی بنگال کی کلکتہ کی بندرگاہ کی موجودگی میں مشرقی بنگال کی چٹاگانگ کی بندرگاہ کی تعمیر وترقی اور بہتری پر بھی کوئی توجہ نہ دی گئی تھی۔اسے تباہی سے بچانے کے لیے بنگال کی تقسیم ضروری تھی۔

4۔اڑیسہ زبان کا مسئلہ:

اڑیسہ کا علاقہ جہاں اڑیا یا اڑیہ زبان بولی جاتی تھی، تین صوبوں بنگال، آسام اور یوپی میں منقسم تھا۔اس سے عوام اور حکومت کو کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ متعلقہ صوبائی حکومتوں کو صوبائی زبان کے علاوہ اڑیا زبان میں بھی سرکاری کاروائی کرنا پڑتی تھی۔ عوام بھی ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے تھے۔اس لیے اڑیسہ کے علاقہ کو کسی ایک صوبے میں شامل کرنا ضروری تھا۔

5۔صنعت وحرفت کی تباہی:

پٹ سن کی وافر پیداوار کا علاقہ ہونے کے باوجود مشرقی بنگال کی صنعت حرفت پو توجہ دی گئی جس کے باعث مقامی صنعت تباہ اور عوام بدحال ہو چکے تھے۔

تقسیم بنگال کے واقعات

بیسویں صدی کے آغاز میں وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے مشرقی بنگال کے علاوہ چٹاگانگ، ڈھاکہ اور میمن سنگھ کا دورہ کیا۔وہاں کے مسائل کا جائزہ لیا اور بالآخر ایک نیا صوبہ مشرقی بنگال وآسام کے نام سے بنانے کی تجویز برطانیہ بھیجی۔ برطانوی حکومت نے فروری ۱۹۰۵ءمیں اسے منظور کر کے واپس بھیج دیا۔اس کے ساتھ ہی ۱۶اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ان کے علیحدہ علیحدہ لیفٹیننٹ گورنر مقرر کئے گئے نیز نئے صوبے مشرقی بنگال وآسام میں ریونیو بورڈ قائم کر کے صوبائی قانون ساز کونسل بھی تشکیل دی گئی۔

1۔نئے صوبوں کی حدبندی　　　　2۔تقسیم بنگال سے متوقع مسلم فوائد

3۔تقسیم بنگال پر رد عمل　　　　4۔تقسیم بنگال کی تنسیخ

1۔نئے صوبوں کی حدبندی:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

☆صوبہ مشرقی بنگال و آسام:

صوبہ مشرقی بنگال و آسام کا رقبہ ایک لاکھ چھ ہزار پانچ سو چالیس (۱،۰۶،۵۴۰) مربع میل اور کل آبادی تین کروڑ دس لاکھ (۳،۱۰،۰۰،۰۰۰) تھی۔ اس میں مسلم آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ (۱،۸۰،۰۰،۰۰۰) تھی۔ صوبے میں آسام، سہلٹ، مشرقی و شمالی بنگال یعنی چٹاگانگ، ڈھاکہ اور راجشاہی کی کمشنریاں اور ضلع مالوہ کے علاقے شامل تھے۔ نئے صوبے کا مرکزی مقام ڈھاکہ اور تجارتی بندرگاہ چٹاگانگ مقرر کی گئی تھی۔

☆صوبہ مغربی بنگال:

مشرقی بنگال و آسام میں شامل علاقے کے علاوہ بنگال کا دیگر علاقہ مغربی بنگال میں شامل کیا گیا۔ اس میں اڑیسہ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ صوبہ مغربی بنگال کا رقبہ ایک لاکھ اکتالیس ہزار پانچ سو اسی (۱،۴۱،۵۸۰) مربع میل اور آبادی پانچ کروڑ چالیس لاکھ (۵۴۰۰۰۰۰۰) نفوس پر مشتمل تھی۔ اس میں مسلم آبادی صرف نوے ہزار (۹۰۰۰۰) تھی۔ صوبے کا مرکزی مقام کلکتہ ہی رہا۔ تجارتی بندرگاہ بھی کلکتہ ہی ٹھہری۔

2۔ تقسیم بنگال سے متوقع مسلم فوائد:

صوبہ بنگال کی تقسیم سے بنگال کی ترقی کے لیے مختص رقوم جو اس سے قبل صرف مغربی بنگال اور دارالحکومت کلکتہ یعنی ہندو اکثریتی علاقے پر خرچ ہوتی تھیں اب ان کو مساوی تقسیم کر کے مشرقی بنگال کی ترقی پر خرچ کیا جانا تھا۔ اس سے سڑکوں کی تعمیر و توسیع ہونا تھی۔ ڈھاکہ میں علیحدہ ہائی کورٹ کا قیام ناگزیر تھا۔ مسلم اخبارات کو فروغ ملنا تھا۔ مسلمانوں کے لیے سرکاری و نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ملازمتوں کے دروازے کھلنے تھے۔ چٹاگانگ بندرگاہ کو بہتر بنا کر تجارتی لین دین کا اہم مرکز بنایا جانا تھا۔

3۔ تقسیم بنگال پر رد عمل:

تقسیم بنگال پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنے اپنے مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے مختلف رد عمل کا اظہار کیا۔ ہر دو
اقوام کے رد عمل کا جائزہ درج ذیل ہے۔

☆مسلم رد عمل:

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہی مشرقی بنگال کے مسلمان رہنما نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ نے منشی گنج کے مقام پر جلسہ عام منعقد کیا۔ اس میں تقسیم کے فیصلے کو سراہا نیز تقسیم بنگال کے بعد نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ نے مسلمانان بنگال

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کے سیاسی حقوق ومفادات کے تحفظ اور ترجمانی کے لیے ایک تنظیم ''محمڈن پراونشل یونین''کی بنیاد بھی ڈالی۔ کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی نے بھی تقسیم پر خوشگوار رد عمل کا اظہار کیا۔ دیگر صوبوں کے مسلمانوں نے بھی تقسیم بنگال کی پر زور حمایت کی۔ حکومت کو مشکورانہ تاریں ارسال کیں اور تقسیم کو برقراری کے لیے قرار دادیں بھی منظور کیں۔

☆ہندو رد عمل:

ہندو بنگال کی تقسیم سے مشرقی بنگال اور مسلمانوں کی ترقی کو اپنے حقوق و مفادات پر ڈاکہ تصور کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کھلم کھلا مسلمانوں اور انگریزوں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ تقسیم بنگال کے اعلان کو بنگالی قومیت کی وحدت کے منافی قرار دیا۔ تقسیم بنگال کا دن ۱۶ اکتوبر ہر سال قومی احتجاج کے طور پر منایا جانے لگا۔ انتہا پسند ہندوؤں نے منسوخی تقسیم بنگال کے لیے سودیشی تحریک کا آغاز کیا۔ کانگریس نے برطانوی مانچسٹر چیمبر آف کامرس پر دباؤ ڈالا کہ اگر وہ ہندوستان میں تجارتی مفادات کی خفاظت اور فروغ چاہتا ہے تو تقسیم بنگال کی منسوخی کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالے۔ اس نے بعدازاں باقاعدہ دہشت گردی کی صورت اختیار کر لی۔

4۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ :

۱۹۱۰ء میں جارج پنجم برطانیہ کا بادشاہ اور لارڈ ہارڈنگ لارڈ منٹو کی جگہ وائسرائے ہند بنا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو جارج پنجم شاہ انگلستان کی رسم تاج پوشی کے لیے دہلی میں دربار لگایا۔ اس میں بادشاہ نے متعدد اعلانات کیے۔ ان میں سے سب سے اہم اور حیران کن اعلان تقسیم بنگال کی منسوخی اور مرکزی دارالحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل کر دینے کا تھا۔

تنسیخ تقسیم بنگال کے اثرات

تقسیم بنگال کی منسوخی کے دوررس اور تاریخی اہمیت کے حامل اثرات مرتب ہوئے جو درج ذیل ہیں۔

1۔ سیاست میں انتہا پسندی کا آغاز　　　2۔ کانگریس کا اصل روپ عیاں ہونا

3۔ مسلم سیاسی بیداری فروغ　　　4۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کا قیام،

1۔ سیاست میں انتہا پسندی کا آغاز:

تقسیم بنگال کو ہندوؤں نے دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے کے مترادف قرار دیتے ہوئے اس کی وحدت کے لیے جو اقدامات کیے وہ سیاسی انتہا پسندی پر مشتمل تھے۔ برصغیر کی سیاست میں تقسیم بنگال کے سبب شروع ہونے والی انتہا پسندی تقسیم ہند تک جاری رہی جو برطانوی حکومت اور انگریزوں کے لیے سوہان روح بنی رہی۔

2۔ کانگریس کا اصل روپ عیاں ہونا:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تقسیم بنگال کی منسوخی کے لیے کانگریس نے بنگالی ہندوؤں کا ساتھ دیا۔اس سے واضح ہو گیا کہ کانگریس تمام ہندوستانی گروہوں کی نہیں بلکہ صرف اور صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔

3۔مسلم سیاسی بیداری کا فروغ:

تقسیم بنگال کے فیصلے پر ہندوؤں کے احتجاج نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری کو فروغ دیا۔ یکم نومبر ۱۹۰۶ء کو مسلمانوں کا ایک ۳۵ رکنی وفد سر آغاخان کی قیادت میں شملہ کے مقام پر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا اور مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ شملہ وفد کے دو ماہ بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔اس کے پلیٹ فارم سے بالآخر اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا۔

4۔ڈھاکہ یونیورسٹی کا قیام :

تقسیم بنگال کی منسوخی کے باعث برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے مجروح جذبات کو تسکین پہنچانے کے لیے ڈھاکہ میں مسلم یونیورسٹی قائم کی۔اس میں پہلی بار اسلامیات کے مضمون کو نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا۔

حاصل کلام:

تقسیم اور تنسیخ تقسیم بنگال بیسویں صدی عیسوی کا ایسا واقعہ ہے ۔ جس نے مسلمانان ہند کو اپنے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے سرگرم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس سے مسلمانوں کی منتشر قوتیں یکجا ہوئیں ۔ مسلمانوں کی سیاسی بیداری تحریک میں تیزی پیدا ہوئی نیز اس واقعہ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ رہنے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر یہی وجہ قیام پاکستان کا باعث بنی۔

سوال2: شملہ وفد پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

۱۹۰۵ءمیں وائسرائے ہند لارڈ منٹو اور وزیر ہند جان مارلے نے ہندوستان میں انتظامی بہتری کے لیے آئینی اصلاحات نافذ کرنے کا اعلان کیا۔اس اعلان پر ہندوستانی مسلمان رہنماؤں کو اپنے حقوق و مفادات کی حفاظت کا احساس پیدا ہوا۔ حاجی محمد اسماعیل نے نواب محسن الملک کو مسلمانون ہند کے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے مسلمان رہنماؤں کو متحد و متفق کرنے کی بذریعہ خط تجویز دی۔انہوں نے علی گڑھ کالج کے پرنسپل آرچ بولڈ کو جوان دنوں موسم گرما کی چھٹیاں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

گزار نے شملہ گئے ہوئے تھے، بذریعہ خط وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے مسلمانوں کے ایک وفد کی ملاقات کے وقت کے تعین کی درخواست کی۔

وفد کی تشکیل:

وائسرائے سے وقت ملنے پر نواب محسن الملک نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات پر مبنی مطالبات و سفارشات تیار کرنے کا کام سید حسن بلگرامی کے سپرد کیا۔ مسودے کو حتمی شکل دینے کے لیے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو لکھنو میں سر عبدالرحیم کے گھر برصغیر بھر کے مسلمان رہنماؤں کا خصوصی اجلاس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سر آغا خان کی سرکردگی میں ۳۵ ارکان پر مشتمل مسلمانوں کا ایک وفد تیار کیا گیا جو یکم نومبر ۱۹۰۶ء کو شملہ میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا۔

وفد کے مطالبات

سر آغا خان کی سرکردگی میں مسلمانوں کے وفد نے وائسرائے ہند لارڈ منٹو کو درج ذیل مطالبات پیش کیے۔

1۔ جداگانہ طریقہ انتخابات 2۔ آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ
3۔ سرکاری ملازمتوں میں حصہ 4۔ ججز اور ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت
5۔ یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی 6۔ مسلم یونیورسٹی کا قیام

1۔ جداگانہ طریقہ انتخابات:

کونسلوں کے نمائندوں کے انتخاب میں مسلمانوں کو اپنے نمائندے خود منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے۔ اس غرض کے لیے مسلمانوں کے حلقہ ہائے نیابت "انتخابی حلقے" مخصوص کر دیئے جائیں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کے حلقے جدا جدا کر دیئے جائیں تا کہ مسلمان ووٹر مسلمان امیدواروں کو اور ہندو ووٹر ہندو امیدواروں کو ووٹ دے سکیں۔

2۔ آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ:

مسلمانوں کو ان کی تاریخی اور سیاسی اہمیت کے پیش نظر ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستیں دی جائیں۔

3۔ سرکاری ملازمتوں میں حصہ:

ملک کے تمام سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں مسلمانوں کو ایک خاص تناسب کے اعتبار سے ملازمتیں دی جائیں۔

4۔ ججز اور ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلمانوں کو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کا جج بنایا جائے نیز انہیں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت پر بھی نامزد کیا جائے۔

5۔یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی:

مسلمانوں کو یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی دی جائے۔

6۔ مسلم یونیورسٹی کا قیام :

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔

وفد کو وائسرائے ہند لارڈ منٹو کا جواب:

وفد کے ارکان و سربراہ سر آغا خان سے گفتگو کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا کہ ؛

" میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادیوں اور ناانصافیوں سے آگاہ ہوں اور ان کا ازالہ کرنے کے لیے کوشاں بھی ہوں۔

میں ان مطالبات کو اس کمیٹی تک ضرور پہنچاؤں گا جو ہندوستان میں آئینی اصلاحات نافذ کرنے کے لیے سفارشات مرتب کرے گی"۔

شملہ وفد کی تاریخی اہمیت

شملہ وفد کی تاریخی اہمیت کا جائزہ درج ذیل ہے۔

1۔ تحریک پاکستان کا سنگ بنیاد
2۔اسلامی تشخص کی حفاظت
3۔ مسلم حقوق و مفادات کا تحفظ
4۔معاشی استحصال سے نجات
5۔عدلیہ اور انتظامیہ میں نمائندگی
6۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی۔

1۔ تحریک پاکستان کا سنگ بنیاد:

شملہ وفد کی تشکیل اور اس کے مطالبات کو مسلمانان برصغیر کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ وفد کے ارکان و سربراہ کو وائسرائے ہند کے مثبت و حوصلہ افزا جواب نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری اور اعتماد کا احساس پیدا کیا۔اس احساس کے باعث ہی ۳۰ دسمبر ۶۰۹۱ء کو ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی جو بعد ازاں قیام پاکستان کا باعث بنی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2۔اسلامی تشخص کی حفاظت:

وفد نے جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کر کے مسلمانوں کو انگریز سرپرستی میں ہندوؤں کی قائم ہونے والی غلامی سے نجات دلانے کی کوشش کی۔ اس مطالبے کے باعث کونسلوں اور دیگر انتخابی اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی مسلمان رہنماؤں کے ہاتھوں منتقل ہونا تھی۔

3۔ مسلم حقوق و مفادات کا تحفظ:

آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ کر کے اسلامی عہد حکومت کی سنہری تاریخ اور مسلمانوں میں موجود سیاسی و انتظامی قابلیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔

4۔ معاشی استحصال سے نجات:

سرکاری اداروں میں ملازمتوں کے حصول کا مطالبہ مسلمانوں کے معاشی استحصال کے نجات کا باعث تھا۔

5۔عدلیہ اور انتظامیہ میں نمائندگی:

اعلیٰ عدالتوں میں مسلمان ججز کا تقرر اور وائسرائے کی انتظامی کونسل کی رکنیت پر نامزدگی کا مطالبہ بھی مسلمانوں کو تحفظ زندگی فراہم کرنے کا موجب تھا۔

6۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی:

یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی اور علی گڑھ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ دینے کا مطالبہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور سیاسی و انتظامی شعور کی بیداری کے لیے ناگزیر تھا۔

حاصل کلام:

شملہ وفد کے مطالبات کے باعث ہی ۱۹۰۹ء کے قانون ہند یعنی ۱۹۰۹ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں مسلمانوں کو جداگانہ طریقہ انتخابات کے تحت انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی۔ محمڈن اے نگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ دیگر مطالبات پر بھی نمایاں حد تک غور کیا گیا۔

سوال 3: مسلم لیگ کے قیام کے محرکات (اسباب) اور مقاصد پر تفصیل سے نوٹ لکھیں۔

جواب:

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سر سید احمد خان نے اپنی سیاسی بصیرت سے مسلمانوں کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے منع کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بغیر سیاست میں کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ انیسویں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

صدی کے آغاز میں حالات کی سنگینی کے پیش نظر مسلم زعماء نے محسوس کیا کہ اگر مسلمان سیاسی طور پر منظم نہ ہوئے تو ان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا اور وہ ہندوؤں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ لہذا انھوں نے مسلمانان ہند کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ملک گیر سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا۔

مسلم لیگ کا قیام:

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر برصغیر کے مختلف صوبوں سے آئے ہوئے قائدین کا اجلاس نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ کی رہائش گاہ پر ہوا۔ جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، حکیم اجمل خاں، سر آغا خاں نواب وقار الملک، نواب محسن الملک اور دیگر قائدین نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ یوں 30 دسمبر 1906ء کو مسلم لیگ قائم کی گئی۔

1۔ پہلے صدر:

سر آغا خاں کو مسلم لیگ کا پہلا صدر چُنا گیا۔

2۔ صدر دفتر:

مسلم لیگ کا صدر دفتر علیگڑھ میں قائم کیا گیا۔

3۔ پہلا سالانہ اجلاس:

مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس 1907ء کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں مسلم لیگ کی رُکنیت سازی کی طرف توجہ دینے کی قرارداد منظور کی گئی۔

4۔ بانی اراکین:

نواب سلیم اللہ خان، مولانا ظفر علی خان مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجمل خاں، سر آغا خاں، نواب وقار الملک اور نواب محسن الملک وغیرہ۔

مسلم لیگ کے قیام کے اسباب:

مسلم لیگ کے قیام کے اسباب مندرجہ ذیل تھے:

1۔ کانگریس کا ہندوؤں کی جماعت بننا
2۔ اردو ہندی تنازعہ
3۔ گاؤ کشی کی مخالفت
4۔ انتہا پسند ہندو تحریکیں
5۔ تقسیم بنگال پر ہندوؤں کا ردعمل
6۔ متعصب ہندو لیڈروں کی سرگرمیاں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

7۔انگریزوں کا رویہ　　8۔ مسلمانوں کی محرومیت

9۔ مسلمانوں کا سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا　　10۔شملہ وفد کی کامیابی

11۔فرقہ واریت　　12۔سیاسی اصلاحات کا اعلان

-1کانگریس کا ہندوؤں کی جماعت بننا:

آل انڈیا نیشنل کانگریس کے قیام کا مقصد ہندوستان کے تمام باشندوں کی نمائندگی اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا تھا لیکن جلد ہی کانگریس نے مسلمانوں کے وجود کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مشترکہ ہندوستانی قومیت کا پر فریب نعرہ بلند کیا۔ اور اس کے مطالبات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ صرف ہندوؤں کی ترجمان جماعت ہے۔ کانگریس کے جارحانہ عزائم اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے پیش نظر سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے کانگریسی مسلمان لیڈر بدرالدین طیب جی کو لکھا:

''کانگریس نہ تو مسلمانوں کی جماعت ہے اور نہ ہی اس کے مطالبات مسلمانوں کے لیے سود مند ہیں''۔

سرسید احمد خان نے اس وقت ہندو کانگریس کا جو تجزیہ کیا تھا ایک صدی گزر جانے کا بعد بھی اس میں کوئی فرق نہ آیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ کانگریس نے ہر شعبے میں مسلمانوں کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

-2اردو ہندی تنازعہ:

اردو زبان مسلمانانِ ہند کا عظیم ورثہ تھی۔ اس میں مسلمانوں کی ہزاروں سالہ تاریخ، تہذیب و ثقافت کے علاوہ دینی سرمایہ محفوظ تھا۔ یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک مشترک رشتے کی حیثیت اختیار کر گئی۔ 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے اردو زبان اور فارسی رسم الخط کے خلاف زبردست مہم شروع کی اور مطالبہ کیا کہ دفتروں اور عدالتوں میں ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط رائج کیا جائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مطالبے کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اردو ہندی تنازعہ نے سرسید احمد خان اور دوسرے مسلم زعماء کے انداز فکر میں نمایاں تبدیلی کی اور انھیں یقین ہو گیا کہ دونوں کا بطور ایک قوم ساتھ چلنا ممکن نہیں اور بقول سرسید احمد ابھی تو اختلاف کم ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بغض و عناد بڑھتا چلا جائے گا۔ اس جھگڑے نے ہندوؤں کا اصلی روپ ظاہر کر دیا۔ ہندو اردو زبان اور فارسی رسم الخط کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کے تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو تباہ کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کے جداگانہ وجود اور ملی تشخص کو ختم کیا جا سکے۔ اس پر نواب محسن الملک اور دوسرے مسلم زعماء نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک تنظیم کا قیام بہت ضروری ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-3گاؤ کشی کی مخالفت:

گائے کے ذبح کا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان شدید اختلاف کا باعث بنا رہا۔ ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھ کر اس کا بے حد احترام کرتے تھے جب کہ مسلمان گائے کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ جس سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی کا مطالبہ کیا اور انسداد گاؤ کشی کے لیے جگہ جگہ انجمنیں قائم کیں۔ 1883ء میں گائے کی حفاظت کے لیے "گاؤ رکھشا سبھا" قائم کی گئی جبکہ مسلمان گائے کے ذبیحہ پر پابندی اپنے مذہبی معاملات میں مداخلت خیال کرتے تھے جس کے نتیجے میں برصغیر کے مختلف حصوں میں ہندو مسلم فسادات رونما ہو جاتے تھے۔ بالخصوص عیدالضحیٰ کے موقع پر سینکڑوں افراد ان فسادات کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے۔

-4انتہا پسند ہندو تحریکیں:

انیسویں صدی کے آخری دور میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے سارے ملک میں انتہا پسند تحریکیں چلائیں 1877ء میں آریہ سماج کی تحریک قائم ہوئی جس کا نعرہ تھا:

"ہندوستان صرف ہندوؤں کی سرزمین ہے مسلمانوں کے لیے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو وہ ہندومت قبول کرلیں یا ملک سے باہر چلے جائیں"۔

1883ء میں دیوسماج تحریک کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک بھی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھی۔ 1900ء میں ایک اور انتہا پسند ہندو تحریک "مہاسبھا" قائم ہوئی جو مسلمانوں کے جائز مطالبات کی ہمیشہ مخالفت کرتی تھی یہ تحریکیں مسلمانوں کے حقوق کے لیے بہت بڑا خطرہ تھیں۔ لہذا مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ ان کی اپنی ایک سیاسی جماعت ہونی چاہیے تاکہ وہ کانگریس اور انتہا پسند تحریکوں کے زہریلے پراپیگنڈے کا موثر جواب دے سکیں۔

-5 تقسیم بنگال پر ہندوؤں کا ردعمل:

اکتوبر 1905ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کو انتظامی' سیاسی اور دیگر وجوہ کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم سے مشرقی بنگال ایک مسلم اکثریتی صوبہ بن گیا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے اقتصادی تسلط اور سیاسی استحصال سے نجات مل گئی ان کی ترقی اور خوشحالی کے امکانات روشن ہو گئے چنانچہ انھوں نے حکومت کے اس فیصلے کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا مگر کانگریس اور ہندوؤں نے اس تقسیم پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اس تقسیم کو "مادر وطن کی تقسیم" قرار دے کر احتجاج اور بائیکاٹ کی تحریکیں چلائیں۔ جگہ جگہ لوٹ مار اور دہشت گردی کی وارداتیں ہوئیں۔ کانگریس جو کل

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تقسیم بنگال کی مخالفت نے اس کی تردید کر دی۔ان حالات میں مسلمانوں کو احساس ہوا کہ انھیں اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک سیاسی تنظیم کے تحت متحد ہونا چاہیے۔

-6 متعصب ہندو لیڈروں کی سرگرمیاں:

ہندو متعصب راہنماؤں نے جن میں بال گنگا دھر تلک کا نام سرفہرست ہے مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈے کا آغاز کیا وہ مسلمانوں کو نیچ اور ناپاک سمجھتا تھا۔اور سرزمین ہند کو مسلمانوں سے پاک کرنا ہندوؤں کا مقدس فریضہ خیال کرتا تھا۔اس نے 1893ء میں پونا کے مقام پر ہر سال ''گن پتی'' کا میلہ منعقد کرانا شروع کیا یہ میلہ دس دن متواتر جاری رہتا تھا۔اس میں مسلمانوں کے خلاف گیت گائے جاتے تھے' اسلامی تہذیب وثقافت کے خلاف زہر اگلا جاتا۔ مسٹر تلک نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسجدوں کے سامنے بینڈ باجا بجانے کی اجازت دی جائے۔ مسٹر تلک کی اسلام دشمن سرگرمیوں نے مسلمانوں کو سیاسی میدان میں اترنے پر مجبور کیا۔

7۔ انگریزوں کا رویّہ:

جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں سے اختیارات چھینے، ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کو دباتے رہے اور ان پر ظلم وستم روا رکھا۔انہیں معاشی طور پر محروم رکھا۔اسی وجہ سے مسلمان،انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف ہوگئے۔

8۔ مسلمانوں کی محرومیت:

1892ء کے ایکٹ کے تحت انگریز حکمرانوں نے زیادہ اختیارات حاصل کر لیے۔ حکومتی سطح پر ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے مسلمانوں کو محرومیت کا اور زیادہ احساس ہونے لگا۔یہی وجہ تھی کہ مسلمان لیڈر اکٹھے ہو کر شملہ گئے اور واپس آکر اپنے آپ کو سیاسی طور پر منظم کر لیا۔

9۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظرانداز کیا جانا:

جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظرانداز کر دیا گیا۔ہندوؤں نے انگریزوں سے مل کر مسلمانوں پر سیاسی دباؤ بڑھایا اور مسلمانوں کو ہر شعبے میں نظرانداز کیا جانے لگا۔ برطانوی حکومت نے 1892ء کے ایکٹ کے تحت مسلمانوں پر اور زیادہ سیاسی دباؤ بڑھایا اور انہیں کسی بھی سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی انہیں سیاسی کاموں میں شریک کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں احساسِ محرومیت بڑھتا گیا اور انہوں نے اپنے لیے علیٰحدہ سیاسی جماعت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

10۔ شملہ وفد کی کامیابی:

1906ء میں سر آغا کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک وفد اپنے مطالبات لیکر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا۔ جس میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ شملہ وفد میں مسلمانوں کو وائسرائے کی طرف سے مثبت جواب ملا۔ مسلمانوں کی اس وقت کوئی جماعت نہ تھی۔ شملہ وفد کے بعد مسلمانوں نے شدت سے جماعت کی ضرورت محسوس کی جو مسلم لیگ کی صورت میں پوری ہوئی۔

11- فرقہ واریت:

مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں نے اپنی انتہا پسند تحریکوں کا آغاز کر دیا تھا۔ ہندو مہاسبھا سنگٹھن اور آریہ سماج جیسی تحریکوں سے مسلمانوں کے وجود کو خطرہ تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں قائم ہونے والی ہندو فرقہ پرست جماعتوں کا نعرہ تھا کہ:

''ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے باقی سب بدیشی ہیں۔ ان کے لیے دو ہی راستے ہیں کہ وہ یا تو ہندو مت قبول کریں یا پھر ہندوستان سے نکل جائیں۔''

اس لیے مسلمانوں نے فرقہ واریت سے بچنے کے لیے بھی علیحدہ سیاسی جماعت قائم کر لی۔

12- سیاسی اصلاحات کا اعلان:

1905ء میں برطانیہ میں انتخابات میں لبرل پارٹی کی کامیابی کے بعد برصغیر میں سیاسی اصلاحات لانے کا اعلان کیا گیا۔ سیاسی اداروں کی تشکیل کا سلسلہ شروع ہونے کا امکان بنا تو مسلمانوں نے اپنی نمائندگی کے حصول کے لیے سیاسی جماعت بنانا ضروری سمجھا۔

مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

جب مسلم لیگ قائم کی گئی تو اس کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

1۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے متعلق وفادارانہ جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کاروائیوں کے بارے میں ان کے شکوک و شبہات کو دور کرنا۔

2۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا اور ان کے مطالبات و خواہشات اور ضروریات کو احسن طریقے سے حکومت کے سامنے پیش کرنا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

3۔ مسلم لیگ کے مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر برصغیر کی دوسری قوموں سے تعلقات استوار کرنا۔

مسلم لیگ کے مقاصد کی تشکیل نو:

1913ء کے مسلم لیگ کے اجلاس میں ایسی قراردادیں منظور ہوئیں جن میں مسلم لیگ کے آئین میں تبدیلی عمل میں لائی گئی۔

(i) میں خود مختار نظام حکومت کا حصول، جو کہ ہندوستان کے حالات کے مطابق ہو، بھی شامل کیا گیا۔

(ii) کہ ہندوستان کے عوام کی ترقی کا انحصار ہندو مسلم اتحاد سے وابستہ ہے۔ اس طرح ہندوؤں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔

مسلم لیگ کے ابتدائی کارنامے

1- مسلم لیگ نے اپنے قیام کے ساتھ مسلمانان ہند کی نمائندگی شروع کر دی۔ شملہ وفد کے مطالبات کو تسلیم کروانے کے لیے برطانوی حکومت پر سیاسی دباؤ بڑھا دیا۔

2- کانگریس نے یہ دعویٰ شروع کر دیا تھا کہ وہ تمام ہندوستانی گروہوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ 1904ء میں سید امیر علی کی جماعت سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن کے خاتمہ پر کانگریس نے یہ پراپیگنڈہ بھی کیا کہ مسلمانوں میں اتنی سیاسی اہلیت نہیں کہ وہ اپنی سیاسی تنظیم چلا سکیں۔ مسلم لیگ کے قیام سے کانگریس کے یہ دونوں پراپیگنڈے دم توڑ گئے۔

2- انگریزوں نے جداگانہ طریقہ انتخاب کے مطالبے کو 1909ء کے قانون ہند یعنی 1909ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں تسلیم کر کے آئینی حیثیت دے دی جو کہ مسلم لیگ کا اہم ابتدائی تاریخی کارنامہ تھا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کروایا۔

3- مسلم لیگ نے سر آغا خاں کی قیادت میں مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا بھی مطالبہ کیا جو بالآخر 1920ء میں حکومت نے تسلیم کر لیا۔

4- مسلم لیگ کے قیام کے بعد ہندوؤں کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسلمان نہ صرف ایک قوم ہیں بلکہ یہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد جماعت ہے۔ اسی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ 1916ء میں لکھنو□ ٔ کے مقام پر تاریخی معاہدہ کیا جس میں مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔

5- مسلم لیگ نے سرکاری ملازمتوں ہیں مسلمانوں کو کوٹہ دلوایا۔

6۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

7- 1940 میں پاکستان کا مطالبہ پیش کر دیا گیا۔

8۔ آخرکار طویل جدوجہد کے باعث آل انڈیا مسلم لیگ اپنی علیٰحدہ مملکت اور پاکستان حاصل کرنے یا قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

حاصل کلام:

مختصراًیہ کہ مسلم لیگ کا قیام ایک نئی جدوجہد کا اعلان تھا۔کہ مسلمان اب اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے ہیں۔ اب ان کی جدوجہد کا رنگ سیاسی ہو گا اور وہ انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ دلائل اور مباحثہ کی جنگ کریں گے۔ نصف صدی قبل سرسید نے جس علمی تحریک کی بنیاد ڈالی تھی مسلم لیگ کا قیام اسی علمی ترقی کا نتیجہ تھا جس نے ثابت کر دیا کہ تعلیم سوچنے کے نقطہء نظر کو بدل دیتی ہے پھر بھٹکے ہوئے آہو سوئے حرم چل کھڑے ہوتے ہیں۔

سوال4: جداگانہ طریق انتخاب پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

۷۵۸۱ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز لوٹ مار تاج برطانیہ کی زیر نگرانی اصلاحات کے نام پر شروع ہوئی۔ مسلمانوں کو اندی غلام بنانے کے لیے سیاسی اصلاحات میں برطانوی طرز پر مخلوط طریق انتخابات رائج کیا گیا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو انگریز و ہندو کی دوہری غلامی کے شکنجے میں جکڑا جائے۔اس پر سرسید احمد خان نے سب سے پہلے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں کو جداگانہ طریق انتخابات کا حق ۹۰۹۱ء کے قانون ہند میں دیا گیا۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مختلف تاریخی پہلوؤں کا جائزہ درج ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق،
2۔ مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ
3۔ سرسید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات،
4۔ ۲۹۸۱ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج
5۔ مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم رد عمل،
6۔ شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ
7۔ جداگانہ طریق انتخابات کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں
8۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو رد عمل
9۔ ۹۰۹۱ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات
10۔ میثاق لکھنو اور جداگانہ طریق انتخابات
11۔ ۹۱۹۱ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات
12۔ دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات
13۔ نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات
14۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

15۔ قائد اعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات 16۔ کے مونل اے وارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات

17۔ ۵۳۹۱ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات

1۔ جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق:

جداگانہ طریق انتخابات:

جداگانہ طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی تناسب سے ان کی نشستیں مخصوص کر دی جاتی۔ ان انشستوں پر صرف متعلقہ قوم کے امیدوار ہی انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں اور ان کو متعلقہ قوم کے ووٹر ہی ووٹ دے سکتے ہیں۔

مخلوط طریق انتخابات:

مخلوط طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے علیحدہ علیحدہ نشستیں مخصوص نہیں کی جاتیں بلکہ ہر ایک نشست پر کسی بھی قوم کا نمائندہ انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اس طرز انتخابات سے اقلیتیں اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔

2۔ مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ:

برطانوی جمہوری نظام کے تحت مخلوط طریق انتخابات سے ہندو اکثریت مسلمانوں پر غالب آسکتی تھی۔ اس سے مسلمانوں کے حقوق و مفادات اور دین اسلام کو شدید خطرات لاحق تھے۔ ان خطرات سے نجات کے لیے جداگانہ طریق انتخابات ناگزیر تھا۔

3۔ سر سید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات:

برطانوی حکومت نے جب برطانوی طرز پر مخلوط طرز انتخابات رائج کیا تو سب سے پہلے اس کی مخالفت سر سید نے کی۔ انہوں نے ۶۱ جنوری ۸۸۸۱ء کو اپنی تقریر میرٹھ میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ بات یقینی ہے کہ ہندؤوں کی آبادی چار گنا ہے۔ ہم حساب کے قاعدے سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہندو امیدوار کے لیے چار ووٹ ہوں گے اور مسلمان امیدوار کے لیے صرف ایک ووٹ ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جداگانہ طریق انتخابات رائج کرتے ہوئے ہندو مسلم حلقے مخصوص کر دیئے جائیں تاکہ ہندو ممبراوں کو ہندو اور مسلمان ممبروں کو مسلمان ووٹر منتخب کریں"۔

4۔۲۹۸۱ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج:

۲۹۸۱ء کے ایکٹ کی رو سے ہندوستان میں پہلی بار مرکزی اور صوبائی کونسلوں میں مخلوط طریق انتخاب رائج کیا گیا نیز امیدواروں اور ووٹروں کے لیے جائیداد' آمدنی اور تعلیم یافتہ ہونے کی بھی شرائط رکھی گئیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ان شرائط پر پورا اترنے سے محروم تھی۔

5۔ مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم رد عمل:

مخلوط طرز انتخاب کے رائج ہونے پر مسلمانان ہند نے شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ اس مرحلے پر بعض انصاف پسند انگریزوں نے بھی مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ سر سید احمد خان نے انتخابی صورت حال پر شدید نقطہ چینی کی۔ ان کی اے ماء پر ان کے بیٹے سید محمود اور علی گڑھ کالج کے پرنسپل مسٹ بے ک نے حکومت برطانیہ کو ایک یاداشت بھیجی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ:

"مخلوط طریق انتخابات سے مسلمان ہےشہ نمائندگی سے محروم رہیں گے۔ نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کے لیے جداگانہ طریق انتخاب ہی رائج ہونا چاہےے"۔

6۔ شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ:

ےکم نومبر ۱۹۰۶ء کو سر آغا خان کی سرکردگی میں ۳۵ ارکان پر مشتمل مسلمان وفد شملہ کے مقام پر وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا۔ وفد نے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

"برصغیر میں جداگانہ طریق انتخابات رائج کیا جائے۔ اس غرض کے لیے مسلمانوں کے حلقے مخصوس کر دیئے جائیں۔ یعنی ہندؤوں اور مسلمانوں کے حلقے جدا جدا کر دیئے جائیں تاکہ مسلمان ووٹر مسلمان امیدواروں کو اور ہندو ووٹر ہندو امیدواروں کو ووٹ دیں"۔

7۔ جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں:

مسلم لیگ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ ۲۷ جنوری ۱۹۰۹ء کو مسلم لیگ لنڈن برانچ کا ایک وفد سید امیر علی کی قیادت میں وزیر ہند جان مارلے سے ملا اور جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری پر زور دیا۔ بالآخر وزیر ہند مسٹر مارلے نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

8۔جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو رد عمل:

کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے فرقہ وارانہ طریق انتخابات کا نام دیا۔ نیز مسلم لیگ کو فرقہ وارانہ جماعت اور اس کے مقاصد کو ہندوستانی مفادات کے منافی قرار دیا۔ تاہم جداگانہ طریق انتخابات کی اکثر برطانوں لیڈروں نے مخالفت اور کانگریس ی نقطہ نظر کی حمایت کی۔ لےکن وائسرائے ہند لارڈ منٹو اور وزیر ہند جان مالے کے علاوہ ہندو رہنماؤں میں سے اے س پی سہنا اور گوپال کرشن گوکلے نے اس کی تائید کی۔

9۔۱۹۰۹ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

۱۹۰۹ء کے قانون ہند میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ منظور کر لیا گیا۔ مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو پانچ اور صوبائی کونسلوں کی ۲۸۴ نشستوں میں سے ۱۸ نشستیں دے دی گئیں۔ تاہم پنجاب اور سی پی کے صوبوں میں جداگانہ طریق انتخابات رائج نہ کیا گیا۔

10۔میثاق لکھنو اور جداگانہ طریق انتخابات:

۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان پہلا اور آخری اتحاد لکھنو کے قیصر باغ کی بارہ دری میں ہوا۔ اسے میثاق لکھنو کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ طریق انتخابات کو منظور کر لیا۔

11۔۱۹۱۹ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

۱۹۱۶ء کے میثاق لکھنو میں کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے اصول کو تسلیم کر لیا تھا اس لیے ۱۹۱۹ء کے قانون ہند میں بھی برطانوی حکومت نے جداگانہ طریق انتخابات کو برقرار رکھا۔

12۔دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات:

۱۹۲۷ء میں پنڈت موتی لال نہرو نے مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں قائداعظم سے کہا کہ اگر مسلمان جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہو جائیں تو کانگریس ان کے دیگر تمام مطالبات تسلیم کر لے گی۔ اس پر قائداعظم نے ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی مسلم تجاویز میں جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتے ہوئے چند دیگر شرائط پیش کیں۔ ان کو کانگریس نے تسلیم کیں۔ ان کو کانگریس نے تسلیم نہ کیا۔ اس پر قائداعظم نے دہلی مسلم تجاویز واپس لے لیں۔

13۔نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۸۲۹۱ءمیں پنڈت موتی لال نہرو کی سربراہی میں ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اسے نہرو کمیٹی کا نام دیا گیا۔ نہرو کمیٹی نے اگست ۸۲۹۱ءمیں اپنی رپورٹ پیش کی جسے نہرو رپورٹ کا نام دیا گیا۔ نہرو رپورٹ میں جداگانہ طریق انتخابات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا گیا کہ:

''جداگانہ طریق انتخابات فرقہ واریت کا باعث بنتا ہے اس لیے مخلوط طریق انتخابات رائج کیا جائے''

14۔آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات:

دسمبر ۸۲۹۱ءمیں دہلی کے مقام پر آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں بشمول قائداعظم مسلمانوں نے جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے سے انکار اور اسکی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔

15۔ قائداعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات:

نہرو رپورٹ کا جواب دینے کے لیے ۵۲ مارچ ۹۲۹۱ءکو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں قائداعظم نے ایک قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ یہ قرارداد چودہ نکات پر مشتمل تھی۔ اس لیے اسے قائداعظم کے چودہ نکات کے نام سے یاد کیا گیا۔ قرارداد کے ایک نقطہ میں قائداعظم نے کہا:

''جداگانہ طریق انتخاب کا موجودہ طریق برقرار رہے تاہم ہر فرقے کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ اپنی مرضی سے مخلوط طریق انتخاب اختیار کر سکے''۔

16۔کیمونل ایوارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات:

۰۳۹۱ءسے ۲۳۹۱ءتک لنڈن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ان میں ہندوستانی لیڈر فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ اس پر حکومت برطانیہ نے اگست ۲۳۹۱ءمیں ایک ایوارڈ شائع کیا جسے کمیونل ایوارڈ کا نام دیا گیا۔ اس میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کے علاوہ' سکھوں' عیسائیوں اور اچھوتوں کو بھی جداگانہ طریق انتخابات کا حق دے دیا۔

17۔۵۳۹۱ءکا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

ہندوستان کے آئینی بحران کو ختم کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے بالآخر گول میز کانفرنسوں کی رپورٹوں کو مد نظر رکھ کر ۵۳۹۱ءمیں ایک نیا قانون رائج کیا۔ اسے ''۵۳۹۱ءکا قانون ہند'' کا نام دیا گیا۔ اس میں جداگانہ طریق انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا۔

جداگانہ طریق انتخابات کی اہمیت

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

برصغیر پاک و ہند میں جداگانہ طریق انتخابات بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس انتخابی طریقے کے تحت ۱۹۴۵ـ۴۶ء کے موسم سرما میں عام انتخابات ہوئے جن میں مسلم لیگ نے صوبوں میں ۴۹۲ مخصوص مسلم نشستوں میں سے ۴۴۳ نشستیں جیت کر اٹھاسی فی صد اور مرکز کی ۳۰ مخصوص نشستیں جیت کر سو فی صد کامیابی حاصل کرلی۔ یہی کامیابی تحریک پاکستان کے استحکام کا بنیادی سبب بنی۔ بالآخر اسی کی بناء پر اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا۔

س5: میثاق لکھنؤ پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1913ء میں قائدِ اعظم نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ جس کی وجہ سے 1913ء ہی میں مسلم لیگ کے ابتدائی مقاصد میں تبدیلی عمل میں آئی۔ اس تبدیلی کی ایک وجہ تقسیم بنگال منسوخ کروانے میں ہندوؤں کی کامیابی بھی تھی جس سے مسلمان راہنماؤں نے سوچا کہ حقوق کے حصول کے لیے ہندوؤں کے ساتھ مل کر جدوجہد کی جائے۔ علاوہ ازایں 1913ء میں مسجد کانپور کا واقعہ پیش آیا جس میں بے س مسلمان شہید ہو گئے اور مسجد بھی شہید کر دی گئی۔ اسی اثناء میں مسلم لیگ کا دفتر علی گڑھ سے لکھنؤ منتقل کر دیا گیا جہاں مسلم لیگ کی قیادت اعتدال پسند مسلم لیڈروں کے ہاتھ میں آگئی۔ ان تمام واقعات کے بعد مسلمان چاہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف بھرپور اور زوردار تحریک چلائی جائے۔ جس میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے اور زیادہ حقوق لینے کے لیے کانگرس کے ساتھ مل کر کوششیں تیز کر دی گئیں۔ کانگرس کے کچھ لیڈر بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ جسکی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششوں کا آغاز ہوا۔

کانگریس اور مسلم لیگ مشترکہ اجلاس:

1915 میں کانگرس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس بمبئی میں ہوئے۔ جبکہ دوسرا مشترکہ اجلاس 1916ء میں قائدِ اعظمؒ کی کوششوں سے لکھنو (بارہ دری بازارِ قصائیاں) کے مقام پر منعقد ہوا۔ جہاں دونوں پارٹیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے میثاق لکھنو کا نام دیا گیا۔

ہندو مسلم اتحاد کا سفیر:

یہ معاہدہ قائدِ اعظم کی کوشش سے طے پایا تھا اس لیے آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر قرار دیا گیا۔ اور کانگریس نے آپ کی یاد میں بمبئی میں جناح حال تعمیر کروایا۔

لکھنو□ ٔ پیکٹ کی اہم دفعات

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

لکھنؤ پیکٹ کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ جداگانہ انتخاب
2۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد
3۔ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی
4۔ مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی
5۔ صوبائی خودمختاری
6۔ انڈےن کونسل کا خاتمہ
7۔ قانون سازی کا طریقہ کار
8۔ عدلیہ کی انتظامیہ سے علےحدگی۔

-1 جداگانہ انتخاب:

کانگریس نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کر لیا۔

-2 مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد:

مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد 3/1 ہو گی۔

-3 مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مسلم اکثریت کے صوبوں پنجاب اور بنگال میں مسلم نمائندوں کی تعداد کان کی آبادی کے تناسب سے کم یعنی پنجاب میں پچاس فے صد اور بنگال میں چالیس فے صد ہو گی۔

-4 مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مسلم اقلیت کے صوبوں بمبئی ےوپی' مدراس اور سی۔پی میں ان کے نمائندوں کی تعداد ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ ہو گی۔یعنی بمبئی میں

% 33 ےو۔پی میں % 30 مدراس میں % 15 اور سی۔پی میں % 15 ہو گی۔

-5 صوبائی خودمختاری:

صوبائی حکومتوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں اور مرکز کا کنٹرول کم کیا جائے۔

-6 انڈےن کونسل کا خاتمہ:

انڈےن کونسل کو ختم کر دیا جائے اور وزیر ہند کی تنخواہ کا بوجھ برطانوی خزانے پر ڈالا جائے۔

-7 قانون سازی کا طریقہ کار:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قانون سازی کے سلسلے میں کسی ایسی تجویز پر غور نہیں کیا جائے گا جسے کسی قوم کے ممبران کی تین چوتھائی تعداد اپنے لیے نقصان دہ قرار دے۔

-8عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی:

عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے۔

لکھنؤ پیکٹ کی اہمیت

لکھنؤ پیکٹ کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کا اعتراف
2۔ قائداعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف
3۔ مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ
4۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت
5۔1919ء کی اصلاحات پر اثر

-1مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کا اعتراف:

کانگریس نے پہلی بار مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کیا کانگریس نے اس بات پر بھی رضامند کا اظہار کیا کہ کسی اے سے مسودہ قانون پر بحث نہیں کی جائے گی جس کی مخالفت کسی قوم کے تین چوتھائی نمائندے کریں گے دوسرے لفظوں میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ وجود کو تسلیم کر لیا۔

-2 قائداعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف:

میثاق لکھنو قائداعظم کی مخلصانہ کوششوں کا مرہون منت تھا۔ قائداعظمؒ سالہا سال کانگریس سے منسلک ہونے کے باعث ہندو ذہنیت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔آپ نے بڑی ہنر مندی اور حکمت عملی سے کام لے کر جداگانہ طریق انتخاب اور دوسرے نزاعی مسائل کو ہندوؤں سے تسلیم کروا کر اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔اس عظیم کامیابی پر برصغیر کے لوگ آپ کی تدبر و فراست کے قائل ہو گئے۔ہندو دانشوروں نے بھی اعتراف کیا کہ ''جناح ایک عظیم مدبر ہیں '' مسز سروجنی نائیڈو نے آپ کو'' ہندو مسلم اتحاد کے سفیر'' کا خطاب دیا۔

-3مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ:

میثاق لکھنو میں مسلمانان ہند کے مفادات کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا۔ جداگانہ طریق نیابت کو تسلیم کیا گیا مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی مل گئی جو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں کو یہ تحفظ بھی حاصل ہو گیا کہ اب ہندو محض اپنی اکثریت کے بل بوتے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پو مسلمانوں کے مفادات اور مذہب کے خلاف کوئی قانون نہیں بنا سکیں گے نیز مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نمائندگی مل گئی۔

-4 مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت:

ہندوؤں نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی ترجمان جماعت تسلیم کر لیا جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کو برصغیر کے تمام لوگوں کی حمایت حاصل نہیں بلکہ وہ صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔

-5 1919ء کی اصلاحات پر اثر:

میثاق لکھنو کو اس وجہ سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ دونوں قومیں باہمی اتحاد و تعاون سے برصغیر میں آئینی اصلاحات کے نفاذ اور ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کے لیے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈال سکتی تھیں اگرچہ 1919ء کی اصلاحات میں میثاق لکھنو کی بیشتر دفعات کو نظر انداز کر دیا گیا تاہم ان اصلاحات پر لکھنو پیکٹ کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں 1919ء کی اصلاحات کی رو سے قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص کر دی گئیں اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو بھی برقرار رکھا گیا۔

حاصل کلام:

معاہدہ لکھنو زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ 1919ء کی اصلاحات کے بعد ہندوستان کی سیاسی فضا مکدر ہونے لگی۔ میثاق لکھنو میں ہندو مسلم اتحاد کی جو بنیاد رکھی گئی تھی وہ ہندوؤں کی تنگ نظری اور متعصبانہ رویے کے باعث کمزور ہونے لگی۔ 1921ء کی موپلا بغاوت کے باعث دونوں قوموں کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ تحریک خلافت کے آخری دور میں برصغیر میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہونے لگے۔ ہندو مسلم اتحاد کے لیے کئی کانفرنسیں ہوئیں لیکن بے سود اور یہ بات واضح ہو گئی کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے راستے الگ الگ ہیں سید حسن ریاض نے میثاق لکھنو کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"لکھنو پیکٹ مسٹر جناح کی معاملہ فہمی، الجھے ہوئے معاملات کو سلجھانے کی صلاحیت اور بدگمان فریقوں کے درمیان افہام و تفہیم کی قابلیت کا ایسا شاہکار ہے جو بس ایک ہی دفعہ ظہور میں آ سکا"۔

سوال 6: تحریک خلافت پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ترکی میں اسلامی خلافت قائم تھی۔ برصغیر کے مسلمان خلافت کو اتحاد عالم اسلام کی علامت سمجھتے تھے اس لیے وہ ترکی کے سلطان کو بڑی عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اسے پوری دنیائے اسلام کا دینی اور روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں انگریزوں نے ترکی کے دشمنوں کی امداد و حمایت کی۔ 1914ء میں جب پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو ترکی نے اتحادیوں اور برطانیہ کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ جنگ عظیم میں جب ترکی اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو یونان نے برطانیہ کی شہ پر اپنی فوجیں سمرنا کے علاقوں میں اتار دیں۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ برطانیہ اور اس کے حلیف مسلمانوں کے مقامات متبرکہ کو برقرار نہیں رکھیں گے۔

خلافت کمیٹی کا قیام:

ترکی کے مستقبل اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے اجتماعی اقدام کی ضرورت پیش کی گئی لہذا 5 جولائی 1919ء کو آل انڈیا خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔

تحریک خلافت کے بانی اراکین:

جن مسلم زعماء نے اس کمیٹی کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں مولانا عبدالباری، ڈاکٹر اے م۔ اے انصاری، چوہدری محمد علی، مولانا، شوکت علی، حکیم محمد اجمل، سیٹھ محمد چھٹانی اور ممتاز حسین کے نام قابل ذکر ہیں۔ کانگریس نے بھی تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کانگریس کی طرف سے مسٹر گاندھی، ابوالکلام آزاد اور موتی لال نہرو وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

تحریک خلافت کے مقاصد:

(i) مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی تحویل میں رہیں اور عرب میں انگریزوں کا عمل دخل ختم کیا جائے۔

(ii) خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھا جائے۔

(iii) ترکی کی سلطنت کی حدود وہی رہنے دی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

خلافت کانفرنس کا انعقاد:

آل انڈیا خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام پہلی خلافت کانفرنس فضل الحق کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں گاندھی جی کے علاوہ پنڈت موتی لال نہرو اور مدن موہن مالویہ نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر اتحادی فوجوں کے انسانیت سوز اقدامات کی شدید مذمت کی گئی۔ کانفرنس کے اختتام پر ایک قرارداد

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

منظور کی گئی، جس کی رو سے طے پایا کہ مسلمان جشن فتح میں شرکت نہیں کریں گیاور اگر حکومت برطانیہ نے خلافت کے تحفظ پر غور نہ کیا تو مسلمان عدم تعاون کی تحریک شروع کریں گے۔

وفود کی تشکیل:

خلافت کمیٹی نے اپنے مطالبات انگریزوں تک پہنچانے کے لیے دو وفود تشکیل دے ے۔

پہلا وفد: ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں پہلا وفد وائسرائے ہند سے ملا مگر مطالبات تسلیم نہ کیے گئے۔

دوسرا وفد: جنوری 1920ء میں حلافت کانفرنس میں فےصلہ کیا گیا کہ مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے لیے ایک وفد انگلستان روانہ کیا جائے۔ لہذا مارچ 1920ء میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں وفد خلافت انگلستان روانہ ہو گیا اس میں حسن محمد حیات، سید حسین اور سید سلیمان ندوی بھی شامل تھے انگلستان میں مولوی ابوالقاسم، مشےر حسین قدوائی او محمد شعےب قرےشی بھی اس وفد میں شامل ہو گئے۔

وفود کی ناکامی:

17 مارچ 1920ء کو وفد نے برطانیہ کے وزیر اعظم لائڈ جارج سے ملاقات کی مولانا محمد علی جوہر نے وزیر اعظم کو مسلمانان ہند کے جذبات و احساسات سے آگاہ کیا اور بڑی جرات و بے باکی سے دلائل دے ے جب وفد خلافت نے ترکی سے انصاف کا مطالبہ کیا تو ترک دشمن وزیر اعظم نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا: ''آسٹریا سے انصاف ہو چکا جرمنی سے انصاف ہو چکا۔ خاصا خوفناک انصاف تو ترکی اس سے کے وں بچے'' خلافت کمیٹی نے وزیر اعظم برطانیہ کے ماے وس کن جواب پر ہندوستان میں ےوم سیاہ منایا۔ ہڑتالیں کیں۔ مسلمانوں نے روزی رکھے اور دعائیں مانگیں۔

معاہدہ سےورے:

ابھی وفد خلافت انگلستان میں ہی تھا کہ 14 مئی 1920ء کو اتحادے وں نے پےرس میں معاہدہ سےورے کی شرائط کا علان کر دیا۔ اس معاہدے کی رو سے عظیم الشان اسلامی سلطنت خلافت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے چھوٹی چھوٹی غیر مئفے ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا، ترکی کے تمام بے رونی مقبوضات چھےن لیے گئے، استنبول کو بےن الاقوامی شہر قرار دے دیا گیا آرمے نیہ کو آزاد عیسائی ریاست بنا دیا گیا فلسطےن عراق اور اردن کو برطانیہ اور شام کو فرانس کی تحوےل میں دے دیا گیا،

تحریک عدم تعاون:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مئی 1920ء میں خلافت کمیٹی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا کانگریس نے بھی ستمبر میں کلکتہ کے اجلاس میں عدم تعاون کی قرارداد منظور کی۔ جس کے تحت مندرجہ ذیل اقدامات کیے گئے۔

(i) حکومت برطانیہ کے عطاکردہ خطابات اور تمغے واپس کر دیے جائیں۔

(ii) سرکاری ملازمتوں سے علےحدگی اختیار کی جائے۔

(iii) سرکاری عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔

(iv) سرکاری سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ پرائیویٹ تعلیمی ادارے حکومت سے مالی امداد لینا بند کر دیں بصورت دیگر طلباءاے سے اداروں کا

بائیکاٹ کریں۔

(v) فوجی ملازمت سے علےحدگی اختیار کی جائے۔

(vi) گاندھی نے تحریک عدم تعاون کو زیادہ موثر بنانے کے لیے سودیشی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا۔ یعنی غیر ملکی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جائے۔

تحریک ہجرت:

تحریک خلافت کے دوران مولانا محمد علی جوہر' مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر ہم خیال علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانون کو افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا اس اپےل پر مذہبی جوش و خروش میں ہزاروں مسلمانوں نے اپنی املاک' مال ومتاع اور جائیدادوں کو اونے پونے بےچ کر پشاور کے راستے افغانستان کا رخ کیا۔ صرف اگست 1920ء میں پنجاب' سندھ اور سرحد کے صوبوں سے تقرےباً

اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے افغانستان کی

طرف ہجرت کی۔ افغانستان اقتصادی لحاظ سے ایک غرےب اور پسماندہ ملک تھا' مہاجرین کی اتنی بڑی تعداد کی کفالت اس کے لیے ممکن نہیں تھی اس لیے حکومت افغانستان میں اپنی سرحدیں بند کر دیں مہاجرین کو مجبوراًواپس لوٹنا پڑا ہزاروں افراد سفر کے دوران لقمہ اجل بن گئے جو وطن واپس پہنچنے میں کامیاب ہوئے انھیں شدید مالی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تحریک ہجرت ایک جذباتی اور غیر دانشمندانہ تحریک تھی۔

موپلا بغاوت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک خلافت کے دوران عرب نژاد موپلوں نے بھی سرگرم حصہ لیا۔ کلکٹر مالا بار نے تحریک کو دبانے کے لیے سیٹھ محمدے عقوب حسن اور دیگر لیڈروں کی گرفتاری کا حکم دے دیا جس پر موپوں نے شدید احتجاج کیا۔ پولےس نے پرامن شہرےوں پر فائرنگ کر کے چار سو موپلوں کو شہید کر دیا اس پر موپلوں نے مشتعل ہو کر اگست 1921ء میں وسیع پےمانے پر بغاوت بپا کر دی انھوں نے سرکاری افسران کو قتل کیا جانے لگا۔ اس پر حکومت نے پٹریاں اکھاڑ دیں' شراب کی دکانوں کو آگ لگادی۔ سرکاری افسران کو قتل کیا جانے لگا۔

سول نافرمانی کی تحریک:

8 جولائی 1921ء کو خلافت کانفرنس کراچی میں فےصلہ کیا گیا کہ تحریک خلافت کو مذےد آگے بڑھانے کے لیے ملک میں سول نافرمانی شروع کی جائے۔ ستمبر 1921ء میں حکومت نے علی برادران کو گرفتار کر لیا۔ ان حالات میں مسٹر گاندھی کو تحریک کا ڈکٹیٹر بنا دیا گیا۔

واقعہ چوراچوری اور گاندھی کی تحریک سے علےحدگی:

واقعہ چوراچوری 5 فروری 1922ء کو یوپی کے ایک گاؤں چوراچوری میں مظاہرےن کے ایک جلوس پر فائرنگ کر دی مظاہرےن نے مشتعل ہو کر تھانے کو آگ لگا دی جس سے اکےس سپاہی جل کر مر گئے۔ اس پر مسٹر گاندھی نے یہ بہانہ بنا کر ''تحریک عدم تشدد کے اصولوں سے منحرف ہو گئی ہے'' مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر عدم تعاون کی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ گاندھی کے اس غیر متوقع فیصلے سے مسلمانوں کو بہت دکھ پہنچا۔ ان واقعات کے باوجود ہندوستان میں تحریک خلافت جاری رہی،

معاہدہ لوازن:

1924ء میں اتحادی افواج اور مصطفےٰ کمال پاشا کے درمیان معاہدہ لوازن کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا۔ جس کی رو سے ترکی کا کنٹرول ترکوں (مصطفےٰ کمال پاشا) کے پاس رہے گا جبکہ مشرق وسطےٰ اور شمالی افرےقہ کے علاقوں پر ترکےوں کا کنٹرول ختم ہو گیا۔ حجاز مقدس کو عربوں کے حوالے کر دیا گیا۔

تحریک خلافت کا خاتمہ:

مارچ 1924ء میں مصطفی کمال اتاترک نے خلےفہ کو ملک سے نکال کر ترکی کو ایک سےکولر جمہوریت قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی برصغیر میں خلافت کی تحریک عملی طور پر ختم ہو گئی۔

تحریک خلافت کے نتائج واثرات

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک خلافت میں ہندوستان کے مسلمان عدے م المثال قربانیاں دینے کے باوجود خلافت کا تحفظ نہ کرسکے لے کن اس جدوجہد نے برصغیر کی تاریخ پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے۔

-1 مسٹر گاندھی نے عیاری سے کام لیتے ہوئے مسلمان قائدین کو حکومت برطانیہ کے خلاف عدم تعاون کی تحریک چلانے پر مجبور کیا مسلمانوں نے ہوش کی بجائے جوش سے کام لے کر اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا سرکاری ملازمتوں سے استعفی دے دیا۔ ان استعفوں سے خالی ہونے والی آسامے وں پر ہندوؤں کو تعے نات کیا جانے لگا۔ سرکاری سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا گیا جس سے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی رک گئی۔ مزید برآں تحریک ہجرت کے دوران ہزاروں مسلمان گھرانے تباہ و برباد ہوگئے ان کے گھر بار بک گئے۔ ان کی زمے نیں اور جائیدادیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں چلی گئیں اس طر ح مسلمان ایک بار عظیم مالی اور سیاسی دشوارے وں سے دوچار ہوگئے۔

-2 تحریک خلافت نے مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس تحریک میں مسلم عوام کے ہر طبقے نے حصہ لیا انھوں نے سیاسی احتجاج کے طرے قے سے کھے اور ان کا عملی مظاہرہ کیا مسلمانوں لیڈروں نے ے ورپ کے مختلف شہروں کے دورے کیے اور بڑی جرا□ ت و بے باکی سے برطانوی زعماء کے سامنے خلافت اور مقامات مقدسہ کے بارے مسلمانوں کا نقط نظر پیش کیا اس سے مسلمانوں میں سیاسی شعور کی نئی لہر پیدا ہوئی اور وہ میدان سیاست میں اپنے حرے ف ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔

-3 تحریک خلافت سے قبل گاندھی کی شخصیت اتنی معروف اور اہم نہیں تھی۔ وہ ایک معمولی وکے ل تھے۔ مسلمانوں نے اسے شہرت دے کر عوامی شخصیت بنادیا۔ گاندھی نے سودیشی تحریک چلا کر عوام میں بڑھی مقبولیت حاصل کی اور اب وہ کانگریس کا صف اول کا لیڈر بن گیا۔ اس نے ہندوستان کی آئندہ سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہندوؤں نے مہاتما کی حیثیت سے اس کی پرستش شروع کردی۔ کانگریس کا کوئی لیڈر اب سیاسی میدان ہیں ان کی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔

-4 تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد اپنے نقطہ عروج کو پہنچ چکا تھا لے کن گاندھی نے جس طرح مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر عدم تعاون کی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا اس سے مسلمانوں کو دلی صدمہ ہوا پنڈت نہرہ اور لالہ راجپت رائے نے جے ل سے مسٹر گاندھی کے نام ایک پے غام بھجے جا۔

''آپ نے ایک گاؤں کے چند آدمے وں کے قصور پر پورے ملک کو سزا دی'' ۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-5 تحریک خلافت علماء کو میدان سیاست میں لانے کا باعث بنی ۔ اس سے قبل وہ صرف مساجد کے اندر ہی مذہبی سرگرمے وں میں مصروف رہتے تھے‘ لے کن تحریک کے دوران انھوں نے اپنے اپنے طرز عمل میں تبدیلی پیدا کی اور مسلمانان ہند کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے مسلمان

قائدین کی جانب دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا مسلم طلباء نے بھی سرکاری سکولوں اور کالجوں کو خے رباد کہہ کر عملی سیاست میں حصہ لیناشروع کر دیا انھوں ن ”اپنی مدد آپ“ کے اصول کو اپنا کر جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

-6 برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت اور مقدس مقامات کے تحفظ کے لیے بے نظیر قربانیاں دیں۔ان کے جوش وجذبہ سے خائف ہو کر برطانیہ علی

الاعلان ترکوں کے خلاف ے ونانے وں کی کوئی مدد نہ کر سکا جس کے باعث مسطفی کمال اتاترک نے ے ونانے وں کو ترکی کی سرزمے ن سے نکال باہر کیا۔

-7 ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کی حفاظت کے لیے جس محبت اور اے ثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اس سے عالمی برادری میں برصغیر کے مسلمانوں کا وقار بلند ہوا۔ان کی بے مثال قربانے وں نے اتحاد عالم اسلام کے لیے راہ ہموار کی۔

-8 تحریک خلافت نے برصغیر کے مسلمانوں کو پرجوش اور موثر قیادت عطا کی تعلیم یافتہ نوجوان اب سیاسی میدان میں زیادہ سرگرم عمل دکھائی دینے لگے۔اس عہد کے سیاسی راہنماؤں میں مولانا محمد علی جوہر‘ مولانا شوکت علی‘ سید سلیمان ندوی‘ مولانا حسرت موہانی‘ ظفر علی خاں اور احمد سعے د دہلوی کے نام قابل ذکر ہیں۔

-9 کانگریس اور مسلم علماء کی مشہور جماعت جمے عت علماء ہند کے درمیان تحریک خلافت کے دوران تحریک خلافت کے دوران اتحاد کی فضا قائم ہوئی جو قیام پاکستان تک برقرار رہی ۔ علماء اپنی سادگی کے باعث ہندوؤں کی مکارانہ سیاست کو نہ سمجھ سکے اور اکثریتی جماعت کانگریس کی مسلسل حمایت کرتے رہے۔آخر چند علماء نے جمے عت علماء اسلام کے نام سے ایک نئی جماعت تشکیل کی جس نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔

-10 تحریک خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی شدھی، سنگھٹن اور دیگر انتہا پسند ہندو جماعتوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے خاتمے کے لیے متعدد تحریکوں کا آغاز کیا۔ جن سے دونوں قوموں کے درمیان اختلافات بڑھتے چلے گئے اور جلد ہی پورا ہندوستان ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔ مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان روزمرہ کا معمول بن گیا۔

-11 تحریک خلافت خلافت سے قبل برصغیر کے مسلمانوں کا اندازہ فکر زیادہ ترے ن الاقوامی تھا۔ وہ غیر ممالک کے مسلمانون کے مسائل کے بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے۔ تحریک کے بعد بھی اگرچہ ان کے دلوں میں دنیا کے تمام

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلمانوں کے لیے ہمدردانہ جذبات موجور رہے لے کن اب انھوں نے ہندوستان کے اندرونی حالات بالخصوص مسلمانوں کے مسائل کی طرف توجہ دینی شروع کردی۔

-12 تحریک خلافت اگرچہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی لے کن اس نے برصغیر میں برطانوی راج کو متزلزل کردیا۔ اس تحریک میں ہندوستان کے تمام باشندے بلاامتیاز مذہب انگریز سامراج کے خلاف ڈٹ گئے جس سے برطانوی حکومت کے رعب ودبدبہ میں کمی آگئی۔ تحریک کے دوران کو خود انگریزوں نے محسوس کیاکہ ان کی حکومت کے دن اب گنے جاچکے ہیں۔

تحریک کی ناکامی کے اسباب

-1 گاندھی کاآمرانہ فےصلہ:

تحریک خلافت جب اپنے عروج پر تھی اور ملک میں سول نافرمانی کاآغاز ہونے والا تھامسٹر گاندھی نے عیاری سے کام لے کر چوراچوری کے واقعہ کو بہانہ بناکر تحریک کو ختم کرنے کااعلان کیاگاندی کے پاس اس آمرانہ اورے ک طرفہ اعلان سے مسلمان دل برداشتہ ہوگئے اور تحریک میں پہلے جیساجوش وخروش نہ رہا۔

-2 حکومت ترکیہ کاخلافت کوختم کرنے کااعلان:

مصطفی کمال اتاترک نے ےونانےوں کو شکست دے کر جدے د ترکی کی آزاد ریاست کی بنیاد رکھی۔ خلافت کا مسئلہ اب حکومت برطانیہ کے دائرہ اختیار سے نکل کر ترکوں کے اپنے ہاتھ میں آگیا۔ مارچ 1924ء میں گرے نڈ نیشنل اسمبلی نے خلافت کو ختم کرنے کااعلان کیاجس کی وجہ سے برصغیر میں
تحریک خلافت خودبخود ختم ہوکر رہ گئی۔

-3 خلافت فنڈ کوخورد برد کرنے کاالزام:

برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیا بعض لوگوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی زمےنیں فروخت کرکے رقم چندہ میں جمع کروادی۔ عورتوں نے اپنے قےمتی زیورات خلافت کمیٹی کی نذر کردےے۔ کمیٹی نے جمع شدہ رقوم کاحساب دینے سے گرےز کیا تحریک کے بعض قائدین پر غبن اور خورد برد کے الزامات لگائے گئے۔اس سے خلافت کمیٹی نے جمع شدہ رقوم کاحساب دینے سے گرےز کیا تحریک کے بعض قائدین پر غبن اور خورد برد کے الزامات لگائے گئے۔اس سے خلافت کمیٹی کی شہرت کوناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

-4 تحریک ہجرت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تحریک ہجرت ایک جذباتی اور غیر دانشمندانہ تحریک تھی مسلمانوں نے اپنی قیمتی جائیدادیں ' کاروبار' سازو سامان اور زیورات کوڑیوں کے مول فروخت کر دیے۔ وہ اپنے گھر بار سے محروم ہو گئے ہزاروں افراد ہجرت کے دوران ہلاک ہو گئے جو زندہ بچے وہ شدید مالی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔ ان حالات میں لوگوں نے تحریک کی سرگرمیوں میں حصہ لینا چھوڑ دیا۔

-5 مقاصد میں فرق:

تحریک خلافت کی بنیاد ہندو مسلم اتحاد پر رکھی گئی تھی۔ مگر دونوں قوموں کے اغراض و مقاصد مختلف تھے۔ مسلمانوں کے سامنے ایک خالصتاً مذہبی مسئلہ تھا۔ وہ خلافت اور مقامات متبرکہ کی حفاظت کے لیے بے چین تھے جبکہ ہندوؤں کو خلافت کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ گاندھی نے تحریک خلافت میں اس لیے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے جوش عمل سے بزدل ہندوؤں کی تربیت کا اہتمام کر سکیں۔

-6 مسلم زعماء کی گرفتاری:

تحریک خلافت کے دوران صف اول کے مسلمان قائدین جیلوں میں بند کر دیے گئے گرفتار ہونے والے لیڈروں میں علی برادران خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ تحریک خلافت کے روح رواں تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں مسٹر گاندھی تحریک کے ڈاکٹیٹر بن گئے انھوں نے مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر تحریک عدم تعاون کو ختم کرنے کا اعلان کرنے کا اعلان کیا گاندھی کے اس عاجلانہ فیصلے سے تحریک خلافت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

-7 عارضی اتحاد:

تحریک خلافت کی بنیاد ہندو مسلم اتحاد پر رکھی گئی تھی۔ یہ اتحاد کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عمل میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ دونوں قوموں کے حکومت برطانیہ کے خلاف نفرت کے منفی جذبات کا نتیجہ تھا لیکن جلد ہی انتہا پسند ہندو تحریکوں شدھی اور سنگھٹن نے دونوں قوموں کے درمیان مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی اختلافات کو ہوا دے کر اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ جس سے تحریک خلافت کو شدید دھچکا لگا۔

س7: تجاویز دہلی پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہندو جداگانہ انتخاب کو ہندو مسلم اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے 1927ء میں کانگریس ی راہنما پنڈت موتی لال نہرو نے قائداعظم محمد علی جناح سے اپیل کی کہ اگر مسلمان جداگانہ انتخاب کے اصول سے دستبردار ہو جائیں تو مصالحت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ قائداعظم نے جو اس وقت ہندوستان کی آزادی کے لیے دونوں قوموں کے اتحاد کو بہت ضروری سمجھتے تھے 20 مارچ 1927ء کو دہلی میں سرکردہ مسلمان راہنماؤں کی ایک کانفرنس طلب کی اور باہمی صلاح ومشورے سے ہندو مسلم اتحاد اور برصغیر میں قیام امن کی خاطر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا بشرطے کہ ہندو مسلمانوں کے مندرجہ ذیل مطالبات تسلیم کرلیں۔

تجاویز دہلی کے اہم نکات:

دہلی میں مسلمان راہنماؤں کی تجاویز کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

-1 سندھ کی ممبئی سے علےحدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک الگ صوبہ بنادیا جائے۔

-2 بلوچستان اور سرحد میں اصلاحات کا نفاذ:

دوسرے صوبوں کی مانند بلوچستان اور سرحد میں بھی اصلاحات نافذ کی جائیں۔

-3 پنجاب اور بنگال میں مسلم نمائندگی:

پنجاب اور بنگال کی قانون ساز کونسلوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمائندگی دی جائے۔

-4 مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں مخصوص کی جائیں۔

-5 مسلمانوں اور ہندؤوں کو مساوی مراعات:

مسلمان سندھ' سرحد اور بلوچستان میں ہندوؤں کو وہی مراعات دیں گے جو مسلم اقلیت کے صوبوں میں ہندو مسلمانوں کو دیں گے۔

-6 مسودہ قانون کی منظوری:

فرقہ وارانہ امور کے بارے میں اگر کسی قوم کے تین چوتھائی اراکین کسی مسودہ قانون کی مخالفت کریں تو اس مسودہ قانون پر غور نہیں کیا جائے گا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کانگریس کا ردِ عمل:

کانگریس نے ان تجاویز کو تسلم کر لیا بعد ازاں مہاسبھا اور متعصب ہندو راہنماؤں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان تجاویز کو مسترد کر دیا۔ جداگانہ طریق انتخاب سے دستبرداری کے فیصلے پر مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹ گئی سر محمد شفیع نے اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی علیحدہ تنظیم بنالی جو شفیع لیگ کے نام سے موسوم ہوئی۔

سوال 8: سائمن کمیشن کی تجاویز پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1919ء کی لارڈ چیمسفورڈ اصلاحات میں اعلان کیا گیا تھا کہ دس سال بعد ان اصلاحات کا جائزہ لے کر نئی اصلاحات نافذ کی جائیں گی۔ برصغیر کے عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور انگریز مخالفت کے سبب برطانوی حکومت نے اس کام کو وقت سے پہلے شروع کر دیا۔ اصلاحات کے لیے 1919ء کی اصلاحات کا جائزہ لینے کا اعلان وائسرائے ہند لارڈ ارون نے 8 نومبر 1927 کو کیا۔ اس اعلان پر ایک چھ رکنی کمیٹی کمیشن تشکیل دیا گیا۔ اس کمیشن کے تمام ارکان انگریز تھے۔ کمیشن کا سربراہ سر جان سائمن کو مقرر کیا گیا اس لیے اسے سائمن کمیشن کا نام دیا گیا۔

سائمن کمیشن کی سفارشات:

سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر مسلم لیگ دہلی مسلم تجاویز کی بناء پر پہلے ہی جناح لیگ اور شفیع لیگ میں منقسم ہو چکی تھی۔ اس موقعہ پر بھی جناح لیگ کمیشن کے مخالف اور شفیع لیگ کمیشن کے حق میں رہی۔ تاہم سیاسی جماعتوں نے کمیشن کو اپنی اپنی عرض داشتیں پیش کیں۔ اس موقع پر مسلم لیگ نے بھی کمیشن کو ایک عرضداشت پیش کی۔ بالآخر کمیشن نے مئی 1930ء میں دو حصوں پر مشتمل اپنی رپورٹ پیش کی جس کی سفارشات درج ذیل تھیں۔

حصہ اول:

سائمن کمیشن نے اپنی رپورٹ کے حصہ اول میں برصغیر کے سیاسی اور معاشرتی حالات کا جائزہ پیش کیا۔

حصہ دوم:

حصہ دوم میں کمیشن نے آئینی اصلاحات سے متعلق اپنی سفارشات پیش کیں جو درج ذیل تھیں۔

-1 وفاقی طرز حکومت:

برصغیر میں وفاقی طرز حکومت رائج کیا جائے۔

-2 صوبائی خود مختاری:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

صوبوں میں دو عملی نظام حکومت ختم کر کے ان کو حتی الامکان صوبائی خود مختاری دی جائے۔

3- سندھ کی بمبئی سے علے حدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے تاہم علے حدگی سے پہلے سندھ کے مالی وسائل سے متعلق مکمل چھان بے ن کی جائے۔

4- صوبہ سرحد میں آئینی اصلاحات کا نفاذ:

صوبہ سرحد میں بعض اہم اور ضروری اصلاحات نافذ کر دی جائیں۔

5- جداگانہ طرےق انتخابات کی برقراری:

جداگانہ طریق انتخابات کا سابقہ طرےقہ برقرار رکھا جائے۔

6- اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی آبادی سے زائد نمائندگی:

مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی سے زائد نشستیں دی جائیں۔

7- پنجاب اور بنگال میں مسلم نشستیں مخصوص کرنے سے انکار:

مسلم اکثریتی صوبے پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے نشستیں مخصوص نہ کی جائیں۔

8- ایک تہائی مسلم نمائندگی کی نامنظوری:

مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو ان آبادی کے تناسب سے نمائندگی دیتے ہوئے ایک تہائی مسلم نمائندگی کا مطالبہ مسترد کیا جائے۔

9- صوبوں میں اقلیتوں کی نمائندگی کی منظوری:

تمام صوبائی وزارتوں میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

10- مرکزی انتظامیہ کی حیثیت کی برقراری:

مرکزی انتظامیہ کی سابقہ حیثیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بڑے پےمانے پر کوئی ردوبدل نہ کیا جائے۔

حاصل کلام:

سائمن کمےشن کی مرتب کردہ بعض سفارشات کسی حد تک مسلم حقوق و مفادات کی ضامن تھیں۔ کانگریس نے اسی لئے کمےشن کی سفارشات کو مسترد کر دیا۔ اس کے برعکس کمےشن کی بعض سفارشات مسلم حقوق و مفادات کے تحفظ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کے منافی تھیں اسی بناء پر مسلم لیگ نے اور دیگر مسلم جماعتوں نے بھی ان سفارشات کو مسترد کر دیا۔ الغرض سائمن کے شن نہ تو ہندوؤں کو اور نہ ہی مسلمانوں کو مطمئن کر سکا۔ اس کی ناکامی سے آئینی بحران وسیع ہو گیا۔

سوال 9: نہرو رپورٹ پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب:

1927ء میں سائمن کے شن کی ناکامی کے بعد وزیدِ ہند لارڈ برکن نے اعلان کیا کہ

''ہندوستانی حکومت کے خلاف ہمہ شہ منفی نکتہ چے نیاں کرتے رہتے ہیں وہ اپنی طرف سے کوئی مشترکہ دستوری فارمولا پیش کریں''۔

قائداعظم نے سب سے پہلے اس چے لنج کو قبول کرتے ہوئے ہندوستانے وں سے اپے ل کہ کہ وہ متحد ہو کر ایک قابل قبول مشترکہ دستوری فارمولا ترتے ب دے کر اس چے لنج کا جواب دیں۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس نے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس مقصد کے لئے آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی۔ فروری 1928ء میں آل پارٹیز کانفرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح، موتی لال نہرو، مولانا محمد علی جوہر، پنڈت مدن موہن مالویہ، نواب محمد اسماعے ل، مسز وجنی نائےڈو اور شعے ب قرے شی نے شرکت کی 70 جماعتوں کی اس کانفرنس میں ہندو مہاسبھا کو بالادستی حاصل تھی۔

نہرو کمیٹی کا قیام:

پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی سر علی امام اور شعے ب قرے شی مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ اس کمیٹی نے تے ن ماہ کی مدت میں ایک رپورٹ تیار کی جو نہرو رپورٹ کے نام سے موسوم ہوئی۔

نہرو رپورٹ کی اہم سفارشات

نہرو رپورٹ 1928ء کی اہم سفارشات مندرجہ ذیل تھیں:

1- مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا طریقہ ختم کیا جائے کیونکہ یہ قومی جذبات کے خلاف ہے۔

2- پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت اپنے مفاد کا تحفظ بخوبی کر سکتی ہے لہذا ان صوبوں کے لیے آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمائندگی کا مطالبہ مسترد کر دیا جائے۔

3- مرکز میں مسلمانوں کے لیے 3/1 کی بجائے 4/1 نشستیں مخصوص کی جائیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

4- مسلم اقلیت والے صوبوں کے لیے آبادی کے تناسب کے مطابق مسلمانوں کی نشستوں کو قبول کر لیا گیا۔ لےکن ان کی اضافی نشستیں ختم کر دی گئیں۔

5- شمال مغربی سرحدی صوبے میں ہندو اقلیت کے لیے اضافی نشستوں کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا۔

6- صوبہ سرحد میں سیاسی اصلاحات کے نفاذ کی سفارش کی گئی۔ لےکن بلوچستان کو دانستہ نظر انداز کر دیا گیا۔

7- سندھ کو بمبئی سے الگ کرنے کی سفارش کی گئی بشرطے کہ سندھ اپنے اخراجات میں خود کفیل ہو سکے۔

8- مکمل آزادی کی بجائے درجہ نو آبادیات کا مطالبہ کیا گیا جس میں دفاع اور امور خارجہ جیسے اہم محکمے انگریزوں کی سپرد ہوں گے۔

9- ہندوستان کے لیے "وحدانی طرز حکومت" کی سفارش کی گئی اور باقی ماندہ اختیارات مرکز کے سپرد کر کے مضبوط ترےن مرکز کے قیام پر زور دیا گیا۔

10- میثاق لکھنو کی رو سے مسلمانوں کو دیا گیا وہ تحفظ کر دیا گیا کہ اگر کسی قرارداد کو کسی قوم کے تےن چوتھائی نمائندے اپنے لیے نقصان دہ قرار دیں تو اس قرارداد پر غور نہیں کیا جائے گا۔

قائداعظم کی تجویز کردہ ترامےم:

قائداعظم کی دلی خواہش تھی کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت نکل آئے لہذا آپ نے 22 دسمبر 1928ء کو آل پارٹیز کلکتہ کنونشن میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہرو رپورٹ میں مندرجہ ذیل چار ترامےم پیش کیں۔

(i) مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔

(ii) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو آبادی کے لحاظ سے نمائندگی دی جائے۔

(iii) سندھ کی بمبئی سے علےحدگی اور سرحد میں اصلاحات کو نہرو رپورٹ سے منسلک نہ کیا جائے۔

(iv) صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے۔

قائداعظم کی تجاویز پر غور کرنے لے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس نے ان تمام ترامےم کو مسترد کر دیا۔

نہرو رپورٹ کے اثرات

1- ہندو مسلم اتحاد کا خاتمہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نہرو رپورٹ کے بعد ہندو مسلم اتحاد کے امکانات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی جو ہندو مسلم اتحاد کے سفیر رہتے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ ''آج سے ہماری اور ہندوؤں کی راہیں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی ہیں''

-2 متحدہ دستوری فارمولا پیش کرنے میں ناکامی:

ہندوستان کے لیے ایک متفقہ دستوری خاکہ پیش کرنے کے لیے پنڈت موتی لال نہرو کی زیر صدارت ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی تاکہ وزیر
ہند لارڈ برکن ہیڈ کے چیلنج کا جواب دیا جاسکے۔ لیکن یہ کمیٹی حصول مقصد میں ناکام رہی اور اس نے جو رپورٹ تیار کی وہ مخصوص ہندو عزائم کا مظہر تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے اسے مسترد کر دیا۔

-3 مسلم زعماء کی مایوسی:

نہرو رپورٹ میں چونکہ مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس لیے ہر طبقہ فکر کے مسلمانوں نے اس رپورٹ کی شدید مذمت کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اسے ''ہندو غلبے'' سے تشبیہ دی۔ سر آغا خاں نے کہا کہ کوئی باشعور انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ مسلمان ان ذلت آمیز تجاویز کو قبول کر سکتے ہیں۔

-4 ہندو مسلم فسادات:

نہرو رپورٹ ہندوؤں کی پست ذہنیت اور روایتی تنگ نظری کی آئینہ دار تھی۔ اس کی اشاعت کے ساتھ ہی دونوں قوموں کے درمیان پرانے اختلافات ایک بار پھر پوری شدت سے ابھر آئے پورے ملک میں فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے۔ ہندوؤں کی مذہبی تحریکوں نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو مزید فروغ دیا۔

-5 مسلم اتحاد کی ضرورت:

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ ان کی صفوں میں اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسی مقصد کے لیے مسلمان راہنماؤں نے یکم جنوری 1929ء کو دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس طلب کی مسلم کانفرنس نے ایک بار پھر حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالا کہ مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات تسلیم کیے جائیں قائداعظم نے بھی مارچ 1929ء میں دہلی میں مسلم لیگ کا اجلاس طلب کیا۔ محمد علی جناح اور دوسرے مسلمان راہنماؤں نے فیصلہ کیا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کہ مسلم لیگ کے دونوں گروہ متحد ہو جائیں تا کہ برصغیر میں ہندوؤں کی متعصبانہ روش سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کیا جاسکے۔

حاصل کلام:

نہرو رپورٹ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کانگریس ہندو مہاسبھا کے زیر اثر مسلمانوں کے حقوق و مفادات کو سلب کرنا چاہتی ہے اور وہ کوئی ایسا آئین تیار نہیں کرے گی۔ جس میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی ضمانت موجود ہو۔ یہ رپورٹ در حقیقت میثاق لکھنو اور تجاویز دہلی کی متکبرانہ نفی تھی۔

س10: قائداعظمؒ کے چودہ نکات پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

نہرو رپورٹ کی ناکامی اور مسلمان راہنماؤں کی طرف سے تنقیدسے برصغیر کے سیاسی حالات مزید خراب ہو گئے۔ چنانچہ قائداعظم نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے چودہ نکات پر مشتمل تھے۔ 31مارچ 1929ء کو مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا اس میں مسلمانوں کے آئینی اور سیاسی مطالبات کو ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا گیا یہ مطالبات برصغیر کی تاریخ میں چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں۔

قائداعظم کے چودہ نکات:

قائداعظم کے چودہ نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

-1وفاقی آئین:

ملک کا آئندہ آئین وفاقی طرز کا ہو جس میں زیادہ تر اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں۔

-2صوبائی خود مختاری:

تمام صوبوں کو مساوی بنیاد پر صوبائی خود مختاری دی جائے۔

-3اقلیتوں کی موثر نمائندگی:

ملک کی تمام قانون ساز مجالس اور انتخابی اداروں کی تشکیل اس طرح کی جائے کہ تمام صوبوں میں اقلیتوں کو موثر نمائندگی حاصل ہو اور کسی اکثریت کو گھٹا کر اقلیت میں تبدیل نہیں کیا جائے۔

-4جداگانہ انتخاب کا اصول:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جداگانہ انتخاب کا طریقہ بدستور برقرار رکھا جائے لے کن ہر فرقہ کو حق حاصل ہو گا ک ہ وہ جب چاہے مخلوط انتخاب کا طریقہ قبول کر لے۔

-5 سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات کا نفاذ:

ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح سرحد اور بلوچستان میں بھی اصلاحات نافذ کی جائیں۔

-6 سندھ کی علے حدگی:

صوبہ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے مکمل صوبے کا درجہ دیا جائے اور اس میں اصلاحات نافذ کی جائیں۔

-7 مقننہ میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

-8 سرکاری ملازمتوں میں حصہ:

مسلمانوں کو تمام سرکاری اور خود مختار اداروں کی ملازمتوں میں مناسب حصہ دیا جائے۔

-9 صوبائی حدود میں تبدیلی:

صوبوں کی حدود میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جس کا اثر صوبہ پنجاب' سرحد اور بنگال کی مسلم اکثریت پر پڑے۔

-10 مکمل مذہبی آزادی:

ملک کی تمام قوموں کو مکمل مذہبی آزادی' عبادات' رسومات' تبلیغ ' اجتماع اور عقے دے کی آزادی کی ضمانت دی جائے۔

-11 وزارتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

تمام مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کم از کم ایک تہائی ہونی چاہے ے۔

-12 مسودہ قانون کی منظوری کا طریقہ کار:

کوئی ایسا مسودہ قانون' قرارداد یا تحریک منظور نہ کی جائے اگر کسی قوم کے تے ن چوتھائی ارا کے ن اس کی مخالفت کریں۔

-13 مسلم تہذے ب و ثقافت کا تحفظ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلم ثقافت، تعلیم ، زبان، مذہب اور شخصی قوانین کے تحفظ اور فروغ کے لیے دستور میں مناسب اہتمام کیا جائے۔ مسلم خیراتی اداروں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حکومت اور خود مختار اداروں کی طرف سے ان کے لیے امدادی عطیات کا بھی اہتمام کیا جائے۔

-14 آئین میں ترمیم کا اصول:

دستور میں اس وقت تک کوئی ترمیم نہ کی جائے جب تک وفاق میں شامل تمام صوبے اور ریاستیں اس کی منظوری نہ دے دیں۔

قائداعظم کے چودہ نکات کی اہمیت

قائداعظم کے چودہ نکات برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں ، ان کے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

-1 مسلم اتحاد:

تجاویز دہلی کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ دو گرہوں میں بٹ گئی ایک گروہ جس کی قیادت سر محمد شفیق کر رہے تھے شفیع گروپ اور دوسرا جناح گروپ کہلایا۔

-2 نہرو رپورٹ کا جواب:

نہرو رپورٹ کے ذریعے ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر برصغیر میں ایک ایسا نظام رائج کرنا چاہتے تھے۔ جس کا مقصد ہندو ریاست کا قیام تھا

-3 مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی:

قائداعظم کے چودہ نکات مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں ان میں اسلامی تہذیب، ثقافت، زبان، تعلیم ، مذہب، شخصی قوانین اور خیراتی اداروں کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا ان کی اشاعت پر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

-4 قائداعظم کی سیاسی بصیرت کا شاہکار:

قائداعظم کا چودہ نکاتی فارمولا آپ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار تھا۔ مولانا محمد علی جوہر نے قائداعظم کی فراست اور دانشمندی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو "اتحاد کی کمان۔

-5 مطالبہ پاکستان کا نقطہ آغاز:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قائداعظم کے چودہ نکات مسلمانان ہند کے جذبات کے ترجمان تھے لےکن ہندوؤں نے ان مطالبات کو ےکسر مسترد کر دیا۔ ہندوؤں کی اس متصبانہ روش نے واضح کر دیا کہ اب ہندوؤں کے ساتھ تعاون کر کے مسلمان اپنے حقوق و مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتے بلکہ انھیں خود اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنا ہو گا ان حالات میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے مطالبے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس طرح قائداعظم کے چودہ نکات مطالبہ پاکستان کے ضمن میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہندوؤں کا ردعمل:

آل انڈیا نیشنل کانگریس اور ہندوؤں کی دیگر تنظیموں نے قائداعظم کے چودہ نکات کو مسترد کر دیا ہندو مہاسبھا کے لےڈ ڈاکٹر مونجے نے ان نکات کو متحدہ قومیت کے منافی اور سندھ کی علےحدگی کو عیاشی قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہندو انھیں کبھی تسلیم نہیں کریں گے چودہ نکات کے اعلان سے قبل مسٹر گاندھی نے قائداعظم کو پیش کش کی تھی کہ میں آپ کو اپنا دستخطی کورا چےک دیتا ہوں آپ جس قدر رقم چاہیں درج کر لیں لےکن جب قائداعظم نے چودہ نکات کانگریس کی منظوری کے لیے پیش کیے تو گاندھی نے بوکھلا کر کہا:

"میں ذاتی طور پر ہر چےز کو قبول کر لینے کے لیے تیار ہوں لےکن کانگریس کی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

قائداعظم کے چودہ نکات نے یہ بات واضح کر دی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ راستوں پر چل رہے ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔

حاصل کلام:

المختصر یہ نکات قائداعظم کے تدبر اور فہم و فراست کا بےن ثبوت ہیں انھوں نے قائداعظم کی شہر کو چار چاند لگا دےے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی آپ کی علمی اور سیاسی بصیرت کے قائل ہو گئے۔ درحقیقت قائداعظم محمد علی جناح نے یہ نکات ہندوؤں کی متعصبانہ روش سے مجبور ہو کر مسلمانان ہند کے حقوق کے تحفظ کے لیے مرتب کیے تھے ہندو کانگریس نے انھیں مسترد کر کے ایک بار پھر اپنی مسلم آزادی کا ثبوت دیا ہندوؤں کی یہ روش قیام پاکستان کی تحریک ہےں مسلمانوں کے لیے بڑی مدد و معاون ثابت ہوئی چودہ نکات کے بارے میں ہندوؤں کی غیر دانشمندانہ پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری محمد علی نے لکھا ہے:

سوال 11: علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نہرو رپورٹ 1928 میں پیش کی گئی جسے مسلمانوں نے ماننے سے انکار کر دیا جبکہ 1929 میں قائد اعظم نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے چودہ نکات پیش کیے جنہیں ہندؤوں نے ماننے سے انکار کیا لہذا برطانوی حکومت نے 1930 میں برصغیر کے سیاسی مسائل کے حل کے لیے لندن میں گول میز کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا۔ قائد اعظم سمیت تمام بڑی بڑی شخصیات گول میز کانفرنس میں شرکت کے سلسلے میں لندن میں تھے لہذا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد کی صدارت کرنے لیے علامہ اقبال کا نام چنا گیا۔

خطبہ الٰہ آباد کے اہم نکات

خطبہ الٰہ آباد کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1- مسلمانوں کی علیٰحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:

آپ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔''

2- مغربی طرز جمہوریت کی مذمّت:

ڈاکٹر محمد اقبال جمہوری نظام کے زبردست مخالف تھے۔ گو کہ آج یہ نظام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کے مسائل کا حل اس میں موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے نزدیک دنیا کے معاشرتی و سیاسی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام میں ہے

3۔ علیحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ علیٰحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں علیٰحدہ مملکت کا تصور دیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں مدغم ہو جائیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر خود مختاری کا اصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔''

4۔ دو قومی نظریہ کا تصوّر:

علامہ اقبال نے 1930ء کے صدارتی خطبہ الٰہ آباد میں فرمایا کہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں ان میں کوئی چیز بھی مشترکہ نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک الگ حیثیت قائم رکھتے ہوئے ہیں۔ ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔''

5- نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:

1930ء میں علامہ اقبال نے فرمایا کہ:

'' اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں یں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام کے انسانیت پر در مقاصد کا اثر کم ہو رہا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے مخالف ہی نہیں ان کے بالکل متضاد ہوں۔''

6- اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ:

''اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔ وہ مادے اور روح کو ناقابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات روح اور مادہ، کلیسیا اور ریاست ایک یہ کل کے مختلف اجزاء ہیں۔ انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہو ترک کیا جا سکے۔''

-7 اسلام ایک زندہ طاقت ہے

1930ء کو الٰہ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے اسلام کی ابدیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے آپ نے ایک اے سے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس امر سے مائے وس نہیں ہوا کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو انسانی ذہن کو نسل اور وطن کی قے ود سے آزاد کرا سکتی ہے جس کا تصور ہے کہ مذہب کو فرد یا ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور جس کا اے مان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے۔ وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں اسلام انسان کی وحدت کو دو متصادم حصوں روح اور مادہ میں تقسیم نہیں کرتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات، روح اور مادہ، ریاست و کلے سا ایک دوسرے کا حصہ ہیں''۔

-8 اسلام افراد کو منظم کرنے کی طاقت

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

علامہ اقبال کے نزدیک اسلام ہی ایک واحد طاقت ہے جو منتشر افراد کو منظم کر کے ایک قوم میں بدل سکتا ہے آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

''اسلام ہی ایک ایسا جزو ترکیبی تھا جس سے مسلمانانِ ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی۔ یہ وہ بنیادی جذبات اور وفاداریاں وجود میں لایا جنہوں نے رفتہ رفتہ منتشر افراد اور جماعتوں کو یکجا کر دیا۔ بالآخران لوگوں نے ایک واضح قوم کی صوعت اختیار کرلی۔ در حقیقت یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ دنیا میں شایےدھندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام نے افراد کو منظم کرنے کا بہترےن مظاہرہ''۔

-9متحدہ قومیت کی تردےد:

1930ء کو الہ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے برصغیر میں متحدہ قومیت کی تردےد کرتے ہوئے فرمایا:

''ہندوستان انسانوں کا ایسا براعظم ہے جس میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مذاہب کی پےروی ہوتی ہے ہندو خود بھی ایک متحدہ گروہ نہیں ہیں ہندوستان میں ےورپی جمہوریت کا اصول حقائق کو نظرانداز کر کے نافذ نہیں کیا جا سکتا ہندوستانی قومیت کا نعرہ لگا کر مسلمانوں پر اکثریت کی مطلق العنان حکمت قائم کر کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کو مانے بغیر کوئی وفاقی نظام کامیاب نہیں ہو سکتا''۔

-10برصغیر کی حالت زار:

علامہ اقبالؒ نے برصغیر کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہندوستان کی سیاسی غلامی اےشیا بھر کے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ بن رہی ہے اس غلامی نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اس سرزمےن کو اظہارِ خودی کی اس مسرت سے ےکسر محروم کر دیا ہے جس کی برکت سے یہ کبھی ایک عظیم الشان اور درخشندہ ثقافت کی تخلےق کا موجب بنی''۔

-11نصب العےن کا تعےن:

علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الہ آباد میں نصب العےن کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ''ہندوستان اور اےشیا کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان سے ہم اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا نصب العےن متعےن نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے ہم سب پختہ عزم نہ کرلیں''۔

جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں — وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-12آزاد مسلم مملکت کے فوائد:

علامہ اقبالؒ نے آزاد مسلم مملکت کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم مملکت کا مے را یہ مطالبہ ہندوستان اور اسلام دونوں کے لیے منفعت بخش ثابت ہو گا ہندوستان کو اس سے حقےقی امن اور سلامتی کی ضمانت مل جائے گی جو قوتوں کے توازن کا فطرتی نتےجہ ہو گی۔ اور اسلام کو اس سے موقع مے سر آجائے گا کہ وہ اپنے قوانےن تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور حرکت عطا کر سکے۔ اور انہیں عصر حاضر کی روح کے قرےب آنے کے قابل بنا سکے"۔

-13مسلم اتحاد کی ضرورت

علامہ اقبال نے اتحاد بےن المسلمین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

"میں فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیہ سے ناامید نہیں ہوں لےکن میں آپ سے یہ احساس نہیں چھپا سکتا کہ موجودہ نازک حالات کے ازالہ کے لیے مستقبل قرےب میں آزادانہ جدوجہد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب پوری قوم میں اس کا عزم موجود ہو اور ان کے تمام ارادے ایک مرکز پر مرکوز ہوں"۔　　ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے　　نےل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

-14فرقہ واریت کی مذمت:

آپ نے برصغیر میں فرقہ واریت کی شدید مذمت کی اور دوسری قوموں کی مذہبی اقدار کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"وہ فرقہ واریت جو دوسری اقوام سے نفرت اور خواہی کا درس دے اس کے گھٹیا اور سفلی ہونے میں کوئی تامل نہیں۔ میں دوسری قوموں کے قوانےن' رسوم' معاشرت اور مذہبی اقدار کی دل سے قدر کرتا ہوں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے مے را یہ فرض عےن ہو گا کہ وقت ضرورت "احکام قرآنی" کے تقاضوں کے مطابق ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کروں"۔

-15سائمن کمےشن کی سفارشات پر تنقےد

سائمن کمےشن کی سفارشات پر تنقےد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "سائمن کمےشن نے بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت کی سفارش نہ کر کے ان کے ساتھ ایک بڑی ناانصافی کی ہے۔ مسلمان ہندوستان میں کسی ایسی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

آئینی تبدیلی کو قبول نہیں کریں گے جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اکثریت حاصل نہ کر سکیں۔ یا مرکزی مجلس قانون ساز میں انھیں 33 فیصد اکثریت حاصل نہ ہو"۔

خطبہ الٰہ آباد کی اہمیت

علامہ اقبال کا خطبہ صدارت تاریخ برصغیر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے. آپ نے خطبہ الٰہ آباد میں برصغیر کے مستقبل کا خاکہ پیش کیا اسی خطبے کی بنا پر آپ کو تصور پاکستان کا خالق کہا جاتا ہے۔

1۔ خطبہ ال□¾ہٰ آباد کو پاکستان کی نظریاتی اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر علیحدہ ریاست کا قابل عمل تصور پہلی بار پیش کیا گیا۔

2۔ خطبہ الٰہ آباد نے مسلمانوں کے لیے منزل متعین کر دی۔ پھر اس کے حصول کے لیے تحریک آزادی تحریک پاکستان بنی۔

3۔ خطبہ الٰہ آباد اقبال کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

4۔ خطبہ الٰہ آباد بلاشبہ پاکستان کی جدوجہد کا پہلا فیصلہ کن قدم ہے۔

ہندوؤں کا ردعمل:

ہندوؤں نے علامہ اقبال کے اس خطبے پر شدید ردعمل کا اظہار کیا الٰہ آباد کے اخبار لیڈر نے لکھا:

"گول میز کانفرنس میں برطانوی اور ہندوستانی حلقے اس بات پر سخت ناراض ہیں کہ اقبال نے یہ تجویز عین اس وقت پیش کی جب کانفرنس آل انڈیا آئین کی تیاری میں مصروف ہے"۔

ایک متعصب ہندو اخبار "پرتاب" نے اس خطبہ پر جو اداریہ لکھا اس کا عنوان تھا" شمالی مغربی ہندوستان کا ایک خطرناک مسلمان" اس میں علامہ اقبال کے متعلق جنونی، متعصب، زہریلا اور تنگ نظر کے الفاظ استعمال کیے گئے ایک ہندو لیڈر بی۔ سی پال نے اس خطبہ صدارت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

"اقبال ہندوستان میں دوبارہ ایک اسلامی مملکت کا خواب دیکھ رہا ہے"۔

ہندو پریس نے اسے "اسلام ازم" کی ایک سازش قرار دیا جس کے تحت شمال مغربی ہندوستان کی مجوزہ اسلامی ریاست کے مسلمان افغانستان، ایران اور ترکی کی امداد سے پورے برصغیر پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندو تقسیم ہند کے تصور سے کس حد تک لرزاں تھے۔ سناتن کالج لاہور کے وائس پرنسپل پروفیسر رائے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سے برطانوی حکومت پر اس تجویز کے مہلک اثرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''کہ فوجی بھرتی کے تمام علاقے پاکستان کی مجوزہ ریاست میں ہیں۔اس صورت حال میں اس تجویز سے ملکی دفاع کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے''۔انھوں نے اسے پنجاب کے سکھوں کے لیے بھی خطرناک قرار دیا۔

برطانوی حکومت کا ردعمل:

علامہ اقبال کے مسلم ریاست کے تصور سے متاثر ہو کر جب چوہدری رحمت علی نے 1933ء میں پنجاب' سرحد' بلوچستان' سندھ اور کشمیر پر مشتمل اسلامی ریاست قائم کرنے کی تجویز پیش کی تو برطانوی پارلیمنٹ نے فوری طور پر اس کا نوٹس لیا۔ایک رکن پارلیمنٹ نے اسے ہندوستان میں ''خانہ جنگی کا پیش خے مہ'' قرار دیا۔دوسرے رکن نے مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں پر زیادہ انحصار کرنے کا مشورہ دیا۔سٹیٹس مے ن نے اس مطالبہ کی تفصیلات پر بحث کرتے ہوئے اسے'' عہد رفتہ کی مغل شان وشوکت کے احیاء کا خواب پاکستان'' قرار دیا۔

سوال12: گول میز کانفرنسوں پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1927 سائمن کے شن کی ناکامی کے بعد آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی جس میں موتی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ مستقبل کے دستور کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کر سکے نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا جسکی وجہ سے مسلمانوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا نہرو رپورٹ کے جواب میں قائداعظم نے 1929 میں چودہ نکات پیش کیے ان نکات میں مسلمانوں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا تھا مگر ہندؤوں نے انہیں سخت تنقے د کا نشانہ بنایا۔ بالآخر وائسرائے ہند لارڈ ارون نے برطانیہ میں گول میز کانفرنس بلانے کا اعلان کر دیا تاکہ تمام سیاسی جماعتوں کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر کے برصغیر کے سیاسی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔

پہلی گول میز کانفرنس:

برطانوی وزیر اعظم مے کڈانلڈ نے 12 نومبر 1930 کو پہلی گول میز کانفرنس کا آغاز کیا جو 19 جنوری 1931 تک جاری رہی۔

کانفرنس میں شریک نمائندوں کی تعداد:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پہلی گول میز کانفرنس میں کل 72 ہندوستانی نمائندوں نے شرکت کی ہندوستانی نمائندوں میں 16 نمائندے مسلمان تھے مسلمان نمائندوں میں سے قابل ذکر سر آغاخان، قائد اعظم محمد علی جناح اور مولانا محمد علی جوہر تھے ان کے متفقہ قائد سر آغاخان اور نائب قائد میاں محمد شفیع تھے۔

کانفرنس میں طے پانے والے امور:

پہلی گول میز کانفرنس میں متفقہ طور پر درج ذیل امور طے پائے گئے۔

-1 وفاقی نظام حکومت:

ہندوستان کے لیے سب سے مناسب طرز حکومت ریاستوں اور صوبوں پر مشتمل وفاقی نظام حکومت ہے۔

-2 صوبائی خود مختاری کا قیام:

صوبوں میں رائج دو عملی نظام حکومت کو ختم کر کے مکمل صوبائی خود مختاری کے لیے صوبوں میں ذمہ دار حکومت کا قیام ضروری ہے۔

-3 سندھ کی بمبئی سے علے حدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے اس غرض کے لیے سندھ کی مالی معاملات کی جانچ پڑتال کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے نیز سندھ کی علے حدگی کے ساتھ ساتھ سندھ میں بھی دیگر صوبوں کی طرح مکمل ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔

-4 صوبہ سرحد میں اصلاحات کا نفاذ:

شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اصلاحات نافذ کرتے ہوئے اسے مکمل صوبے کا درجہ دیا جائے۔

کانفرنس میں طے نہ پانے والے امور:

پہلی گول میز کانفرنس میں دستور کی تیاری کے لیے آٹھ ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ وفاقی نظام حکومت کی تفصیلات و اقلیتی امور کے مسائل کے حل کے لیے دو ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں جو اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہیں۔ درج ذیل امور جو ان کمیٹےوں کے ذمے لگائے گئے، طے نہ پا سکے تھے۔

-1 تقسیم اختیارات:

مرکز اور صوبائی اختیارات کی تقسیم نہ ہو سکی۔

-2 دیسی ریاستوں کی حیثیت کا تعین:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

وفاقی نظام حکومت میں ہندوستانی دیسی ریاستوں کی حیثیت طے نہ سکی۔

-3جداگانہ طریق انتخابات:

مسلمانوں کا جداگانہ انتخابات کا حق ہندو مخالفت کے باعث قبول نہ کیا گیا۔

-4مرکز میں ایک تہائی مسلم نمائندگی:

مرکز میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی کو بھی منظور نہ کیا گیا۔ ہندومہاسبھا کے لیڈر مسٹر جے کار نے اسکی شدید مخالفت کی۔

-5مسلم نشستیں مختص نہ کرنا:

صوبہ پنجاب وبنگال میں مسلم اکثریت کی بناء پر قانون سازاداروں میں مسلم نشستیں مختص نہ کی گئیں۔

دوسری گول میز کانفرنس

دوسری گول میز کانفرنس 7 ستمبر 1931ء میں شروع ہوئی گاندھی ارون معاہدہ اور کانفرنس حکومت برطانیہ نے کانگریس کو اجلاس میں شریک کرنے کے لیے گاندھی جی سے ایک معاہدہ کیا جسے گاندھی' ارون پیکٹ' کا نام دیا گیا اس معاہدے کی روسے کانگریس نے سول نافرمانی کی تحریک ختم کر کے گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کا اعلان کیا۔ کانگریس کی نمائندگی تنہا گاندھی جی نے کی۔

مسلم لیگ کا وفد:

مسلم لیگ کی طرف سے قائدا عظم' علامہ اقبال اور سر محمد شفیع نے شرکت کی۔

کمیٹےوں کی تشکیل :

اقلیتی امور کی کمیٹی میں جب فرقہ وارانہ مسائل زیر بحث آئے تو گاندھی جی نے ہندوستان کی کسی بھی قوم کو اقلیت ماننے سے انکار کر دیا اور انگریز حکومت پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ کانگریس برصغیر کے تمام لوگوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ انگریزوں کی آمد سے قبل تمام قومیں مل جل کر زندگی بسر کرتی تھیں انگریزوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے ان کے درمیان نفرت کی دے وار کھڑی کر دی۔ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد یہ اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

گاندھی کی ہٹ دھرمی:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

گاندھی جی کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہو کر مسلمانوں، اچھوتوں اور سکھوں نے آپس میں ایک سمجھوتہ کر لیا ان تمام فرقوں نے جداگانہ انتخاب کی پر زور حمایت کی۔ نومبر 1930ء میں اقلیتوں کے مطالبات جب اقلیتی امور کی کمیٹی کے سامنے پیش کیے گئے تو گاندھی نے یہ کہہ کر انھیں مسترد کر دیا کہ:

"اقلیتوں کی نمائندگی کا حق صرف کانگریس کو حاصل ہے" گاندھی جی کی ضد اور مسلم آزار پالیسی کی وجہ سے یہ کانفرنس بھی ناکام ہو گئی۔

کے ونل اے وارڈ:

جب ہندوستانی راہنما فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے تو حکومت نے اپنی طرف سے چند تجاویز پیش کیں جنھیں کے ونل اے وارڈ کا نام دیا گیا اس کی رو سے طے پایا:

(i) مسلمانوں اور برصغیر کی تمام دوسری اقلیتوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔

(ii) مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی تعداد سے زیادہ نمائندگی دی گئی۔

(iii) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے کم نمائندگی کی سفارش کی گئی۔

پونا پیکٹ :

کے ونل اے وارڈ کی رو سے اچھوتوں کو بھی جداگانہ انتخاب کا حق دیا گیا جس پر گاندھی اور دوسرے کانگریس ی راہنماؤں نے شدید احتجاج کیا گاندھی نے اس فیصلے کے خلاف مرن برت رکھ لیا بالآخر اچھوتوں کے لیڈر "امبے دکر" نے کانگریس کے اصرار سے مجبور ہو کر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا دسمبر 1932ء میں فریقین کے مابےن پونا کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا جس کی دو سے اچھوت جداگانہ انتخاب کے اصول سے دستبردار ہو گئے اور مخلوط انتخابات میں ان کے لیے چند نشستیں مخصوص کر دی گئیں۔ حکومت برطانیہ نے بھی پونا پیکٹ کو تسلیم کر لیا۔

تے سری گول میز کانفرنس

تے سری گول میز کانفرنس کے اجلاس 17 نومبر 1932ء سے 24 دسمبر 1932ء تک جاری رہے۔

کانگریس اور کانفرنس:

ہندو کانگریس نے اس اجلاس کا بھی بائیکاٹ کیا۔

قائداعظم اور کانفرنس:

قائداعظم کو چونکہ شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی اس لیے آپ بھی اس کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کمیٹےوں کی رپورٹس پر غور:

اس کانفرنس میں ذیلی کمیٹےوں کی تیار کردہ رپورٹوں پر غور و فکر کیا گیا چونکہ ہندوستانی لیڈر کسی حتمی نتےجے پر نہ پہنچ سکے اس لیے چند نشستوں کے بعد یہ کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ پہلی دونوں کانفرنسوں کی طرح یہ کانفرنس بھی ناکامی کا شکار ہو گئی۔

ناکامی:

گول میز کانفرنسیں برصغیر کے آئینی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے طلب کی گئی تھیں لے کن ہندو کانگریس کی مسلم آزار پالیسی کے باعث یہ کانفرنسیں اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہیں گاندھی جی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آئینی اقدامات کرنے سے گرےز کرے ان حالات میں دونوں قوموں کے درمیان اختلافات کی خلےج مزید وسیع ہو گئی اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کرے گی۔

حاصل کلام:

گول میز کانفرنسز کے درمیان ہندوستانی راہنما کسی آئینی فارمولے پر متفق نہ سکے۔ البتہ مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے علیحدہ صوبے کا درجہ دینے اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات کے نفاذ کی تجاویز پیش کی گئیں بعد ازاں یہی آئینی اصلاحادت 1935ء کے گورنمبٹ آف انڈیا ایکٹ کی بنیاد بنیں اس طرح مسلمانوں کو ان کانفرنسوں سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو گیا۔

سوال 13:　　تحریک پاکستان میں چوھدری رحمت علی کا نام کے وں اہم ہے؟ تفصیلی نوٹ لکھیں۔

جواب:

تحریک پاکستان میں چوھدری رحمت علی کا نام لفظ پاکستان کے خالق کے طور پر جانا جاتا ہے۔ تحریک پاکستان ہیں چوھدری رحمت علی کے کردار کے بارے میں تفصیلات درج ذیل ہیں۔

پیدائش و وطن:

چوھدری رحمت علی 1893ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے گاؤں موہار میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جالندھر ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور سے BA پاس کرنے کے بعد ایل ایل بی کیا۔ 1927ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ وہاں MA کرنے کے بعد کے مبرج یونیورسٹی اور ڈبلن یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کیا۔

سیاسی راہنماؤں سے ملاقاتیں:

انگلستان میں پہلی گول میز کانفرنس کے موقعہ پر انگلستان آنے والے مسلمان راہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں ''پاکستان'' کے بارے میں بتایا۔ لے کن ان کی بات کو سنجےدگی سے نہ لیا گیا۔ یہاں تک کہ اس وقت کے سیاسی راہنماؤں نے اسے ایک طالب علم کا شوشہ کہ کر انگریزوں کے سامنے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

پاکستان:

''پاکستان'' کا لفظ چوھدری رحمت علی نے کچھ اس طرح بیان کیا:

پاکستان کی 'پ' پنجاب سے، 'ا' افغانیہ یعنی صوبہ سرحد سے، 'ک' کشمیر سے، 'س' سندھ سے، اور 'تان' بلوچستان سے لیا گیا۔ اور اس طرح لفظ پاکستان بنا۔

لے کن اس وقت کے سیاسی راہنماؤں نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی۔

اب یا کبھی نہیں:

28 جنوری 1933ء کو چوھدری رحمت علی نے اپنا مشہور پمفلٹ ''اب یا کبھی نہیں (Now or Never)'' اپنے تےن ساتھی طلباء کے ساتھ مل کر چھاپا۔ اسی پمفلٹ کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ لفظ پاکستان اور اس کی تعرےف سے واقف ہوئے۔

پاکستان نیشنل موومنٹ:

چوھدری رحمت علی ایک متحرک شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کی عملی تعبےر کے لیے ایک تنظیم قائم کی جس کا نام ''پاکستان نیشنل موومنٹ'' رکھا۔ قیام پاکستان تک اس تحریک نے 24 کے قرےب کتابچے شائع کیے۔

گو کہ اس وقت چوھدری رحمت علی کی بات کو اتنا سنجےدگی سے نہ لیا گیا لے کن چند سال بعد 1940ء میں جب قرارداد لاہور پاس ہوئی تو ہندوؤں نے اسے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔ اور پھر تحریک آزادی تحریک پاکستان کے قالب میں ڈھل گئی اور چوھدری رحمت علی کا دیا ہوا نام بلآخر ایک نئی خود مختار مسلم ریاست کا نام بنا۔

www.pkplanet.com

س14 :1937 کے انتخابات اور کانگریس ی وزارتوں کے رد عمل پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1935ء کے دستور کے تحت 1937ء میں برصغیر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔کانگریس کو ان انتخابات میں اس کی توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی اور وہ گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں حکومت بنانے کا کامیاب ہوگئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کرسکی مسلم اکثریت والے صوبوں پنجاب' سندھ اور سرحد میں بھی مسلم لیگ اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ مسلم لیگ نے 492 مسلم نشستوں میں سے صرف 108 پر کامیابی حاصل کی۔

کانگریس ی حکومت کے مسلمانوں پر مظالم

کانگریس ی وزارتوں کے دور میں درج ذیل مظالم روا رکھے گئے۔

1۔اذان و نماز پر پابندی:

کانگریس ی وزارتوں نے مسلمانوں کے بارے میں انتہائی متعصبانہ روش اختیار کی۔ہندو مساجد میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھے نکتے، ےع ن نماز کے وقت مساجد کے سامنے بےنڈ باجے بجاتے، نمازیوں پر حملے کرکے انھیں شدید زخمی کردیا جاتا، قرآن کرےم کی بے حرمتی کی جاتی، مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا، محرم کے جلوس میں پٹاخے چھوڑ کر شعیہ سنی فسادات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ گائے کے ذبےحہ پر پابندی عائد کردی گئی کانگریس ی دور میں گائے ذبح کرنے کے جرم میں بہت سے مسلمان شہید کردےے گئے۔

2۔بندے ماترم:

کانگریس نے برسر اقتدار آتے ہی قابل اعتراض گیت بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دے دیا مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے یہ حکم جاری کیا گیا کہ صوبائی اسمبلیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور تمام سرکاری اور غیر سرکاری تقرےبات کا آغاز بندے ماترم سے ہو۔ یہ ترانہ چیٹرجی کے ناول انند ناتھ سے اخذ کیا گیا تھا اس ترانے میں ایسی باتیں شامل کی گئی تھیں جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تھی اس میں مسلمان فاتحےن کو ڈاکو، لٹےرا اور ظالم قرار دیا گیا تھا اس میں مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ مندر بنانے کا نعرہ بھی شامل تھا۔

3۔ترنگا پرچم:

www.pkplanet.com

کانگریس نے حکومت سنبھالنے کے فوراً بعد تمام سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر، ترنگا، جھنڈا لہرا دیا یہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اپنا جھنڈا تھا کسی سیاسی پارٹی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ پارٹی کے جنڈے کو سرکاری جھنڈا اقرار دے جب قائداعظم نے پنڈت نہرو کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو انھوں نے اسے ''مختلف رنگوں کا حسین امتزاج'' کہہ کر ٹال دیا۔

4۔واردھا سکیم:

واردھا سکیم گاندھی جی کی تجویز کردہ تھی یہ سکیم ''اہنسا'' اور وطن پرستی کے نظریات پر مبنی تھی۔اس نصاب کے ذریعے مسلمان بچوں میں جہاد کی اہمیت کو ختم کرکے بزدلی کے جذبات کو فروغ دینے کی بھیانک سازش کی گئی تاکہ مسلمان غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکنے کا خیال دل سے نکال دیں۔اس سکیم کے تحت متحدہ قومیت کا پرچار کیا گیا نئی درسی کتابوں میں مسلمان فاتحین کے شاندار کارناموں کو کم تر ثابت کرنے کے لیے ہندو مشاہیر کے فرضی کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام کو عام مشاہیر کی صف میں رکھا گیا تاکہ مسلمان بچوں کے دلوں میں ان مقدس ہستیوں کے لیے احترام کے جذبات خود بخود ختم ہو جائیں۔

5۔ودیا مندر سکیم:

ودیا مندر سکیم واردھا سکیم ہی کا ایک حصہ تھی اس کے تحت بچوں کو پرائمری تعلیم مندر میں دینے کا اہتمام کیا گیا تھا اس سکیم کا مطمع نظر بوں میں متحدہ قومیت کے نظریات کو فروغ دینا تھا ودیا مندروں میں مسلمان بچوں کے لیے لازم تھا کہ تھا کہ وہ گاندھی جی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں، ہندو گیت بندے ماترم گائیں، ترنگے کو سلامی دیں اور لباس میں دھوتی استعمال کریں ان مدرسوں میں بچوں کو تلقین کی جاتی کہ وہ اسلامی طریقہ سلام ''السلام علیکم'' کی بجائے نمستے اور جے رام جی کہیں۔ودیا مندر سکیم کے تحت شائع ہونے والی تمام کتابیں گنگا جمنی زبان میں تحریر کی گئی تھیں۔مسلم لیگ نے اس پر شدید احتجاج کیا در حقیقت یہ سکیم ہندی تہذیب ورسومات کو فروغ دینے کی خطرناک شازش تھی۔

6۔اردو زبان کا خاتمہ:

کانگریس کئی سالوں سے اردو زبان کو ختم کرنے کی کوشش میں مصروف تھی لیکن اپنے دور وزارت میں اسے اردو کو ختم کرنے کا سنہری موقع مل گیا، کانگریسی لیڈروں نے ہندی کو مشترکہ قومی زبان قرار دے دیا اور حکم جاری کیا کہ تمام سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں، کالجوں، عدالتوں اور دفاتر میں ہندی زبان کو رائج کیا جائے، سرکاری اشتہارات ہندی رسم الخط میں شائع کیے جائیں ریڈیو پر خبروں میں آسان الفاظ کی بجائے مشکل ہندی الفاظ کی بھرمار کر دی گئی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

7۔ مسلمانوں پر اقتصادی دباؤ:

کانگریس حکومتوں نے مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کے لیے ان کی جاگیروں اور جائیدادوں پر نا جائز قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور ایسے کاروباروں پر بھاری ٹیکس عائد کیے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھے سرکاری ملازمتوں کے دروازی ان پر بند کر دیے گئے۔ تکنیکی اداروں میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی لگادی گئی اور بہت سے مسلم اداروں کی سرکاری امداد بن کر دی گئی۔

-8ہندو مسلم فسادات میں اضافہ:

کانگریس کے اقتدار سنبھالتے ہی برصغیر میں ایک بار پھر ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑک اٹھی کانگریس کے دو سالہ دور وزارت میں 57 فرقہ وارانہ فسادات ہوئے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ڈیڑھ سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے جب کہ غیر سرکاری تعداد اس سے کہیں زیادہ زیادہ تھی کانگریسی غنڈوں نے بے گناہ مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے ان کے گھروں پر حملہ کر کے عورتوں کی بے حرمتی کی، معصوم بچوں پر تشدد کیا۔ ان کے مال و اسباب پر جبری قبضہ کر لیا جاتا تھا کانگریسی وزراء کی مسلم دشمنی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ سی۔ پی۔ کے ایک موضع کے چھ مسلمانوں کو سزائے موت اور چوبیس کو عمر قید کی سزا کا حکم دیا۔

-9عدلیہ اور انتظامیہ کے کام میں مداخلت:

کانگریس نے اقتدار میں آنے کے بعد انتظامیہ کے ساتھ ساتھ عدلیہ پر بھی مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ کانگریسی لیڈروں نے عدلیہ کے اراکین کو خطوط لکھے کہ وہ فیصلہ دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اگر فریقین ہیں سے ایک مسلم ہو تو فیصلہ اس کے خلاف دیں خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسکے علاوہ انتظامیہ کے کاموں میں مداخلت بھی شروع کر دی گئی۔

-10مسلم لیگ پر پابندی لگانے کی کوشش:

آل انڈیا مسلم لیگ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی۔ اس کے قیام سے مسلمانوں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ ''من حیث القوم'' میدان سیاست میں اتر آئے۔ کانگریسی لیڈر مسلم لیگ کو متحدہ ہندوستانی قومیت کے راستے ہیں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلم لیگ کے سوا کوئی ایسی سیاسی جماعت نہیں جو مسلمانونِ برصغیر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے۔ چنانچہ مسلم اقلیتی صوبوں میں وزارتیں بناتے وقت

11۔ ہندی کی تروےج:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کانگریس ی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے مشترکہ قومی زبان ہندی کو قرار دیا۔ جس مےن اسی فےصد الفاظ سنسکرت کے شامل تھے۔

12۔ذبےحہ گاؤپر پابندی:

کانگریس ی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے گائے ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی اور اسے فوجداری جرم قرار دیا۔

13۔معاشرتی وسماجی دباؤ:

ہندو پہلے ہی مسلمانوں کو غاصب اور لٹےرے سمجھتے تھے۔کانگریس ی وزارتیں قائم ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر معاشرتی اور سماجی دباؤ میں اضافہ کر دیا۔

14۔ملازمتوں میں جانبداری:

کانگریس ی وزارتوں کے دور میں مسلمانوں پر نہ صرف نئی ملازمتوں کے دروازی بند کر دے ے گئے بلکہ معمولی باتوں پر مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکالا جانے لگا۔

کانگریسی راج کے اثرات

کانگریس ی وزارتوں کے اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

-1علیحدہ وطن کا مطالبہ:

کانگریس ی وزارتوں نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ سے کوئی دلچسپی نہیں اور متحدہ ہندوستان میں کانگریس اور ہندوؤں کے ظالمانہ رویے کے باعث مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں انھوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اگر انگریز حکمرانوں کی موجودگی میں کانگریس مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم توڑ سکتی ہے۔ان کا کلچر اور ان کی تہذیب وثقافت کو نظر انداز کر سکتی ہے تو انگریزوں کے جانے کے بعد وہ ان سے کیا سلوک روا رکھے گی۔ان تلخ تجربات کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کر دیا۔

-2مسلم لیگ کی مقبولیت:

کانگریسی راج اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا کہ انھوں نے کانگریسی رویے سے مایوس ہو کر اپنے اندرونی اختلاف کو ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کیا۔

-3مسلمانوں کی معاشی بدحالی:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

انگریز حکومت نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کی تھی۔ رہی سہی کسر ہندوؤں نے پوری کر دی انھوں نے مسلمانوں پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ان کے کاروبار تباہ کر دیے مسلمانوں کے ساتھ لین دین بند کر کے ان کا معاشی بائیکاٹ کیا،ان کی دوکانیں لوٹ لیں ان کی املاک پر ناجائز قبضہ کر لیاان حالات میں مسلمان شدید مالی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔

-4متحدہ قومیت کی تردید:

کانگریس ی راہنماؤں نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنے کے لیے ''مسلم عوام رابطہ مہم'' شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مہم کا آغاز کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ جدید دنیا میں اس دقیانوسی نظریے کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں اس نے کانگریسی لیڈروں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی راہنماؤں سے بات چیت کرنے کی بجائے مسلم عوام سے رابطہ رکھ کر فرقہ پرستی کے رجحانات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

-5ہندو ذہنیت:

کانگریس دور وزارت میں ہندو ذہنیت کھل کر سامنے آگئی۔ مساجد کی بے حرمتی کی گئی مندروں کی تعمیر کے لیے مسلمانوں سے جبری چندہ لیا گیا۔ سرکاری عمارتوں پر ترنگا لہرا کر مسلمانوں کو اس کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کو گاندھی جی کی مورتیوں کی پوجا کے احکامات جاری کیے جاتے تھے۔

حاصل کلام:

ہندی زبان اور ہندو ثقافت مسلط کرنے کی کوشش کی اسلامی تہذیب و تمدن کے آچار مٹانے کے لیے مختلف تدابیر کیں ایسی تعلیمی پالیسی مرتب کی جس کا مقصد مسلمان بچوں کے ذہنوں سے اپنے اسلاف کی عشمت کو ختم کرنا تھا۔ ہندوؤں کے مظالم کی تفصیل پیرپور رپورٹ، شریف رپورٹ سی۔پی میں کانگریس راج اور مولوی فضل حق کی کتاب ''یہ پھر کبھی نہ ہوگا'' سے ملتی ہے سید ذاکر علی نے کانگریسی مظالم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''ہندو کانگریس پر جو دیوانگی اور پاگل پن سوار تھا اس کا مظاہرہ صوبائی وزارتوں کے دوران کیا گیا''

سوال 15:　　قرارداد پاکستان پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1930ء میں علامہ اقبالؒ نے الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے باضابطہ طور پر برصغیر کے شمال مغرب میں جداگانہ مسلم ریاست کا تصور پیش کر دیا۔ چوہدری رحمت علی نے اسی تصور کو 1933ء میں پاکستان کا نام دیا۔ سندھ مسلم لیگ نے 1938ء میں اپنے سالانہ اجلاس میں برصغیر کی تقسیم کے حق میں قرارداد پاس کر لی۔ علاوہ ازیں قائدِ اعظم بھی 1930ء میں علیٰحدہ مسلم مملکت کے قیام کی جدوجہد کا فیصلہ کر چکے تھے۔ 1940ء تک قائدِ اعظمؒ نے رفتہ رفتہ قوم کو ذہنی طور پر تیار کر لیا۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے انعقاد میں حکومتی رکاوٹیں:

مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس لاہور کے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہونا تھا۔ پنجاب حکومت نے برطانوی حکمرانوں کی ایماء پر امن وامان کا مسئلہ پیدا کر کے اور محکمہ زراعت نے جلسہ گاہ کی جگہ کا اچانک آٹھ ہزار روپیہ کرایہ طلب کر کے مسلم لیگ کے اجلاس کو ملتوی کرانے کے لیے دو بڑی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں کیں جو بالآخر ناکام ہو گئیں۔

قائدِ اعظم کی لاہور آمد:

قائدِ اعظم 21مارچ 1940ء کو بذریعہ فرنٹیئر میل لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

اجلاس کا آغاز:

سید حسن ریاض اپنی تصنیف ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں لکھتے ہیں کہ

''مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس لاہور میں 22مارچ 1940ء کو بڑی شان سے شروع ہوا۔'' جو تین دن 22مارچ تا24مارچ 1940 تک جاری رہا۔

قائدِ اعظمؒ کا صدارتی خطبہ

22مارچ کو اجلاس میں قائدِ اعظمؒ نے اپنی صدارتی تقریر کی۔ انہوں نے بین الاقوامی دنیا اور انگریز ہندوؤں پر واضح کر دیا کہ

''ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ اسلام اور ہندومت دو مختلف اجتماعی نظام ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق دو مختلف مذہبی فلسفوں، سماجی رسم ورواج اور ادبیات سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں دو ایسی تہذیبوں کے پیروکار ہیں کہ جن کی بنیاد دو متصادم خیالات وتصورات پر مبنی ہے۔ ان کی رزمیات ومشاہیر اور واقعات مختلف ہیں۔ اکثر ایک قوم کا ہیرو دوسری کا دشمن اور ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہوتی ہے۔ دو متصادم اقوام کو ایک ریاست میں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باندھنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان میں بے چینی بڑھے گی اور نظام حکومت برباد ہو جائے گی۔ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو ملک کے بعض حصوں میں واضح اکثریت کی حامل ہے۔ اس لیے اگر برطانوی حکومت چاہتی ہے کہ ہندوستانیوں کو امن اور خوشحالی حاصل ہو تو یہ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے دو جداگانہ قومی وطن تشکیل دیئے جائیں اور مسلمانوں کو وہ علاقے دے دیئے جائیں جہاں ان کی اکثریت ہے۔''

خطبے کے اہم نکات:

قائداعظم کے اس خطبے کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے:

1- مسلمان ایک علیٰحدہ قوم ہیں اور اپنا جداگانہ سماجی، ثقافتی اور مذہبی نظام رکھتے ہیں۔

2- برصغیر ایک ملک نہیں اور ہندو مسلم تنازعہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ جس کا حل برصغیر میں ایک سے زیادہ ریاستوں کا قیام ہے۔

3- متحدہ برصغیر میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہنے کا امکان نہیں۔

4- انہوں نے مختلف مثالیں دے کر تقسیم ہند کو پوری طرح تاریخی منطقی اور جائز مطالبہ قرار دیا۔

قرارداد کے اہم بنیادی نکات

1- آزاد مسلم حکومت کا قیام:

باہم متصل اکائیوں کی نئے خطوں کی صورت میں حد بندی کی جائے۔ شمال مغرب اور مشرق میں مسلم اکثریت والے علاقوں میں آزاد مسلم مملکتیں قائم کی جائیں۔

2- تقسیم کے علاوہ دوسری سکیم کی نامنظوری:

برصغیر کے لیے تقسیم کے علاوہ کسی دوسری سکیم کو منظور نہیں کیا جائے گا۔

3- ہندو علاقوں میں مسلمانوں کا تحفظ:

تقسیم ہو جاتی ہے تو ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

قراردادِ لاہور کی تائید و حمایت:

قراردادِ لاہور کی تائید سب سے پہلے 24 مارچ 1940ء کو مسلم اقلیتی صوبے یوپی کے مسلمان رہنما چودھری خلیق الزمان نے کی۔ بعد ازاں مسلم اکثریتی صوبوں میں سے صوبہ سرحد سے سردار اورنگ زیب خان، صوبہ سندھ سے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سر عبداللہ ہارون، صوبہ بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ اور صوبہ پنجاب سے مولانا ظفر علی خان نے قرارداد کی تائید و حمایت کا اعلان کیا۔

قراردادِ لاہور سے قراردادِ پاکستان تک:

24مارچ1940ء کو بیگم مولانا محمد علی جوہر نے اپنی تقریر میں قراردادِ پاکستان کا نام دیا۔ اس پر اپریل 1941ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقد مدراس میں بھی قراردادِ لاہور کو قرارداد پاکستان کے طور پر اپنا لیا گیا۔

قراردادِ پاکستان پر ردِّ عمل

مسلمانوں کا ردِّ عمل:

قراردادِ پاکستان پر مسلمانان ہند نے جس قدر خوشگوار پر مسرت ردِّ عمل کا اظہار کیا اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحدہ کرنے میں بڑی مدد ملی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ظفر احمد انصاری وہ علماء تھے جنہوں نے اس قرارداد کا بھرپور ساتھ دیا۔

کانگریس اور ہندوؤں کا ردِ عمل:

قراردادِ لاہور پر کانگریسی لیڈروں اور ہندو اخبارات نے اسلام و مسلمان دشمنی کے سبب قرارداد لاہور پر شدید ردِّ عمل کا اظہار کیا۔ راج گوپال اچاریہ نے کہا کہ

''مسٹر جناح کا یہ اقدام اس طرح کا ہے کہ جیسے دو بھائیوں کے مابین ایک گائے کی ملکیت پر جھگڑا ہوا اور وہ اسے کاٹ کر بانٹ لیں۔''

گاندھی نے قرارداد کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے اخلاقی پاپ (گناہ) قرار دیا۔ بیگم مولانا محمد علی جوہر کے قرارداد لاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام دینے پر ہندو اخبارات نے لفظ ''پاکستان'' پر طنز کرتے ہوئے اس کی اس طرح مخالفت کی کہ ہندو مشتعل ہوں۔ ہندو اخباروں نے قرارداد لاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام دیتے ہوئے اس دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے کے مترادف قرار دیا تیز اخبارات میں لفظ ''پاکستان'' کو نمایاں طور پر شائع کیا گیا تاکہ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔

قراردادِ پاکستان اور برطانوی پریس:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

برطانوی پریس نے قراردادِ لاہور کو کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ روزنامہ لندن ٹائمز، مانچسٹر، گارڈیان اور ڈیلی ہیرالڈ نے مختصر خبر شائع کی جب کہ ڈیلی ٹیلی گراف نے اسے سرے سے ہی نظر انداز کر دیا۔ لنڈن ٹائمز نے اپنی مختصر خبر میں پاکستان کی تجویز کو اس لیے رد کر دیا کہ اسے ہندوستان کی وحدت ختم ہو جاتی ہے۔

قراردادِ لاہور کی تاریخی اہمیت

-1قرادادِ پاکستان کی منظوری نے مسلمانانِ ہند کی منزل متعین کر دی جو کہ قیام پاکستان تھی۔ اب مسلمانوں کا ایک ہی مطالبہ تھا اور ایک ہی منزل تھی۔ ان کے مسائل کا ایک ہی حل تھا یعنی حصول پاکستان ایک علیٰحدہ اسلامی ملک۔

-2منزل کا تعین ہونے پر مسلم اتحاد کا جزبہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانانِ برصغیر جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ اس سے مسلم اتحاد کا فروغ حاصل ہوا اور انہوں نے منزل کا یقین جو ہوا تھا اس کے حصول کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔

-3قراردادِ پاکستان کی منظوری کی بعد مسلمانوں کا علیٰحدہ اسلامی ریاست کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قراردادِ پاکستان کے بعد برصغیر میں مسلم لیگ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ منظم ہونے لگی اور اپنی تعین کردہ منزل کی طرف رواں دواں ہونے لگی۔

-4قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ نتیجتاً مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر سامنے آئی۔

اس قرارداد کی بدولت بے ن الاقوامی طور پر محمد علی جناح کو ایک بڑا سیاسی راہنما تسلیم کیا جانے لگا۔

1906ء میں کانگریس کے اجلاس کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے گوپال کرشن گوکھلے نے کہا تھا کہ:

''ہندوستان کو جب آزادی ملے گی مسٹر جناح کی بدولت ملے گی۔''

قراردادِ پاکستان چونکہ قائدِاعظمؒ کی زیرِ صدارت منظور ہوئی تھی۔ اس لیے مسلمان تو ایک طرف انگریزوں کے ہندوؤں کے علاوہ بین الاقوامی مبصرین کو بھی شبہ نہ رہا کہ قائدِاعظمؒ کی قیادت میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ تقسیم پر مبنی ہے بالآخر وقت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں سرعت اور ہندوستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی نے ان کو بین الاقوامی شخصیت بنا دیا۔

خلاصۂ بحث:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مختصراً یہ کہ قرارداد پاکستان نہ صرف مسلمانوں کی پون صدی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا بلکہ علیحدہ مملکت کے حصول کی طرف پہلا فیصلہ کن قدم بھی تھا۔ اس قرارداد کی بدولت مسلمانان ہند اپنی منزل سے آشنا ہوئے اور پھر صرف چند سالوں میں منزل کا حصول ان کا مقدر بن گیا۔ سچ ہے جب منزل کا ادراک ہو جائے تو سفر جلد کٹ جاتا ہے۔

سوال 16: کرپس مشن 1942ء پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

جنگ عظیم دوم میں برطانوی مشکلات کے سبب برصغیر میں مسلم لیگ اور کانگریس حصول آزادی کے لیے متحرک ہو گئیں۔ ان حالات میں ہندوستانیوں کو اعتماد میں لینا نہایت ضروری تھا۔ اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ جنگ عظیم اوّل کی مانند جنگ عظیم دوم میں بھی ہندوستانی عوام برطانیہ کے بڑے مددگار ثابت ہو سکتے تھے۔ مقصد کے حصول کے لیے ایک مشن سر سٹیفورڈ کرپس کی سربراہی میں ہندوستان بھیجا گیا۔ یہ مشن "کرپس مشن" کہلایا۔

کرپس مشن تجاویز

مسٹر کرپس نے ہندوستان سے برطانیہ واپسی پر 29 مارچ 1942ء کو اپنی درج ذیل تجاویز کا اعلان کیا۔

1- ہندوستانیوں پر مشتمل حکومت کا قیام:

بعد از جنگ عظیم مرکزی حکومت میں محکمہ دفاع کے علاوہ دیگر تمام محکمے ہندوستانیوں کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے۔

2- ہندوستانی دستور ساز اسمبلی کی تشکیل:

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی جو آزاد ہندوستان کا دستور تیار کرے گی۔ بعد از برصغیر کو برطانوی نوآبادی (Dominon) کا درجہ دیا جائے گا۔

3- اقلیتوں کا تحفظ:

جنگ کے خاتمہ پر آئین ساز مجلس برصغیر کا وفاقی آئین تیار کرے گی۔ اس میں اقلیتوں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کیا جائے گا۔

4- صوبائی خود مختاری:

وفاقی حکومت میں شامل صوبوں کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اگر اس دستور کو تسلیم نہ کریں تو وفاقی حکومت سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد خود مختار مملکت یا وفاق قائم کر سکیں گے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کرپس تجاویز پر ردِ عمل

کانگریس کا ردِ عمل:

کانگریس کے لیڈروں نے یہ کہہ کر ان تجاویز کو مسترد کر دیا کہ

"برطانوی حکومت نے صوبوں کو علیحدگی کے اصول کو تسلیم کر کے ہندوستان کی وحدت کو نقصان پہنچایا ہے اور بالواسطہ مسلم لیگ کے تقسیم ملک کے مطالبے کو تسلیم کر لیا ہے۔

مسلم لیگ کا ردِ عمل:

کرپس تجاویز پر غور کرنے کے لیے اپریل 1942ء میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں متفقہ قرارداد کی منظوری کے تحت ان تجاویز کو مسترد کر دیا گیا۔

حاصل کلام:

کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف سے کرپس تجاویز مسترد کر دیا جس کی وجہ سے کرپس مشن ناکامی سے دوچار ہوا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے مطالبہ پاکستان کا بالواسطہ طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہی وہ بات تھی جو مسلم لیگ کی حصول پاکستان کی جدوجہد میں بے حد اہمیت کی حامل تھی۔

سوال 17: شملہ کانفرنس پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1942ء میں کرپس مشن کی ناکامی کے بعد انڈین نیشنل کانگریس نے حکومت پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا کہ وہ ہندوستان سے اپنا اقتدار ختم کر کے اختیارات کانگریس کو سونپ دیں۔ اس مقصد کے لیے گاندھی نے اپنی تحریکوں کا آغاز کر دیا۔ جلسے جلوس منعقد کیے جانے لگے۔ عدالتوں اور دفتروں کا بائیکاٹ کیا اور " ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کا آغاز کر دیا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں برطانیہ کو کامیابی ملی جس کی وجہ سے گاندھی کو اپنا رویہ تبدیل کر کے مسلم لیگ کو اپنے ساتھ ملانے کی دعوت دی۔ جبکہ قائدِ اعظمؒ نے مطالبہ پاکستان کے علاوہ کوئی اور فارمولے پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔

شملہ کانفرنس کا انعقاد

1945ءمیں لارڈ ویول نے ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کے ارکان کا شملہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تاکہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کو حل کیا جائے۔ اس کانفرنس میں سیاسی جماعتوں کے 21 سرکردہ رہنماؤں نے شرکت کی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1- مسلم لیگ کا وفد:

شملہ کانفرنس میں مسلم لیگ کی طرف سے قائدِ اعظمؒ، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر نے شرکت کی۔

2- کانگرس کا وفد:

کانگرس کا جو وفد کانفرنس میں شریک ہوا ان میں پنڈت جواہر لال نہرو، ابوالکلام آزاد اور بلدیو سنگھ شامل تھے۔

3- وزرائے اعلیٰ:

تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے بھی شرکت کی۔

4- دیگر پارٹیوں کے نمائندے:

شملہ کانفرنس میں یونینیسٹ اور دیگر پارٹیوں کے نمائندے بھی شامل ہوئے۔

شملہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد

شملہ کانفرنس کا مقصد ویول پلان 1945ء کی تجاویز پر غور کرنا تھا:

1- مستقبل کا دستور برصغیر کی تمام سیاسی طاقتوں کی مرضی سے بنایا جائے گا۔

2- گورنر جنرل کی انتظامی کونسل میں تمام تر ہندوستانی شامل ہوں گے جس میں چھ ہندو ارکان اور پانچ مسلم لیگی ارکان شامل کیے جائیں گے۔

3- انتظامی کونسل کا سربراہ گورنر جنرل ہو گا۔ کمانڈر چیف کے علاوہ تمام ارکان ارکانِ کونسل کا تعلق برصغیر سے ہو گا۔ ارکان کا چناؤ گورنر جنرل خود کرے گا۔

4- مرکز میں انتظامی کونسل کی تشکیل کے بعد تمام صوبوں میں انتظامی کونسلیں تشکیل دی جائیں گی۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی:

تمام نمائندوں نے شملہ کانفرنس میں شرکت کی، کانگریس نے شرکت سے پہلے ہی وضاحت کر دی تھی کہ وہ برصغیر کی تقسیم کے فارمولے کو نہیں مانے گی۔ کانفرنس کے آغاز میں ہی انتظامی کونسل کے پانچ مسلم نمائندوں کی نامزدگی پر جھگڑا ہو گیا۔ کانگریس ایک مسلم نشست اپنے لیے مانگ رہی تھی۔ اس نے ابوالکلام آزاد کا تقرر کر دیا۔ قائدِ اعظمؒ اس موقع پر ڈٹ گئے کہ پانچوں مسلم وزراء کی نامزدگی کا حق صرف مسلم لیگ کو حاصل ہونا چاہیے۔ قائدِ اعظمؒ صرف مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت منوانا چاہتے تھے۔ لارڈ ویول پانچویں مسلم نشست یونینیسٹ پارٹی کے لیڈر ملک خضر حیات ٹوانہ کو دینا چاہتے تھے۔ مگر قائدِ اعظمؒ اپنے اس مو□ ز قف پر ڈٹے رہے کہ مسلم لیگ کی مرضی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کے بغیر کسی مسلم ممبر کی نامزدگی نہیں کی جاسکتی۔تینوں فریق متفق نہ ہو سکے۔اسطرح شملہ کانفرنس کوئی نتیجہ نکلے بغیر ہی ختم ہو گئی۔

کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار

1- کانگریس کا مو ن قف:

کانگریس نے قائدِاعظمؒ کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

2- وائسرائے لارڈویول کا مو ن قف:

وائسرائے لارڈوے ول نے قائداعظم کے روےے کو کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار گردانا۔

3۔ قائداعظم کا مؤقف:

قائدِاعظمؒ کا مو ن قف تھا کہ شملہ کانفرنس والا ویول پلان دراصل وائسرائے اور گاندھی کا پھیلایا ہوا مشترکہ جال تھا۔اگر مسلم لیگ اسے قبول کرلیتی تو پاکستان حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

عام انتخابات کے نتائج:

1945-46ءکے انتخابات کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ مسلمان صرف مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔مسلمانوں نے تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو مسترد کر کے مسلم لیگ کو ووٹ دیے۔انتخابی نتائج نے قائدِاعظمؒ کے مو ن قف کی صداقت کا ثبوت فراہم کیا۔

سوال18: 1945-46ءکے انتخابات کا انعقاد کیوں کیا گیا؟ان انتخابات کے نتائج سے مسلمانوں کو کس طرح فائدہ پہنچا؟

جواب:

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد حکومت کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کی عوام میں حیثیت کیا ہے؟اور وہ برصغیر کے مستقبل کے بارے کس جماعت کے مو ن قف سے اتفاق کرتے ہیں۔ہندو پریس نے شملہ کانفرنس کی ناکامی کی ذمہ داری قائدِاعظمؒ پر ڈالی اور برصغیر کی حکومت نے اس مقصد کے لیے دسمبر1945ءمیں مرکزی اسمبلی اور جنوری1946ءمیں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروانے کا فیصلہ کیا۔

کانگریس کا منشور:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1- جنوبی ایشیاء کو ایک وحدت کی صورت میں آزاد کرایا جائے گا۔

2- برصغیر کی تقسیم کی کوئی سکیم قبول نہیں کی جائے گی۔

3- اکھنڈ بھارت قائم رہے گا۔

مسلم لیگ کا منشور:

1- قرارداد پاکستان کے تحت جنوبی ایشیا کو تقسیم کیا جائے۔

2- مسلم اکثریتی علاقوں ہیں مسلمانوں کو مکمل اقتدار حاصل ہو۔

3- مسلم لیگ کے علاوہ کوئی جماعت مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں۔

4- اگر عام انتخابات میں مسلمان مسلم لیگ کا ساتھ دیں تو پاکستان بننے دیا جائے۔

☆ 1945-46ء کے انتخابات کی بنیادی وجوہات:

1945-46ء کے الیکشن کی بنیاد مندرجہ ذیل دو وجوہات تھیں:

1- سیاسی جماعتوں کی عوام میں حیثیت:

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد یہ اندازہ لگانا ضروری ہو گیا تھا کہ مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں کیا حیثیت ہے اور وہ کس جماعت کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں۔

2- قائدِ اعظمؒ کا مو□ ٔ قف جاننے کا طریقہ:

قائدِ اعظمؒ کا مو□ ٔ قف "صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے" کو غلط یا درست ماننے کے لیے واحد طریقہ انتخابات ہی تھا۔ حکومت برطانیہ پر برصغیر میں سیاسی حال ڈھونڈنے کا امریکہ دباؤ بھی تھا۔

☆ انتخابات کے انعقاد کا اعلان:

دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی اور جنوری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا۔

☆ سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم

1- کانگریس کی انتخابی مہم:

کانگریس نے یونینیسٹ پارٹی، مجلس احرار، جمعیت العلمائے ہند اور دیگر جماعتوں سے اتحاد کیے۔ اس کے قائدین نے پورے برصغیر کے دورے کیے۔ زبردست انتخابی مہم چلائی۔ کانگریس ہر صورت مسلم لیگ کو شکست دینا چاہتی تھی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-2 مسلم لیگ کی انتخابی مہم:

مسلم لیگ کے لیڈروں نے ملک گیر دورے کیے۔ قائدِ اعظمؒ نے خرابیِ صحت کے باوجود طوفانی دورے کر کے مسلمانوں کو انتخابات کی اہمیت سے آگاہ کیا اور کانگریس کو چیلنج کیا کہ مسلم لیگ پاکستان کے بارے میں اپنے مطالبے کو سچا ثابت کرے گی اور مسلمان پاکستان تخلیق کر کے دم لیں گے۔ اس مہم میں طلبہ، طالبات بھی میدان میں نکل آئے۔ فضا پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ ہر ایک زبان پر یہ نعرے تھے۔"

بن کے رہے گا پاکستان، لے کے رہیں گے پاکستان

اور پاکستان کا مطلب کیا لَااِلٰہَ اِلاَّ اللہ۔

انتخابات کے نتائج اور اس کے فوائد

مرکزی قانون سازی اسمبلی کے نتائج:

مرکزی اسمبلی کے لیے پورے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے ہر نشست پر امیدوار کھڑا کیا اور تمام کی تمام نشستوں پر سو فیصد کامیابی حاصل کی۔

صوبائی اسمبلیوں کے نتائج:

صوبائی اسمبلیوں کے لیے 495 نشستیں مسلمانوں کے لیے مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے 434 نشستیں جیت کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔

مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت:

کئی سیاسی جماعتوں نے کانگریس کی حمایت کی تھی۔ مسلم لیگ نے ان سب کو شکست دے کر ثابت کر دیا کہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت صرف مسلم لیگ ہے۔

پاکستان کی بنیاد:

بھاری اکثریت سے انتخابات جیتنے کے بعد کوئی طاقت پاکستان کو بننے سے نہیں روک سکتی تھی اور ان نتائج نے پاکستان کی بنیاد مضبوط کر دی اور کانگریس کے اس دعوے کی نفی کر دی کہ کانگریس ہی ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے وہ ہے پاکستان کا حصول۔

سوال 19: کابینہ مشن (1946ئ) کے منصوبے پر نوٹ لکھیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جواب:

1945ء میں مسلم لیگ دشمن کانگریس کی حلیف برطانوی لیبر پارٹی انتخابات کے ذریعے برسرِ اقتدار آئی۔ لیبر پارٹی کے برسراقتدار آنے پر کانگریس نے خوشی کا اظہار کیا۔ قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عامہ کا اجلاس طلب کرکے یہ قرارداد منظور کروائی کہ

"نئی برطانوی حکومت جلد از جلد ہندوستان آئینی بحران کے حل کے لیے انتخابات کے انعقاد کا اعلان کرے۔"

کابینہ مشن کی تشکیل کا اعلان:

15 مارچ 1946ء کو برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹیلی نے ہندوستانی مسئلہ پر قابو پانے کے لیے اپنی کابینہ کے تین ارکان صدر ٹریڈ بورڈ لارڈ پیتھک لارنس، وزیر ہند سر سٹیفورڈ کرپس، وزیر بحریہ اے۔ وی۔ الیگزینڈر کو ہندوستان بھیجنے کا اعلان کیا۔ سر سٹیفورڈ کرپس اس وفد کے سربراہ تھے۔

کابینہ مشن کے بنیادی مقاصد:

کابینہ مشن کے دو بنیادی مقاصد تھے:

1- ہندوستان کی دستوری حیثیت اور حکومت کی شکل واضح کرنا۔

2- مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفرتوں کی خلیج کم کرکے متحدہ ہندوستان میں ہی رکھنے کی کوشش کرنا۔

کابینہ مشن کی ہندوستان آمد اور سرگرمیاں:

کابینہ مشن 23 مارچ 1946ء کو دہلی پہنچا۔ ہندوستان پہنچنے پر وزیر ہند سر سٹیفورڈ کرپس نے 24 مارچ 1946ء کو مسلمانانِ ہند کو مطمئن کرنے کے لیے پریس کانفرنس میں کہا۔

"ہندوستان میں جہاں کانگریس زیادہ بڑی جماعت ہے وہاں مسلم لیگ کو بھی مسلمانان ہند میں مکمل نمائندگی حاصل ہے۔"

کابینہ مشن کے اراکین نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہوئے دہلی پہنچتے ہی اولاً وائسرائے اور اس کی انتظامی کونسل کے اراکین سے ملاقاتیں کیں۔ بعد ازاں مشن کے ارکان نے صوبائی گورنروں سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں سے بات چیت کی۔ اس سے انہیں بخوبی یہ اندارہ ہوگیا کہ ہندوستان آئینی مسئلے کے حل کے لیے صرف کانگریس اور مسلم لیگ کو اعتماد میں لینا ضروری اور کافی ہے۔

کابینہ مشن پلان کا اعلان:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

16 مئی 1946ء کو کابینہ مشن نے اپنے منصوبے کا اعلان کیا۔

کابینہ مشن کی تجاویز

کابینہ مشن کی تجاویز درج ذیل تھیں۔

1- انڈین یونین کا قیام:

ہندوستان ایک یونین ہو گی جس میں کئی صوبے دیسی ریاستیں شریک ہوں گی۔ یونین کے پاس صرف امور دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے محکمے ہوں گے۔ مرکز کو اخراجات پورے کرنے کے لیے براہِ راست ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل ہو گا۔

2- یونین کی ایک کابینہ اور اسمبلی:

آئین میں یہ شرط رکھی جائے گی کہ فرقہ وارانہ نوعیت اور آئین میں ترمیم کے سلسلے میں نہ صرف پورے ایوان کی اکثریت کی تائید بلکہ ہندو اور مسلمان ممبروں کی اکثریت کی الگ الگ تائید بھی درکار ہو گی۔

3- یونین اور صوبوں کے اختیارات کا تعین:

یونین کے شعبوں امور دفاع، امورِ خارجہ اور امورِ مواصلات کے علاوہ دیگر تمام اختیارات صوبوں کی تحویل میں دیئے گے۔

4- صوبائی گروپوں کی تشکیل:

ہندوستانی یونین تین گروپوں پر مشتمل ہو گی جس میں تمام صوبے شامل ہوں گے۔

گروپ 'اے': مدراس، بمبئی، سی پی، یوپی، بہار اور اڑیسہ

گروپ 'ب': پنجاب، سندھ اور سرحد

گروپ 'سی': بنگال اور آسام شامل ہوں گے۔

5- گروپ فیڈریشن کا قیام:

ہر گروپ کی اپنی اپنی فیڈریشن ہو گی۔ ہر گروپ یہ طے کر سکے گا کہ صوبائی شعبوں میں سے کون کون سے شعبے صوبوں کے پاس رہنے چاہییں اور کون کون سے شعبے گروپ فیڈریشن کے پاس ہونے چاہئیں۔

6- یونین کے دستور میں ترمیم کا طریقہ □ ِ کار:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

یونین کے آئین کے تحت کوئی بھی گروپ یا صوبہ اپنی اسمبلی کی اکثریت کے فیصلے کی بناء پر ابتدائی دس سال گزر جانے کے بعد دستور کی شرائط پر نظر ثانی کا مطالبہ کر سکے گا۔

7- دستور ساز اسمبلی کی تشکیل اور طریقہ انتخابات:

دستور ساز اسمبلی کے اراکین کا انتخاب جداگانہ طریقہ انتخابات کے تحت عمل میں لایا جائے گا یعنی مسلمان اور سکھ اپنے اپنے نمائندگے، ہندو اور باقی سب اپنے اپنے نمائندے اپنے جداگانہ ووٹ سے منتخب کریں گے۔

8- دستور ساز اسمبلی کے فرائض:

دستور ساز اسمبلی میں شامل تمام صوبوں کے منتخب نمائندے اور صدر کا انتخاب کریں گے۔ صدر کے انتخابات اور اس کی رسمی کاروائی کے بعد تمام نمائندے اپنے اپنے گروپوں میں بٹ جائیں گے اور اپنے اپنے گروپ اور صوبے کا دستور تیار کریں گے۔ دستور کا یہ حصہ مکمل ہونے کے بعد تمام گروپ ایک بار پھر پوری دستور ساز اسمبلی میں بیٹھ کر آل انڈیا یونین کا دستور تیار کریں گے۔

9- ہند یونین سے علیٰحدگی:

صوبوں کو اختیار ہو گا کہ وہ دس سال گزر جانے کے بعد ہند یونین سے علیٰحدگی اختیار کر لیں۔

10- حقِ استرداد:

اگر کوئی سیاسی جماعت کابینہ مشن تجاویز کو ناپسند کرتی ہے۔ تو وہ انہیں مسترد کر سکے گی۔ البتہ عبوری حکومت میں شامل ہونے کا اختیار صرف اُس سیاسی جماعت کو دیا جائے گا۔ جو ان تجاویز کو مکمل طور پر تسلیم کرے گی۔

کابینہ مشن پر ردِ عمل

کانگریس کا ردِ عمل:

ہندو حلقوں میں اس غلط فہمی کے باعث کابینہ مشن منصوبے میں ہندوستان کو تقسیم ہونے سے بچا لیا گیا ہے اور منصوبے میں مطالبہ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں، زبردست خوشی کا اظہار کیا گیا۔ اس کے برعکس مسلم لیگ نے مطالبہ □ ِ پاکستان سے دستبردار ہوئے بغیر منصوبہ کو تسلیم کر لیا۔ اس سے ہندو ہیجانی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور کانگریس ورکنگ کمیٹی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ نیز ہندو پلان کو مسترد کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔

مسلم لیگ کا ردِ عمل:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسلم لیگ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاس میں کافی غور غوض کے بعد مطالبہ پاکستان کے مو□ز قف سے دستبردار ہوئے بغیر کابینہ مشن منصوبے کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ کیونکہ آل انڈیا یونین تین گروپوں پر مشتمل ہونا تھی۔ انہیں ابتدائی دس سال بعد علیٰحدہ ہونے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس طرح منصوبے میں پاکستان کا تصور موجود تھا۔

سوال 20: 3 جون 1947ء کے منصوبے پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

برطانوی حکمران ہر دور میں کانگریس کی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل کے لیے سرگرداں رہے۔ مسلمانانِ ہند کے اتحاد نے انگریز ہندو "اکھنڈ بھارت" کے خواب کو شرمند تعبیر نہ ہونے دیا۔ حکومت برطانیہ نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کوششیں کیں جو ناکام ثابت ہوئیں۔ بالآخر برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹیلی نے مارچ 1947ء لارڈ ویول کو واپس بلا کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے ہند بنا کر بھیج دیا۔ جس نے 3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا۔ منصوبہ تقسیم ہند کی تفصیل درج ذیل ہے:

برطانوی وزیر اعظم کا اعلان آزادی ہند:

20 فروری 1947ء کو وزیر اعظم برطانیہ لارڈ اٹیلی نے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

"انگریز 20 جون 1948ء تک ہندوستان کا اقتدار لازمی طور پر مرکزی حکومت یا صوبائی حکومتوں یا پھر کسی بھی بہتر طریقے سے جو ہندوستانی عوام کے لیے مفید ہوگا ان کو سپرد کر دیں گے۔"

ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان آمد اور سرگرمیاں:

لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند بن کر 22 مارچ 1947ء کو دہلی پہنچا۔ ہندوستان پہنچتے ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صوبائی گورنروں، انتظامی کونسل کے اراکین اور ہندوستانی سیاسی جماعتوں کے علاوہ کانگریس اور مسلم لیگ رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ قائد اعظم نے بھی تقسیم کے علاوہ کوئی بھی منصوبہ ماننے سے انکار کر دیا۔

سات لیڈروں کی کانفرنس:

منصوبہ تقسیم ہند پر غور کے لیے 2 جون 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن کی رہائش گاہ وائسرائے ایگل لاج دہلی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں کانگریس، مسلم لیگ اور سکھ نمائندوں پر مشتمل سات، لیڈروں نے شرکت کی جن کے ناموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کانفرنس میں شریک لیگی رہنما: قائداعظم محمد علی جناح ، خان لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر

کانفرنس میں شریک کانگریسی رہنما: پنڈت جواہر لال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل اور اچاریہ بے بی کرپلانی

کانفرنس میں شریک سکھ رہنما: سردار بلدے وسنگھ

کانفرنس میں شریک مذکورہ بالا ہندوستان رہنماؤں کے سامنے ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا جسے رسمی طور پر منظور کر لیا گیا۔

منصوبہ تقسیم ہند کے اہم نکات

وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے منصوبہ تقسیم ہند کا سرکاری طور پر 3 جون 1947ء کو اعلان کیا۔ برطانوی حکومت ہندوستان کے اقتدار سے 10 اگست 1947ء تک دستبردار ہو جائے گی۔ ملک کو دو خود مختار آزاد مملکتوں پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

1- غیر مسلم اکثریتی صوبے:

آسام، یوپی، سی پی، مدراسی، بمبئی، بہار اور اڑیسہ مسلم غیر مسلم علاقے جہاں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں کم تھی۔ ہندوستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

2- صوبہ پنجاب وبنگال کی تقسیم:

صوبہ پنجاب و بنگال کی فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کے اور غیر مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے سپرد کر دیئے جائیں۔ مذکورہ بالا صوبوں (پنجاب اور بنگال) کی تقسیم کے کام کی تکمیل کے لیے دو حد بندی کمیشن مقرر کیے جائیں گے۔ جس کا سربراہ سر سیرل ریڈ کلف کو مقرر کیا گیا۔

3- صوبہ سندھ:

صوبہ سندھ کے ممبران اسمبلی کو حق دیا گیا کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے کا اعلان کریں۔

4- صوبہ سرحد وسہلٹ (آسام) میں استصواب رائے:

صوبہ سرحد اور آسام کے ضلع سلہٹ میں استصواب رائے کے ذریعے معلوم کیا جائے گا کہ یہ علاقے پاکستان یا ہندوستان کے سپرد کر دیئے جائیں۔

5- بلوچستان کی رائے کا حصول:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

صوبہ بلوچستان کی پاکستان یا ہندوستان میں شمولیت کی رائے شاہی جرگہ کے نامزد ارکان اور میونسپل کمیٹیوں کے منتخب ممبران کے مشترکہ اجلاس میں لی جائے گی۔

6- ریاستیں:

برصغیر میں 635 ریاستیں تھیں جہاں نواب اور راجے حکومت کر رہے تھے۔ ہر ریاست کو حق دیا گیا کہ وہ دونوں ممالک میں سے جس سے چاہیں الحاق کر لیں ایسا کرتے وقت ہر ریاست اپنی جغرافیائی حیثیت اور مخصوص حالات کو پیش نظر رکھے گی یا وہ اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھ سکتی ہے۔

7- مشترکہ گورنر جنرل کا تقرر:

عبوری مدت کے لیے دونوں نئی آزاد خود مختار مملکتوں کا گورنر جنرل مشترک ہو گا اور موجودہ گورنر جنرل یعنی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا اس حیثیت سے تقرر کر دیا جائے گا۔

تقسیم ہند کے منصوبے پر ردِّ عمل

تقسیم ہند کے منصوبے پر کانگریس اور مسلم لیگ نے اپنے اپنے مو□ ز قف کی روشنی میں درج ذیل ردِّ عمل کا اظہار کیا۔

کانگریس کا ردِ عمل:

کانگریس تقسیم ہند کے منصوبے سے پہلے آگاہ تھی اس لیے اس نے منصوبے کی تمام تجاویز کو من و عن تسلیم کر لیا۔ نیز اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن مشترکہ گورنر کی حیثیت سے اپنے عہدے پر قائم رہیں گے اور اپنے تجربے کی بناء پر ہماری رہنمائی کرتے رہے گے۔

مسلم لیگ کا ردِّ عمل:

قائدِ اعظم کو خدشہ تھا کہ اگر ماؤنٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل منظور کر لیا گیا تو کانگریس کا دم بھرنے والا پاکستان کو شدید نقصان پہنچائے گا۔ اس خدشے کے پیش نظر انہوں نے تقسیم ہند کے منصوبے کی اس شرط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ:

''دونوں نئی آزاد خود مختار مملکتوں کا گورنر جنرل مشترکہ ہو گا اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا اس حیثیت سے تقرر کر دیا جائے گا۔''

جون 1947ء کے منصوبے پر عمل درآمد

www.pkplanet.com

1- غیر مسلم اکثریتی صوبے تو ہندوستان کا حصہ بننے ہی تھے۔ اُن کے بارے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا اسی لیے تمام غیر مسلم اکثریتی صوبے ہندوستان کا حصہ بنا دیئے گئے۔

2- سلہٹ میں ریفرینڈم ہوا۔ عوام کی بہت بڑی اکثریت نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا تو ضلع سلہٹ کو مشرقی پاکستان سے ملحق کر دیا گیا۔

3- سندھ کی اسمبلی کے ارکان نے بہت بڑی اکثریت کے ساتھ پاکستان میں شرکت کے حق میں ووٹ دیئے۔

4- بلوچستان میں شاہی جرگے اور کوئٹہ میونسپلٹی کے ارکان نے پاکستان کے حق میں اپنے ووٹ دیئے۔ اس طرح بلوچستان پاکستان کا حصہ بنا۔

5- صوبہ سرحد نے ریفرینڈم کے ذریعے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

6- پنجاب اور بنگال کی تقسیم کرنے کا فیصلہ سر ریڈ کلف کی سربراہی میں قائم کیے گئے ریڈ کلف کمیشن نے کرنا تھا۔ کمیشن نے پنجاب اور بنگال کے کئی اکثریتی علاقے بھارت کے حوالے کر کے پاکستان کو زرخیز اور مسلم اکثریتی علاقوں سے محروم کر دیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے لیے دریائی پانیوں اور کشمیر کا مسئلہ بھی پیدا کر دیا۔

7- ریاستوں کے الحاق کے مسئلوں میں بھی پاکستان کے ساتھ سخت ناانصافیاں کی گئیں۔ جموں و کشمیر، حیدر آباد دکن، جوناگڑھ، منگرول اور مناوادر کی ریاستیں ہندوستان کے حوالے کر دی گئیں۔

حاصل کلام:

منصوبہ تقسیم ہند صرف تاریخ پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ یہ اس لئے کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے اس منصوبے کے ذریعے مسلمانان ہند کے خواب "پاکستان" کو از خود شرمندہ تعبیر کر دیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کر کے پاکستان کے قیام کی بنیاد رکھ دی۔ اس پر دو ماہ اور دس دن بعد 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک بڑی اسلامی مملکت پاکستان قائم ہوئی۔

سوال 21: قانون آزادی ہند پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی تحریک پر انگریزوں نے ہندوؤں سے قیام پاکستان کے خلاف گٹھ جوڑ کر کیا۔ اس پر مسلمانان ہند مسلسل لیگ کے پلیٹ فارم اور قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں اپنے مو□ ز قف سے دستبردار نہ ہوئے۔

www.pkplanet.com

بالآخر برطانوی حکومت نے 3 جون 1947ء کو کچھ ترامیم کے ساتھ منظور کرتے ہوئے آزادی ہند کے آئین کی حیثیت دے دی۔ بالآخر اسی آئین کے تحت پاکستان معرض وجود میں آیا۔

قانون آزادی ہند کے اہم نکات

قانون آزادی ہند کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1- تقسیم و آزادی برصغیر:

14 اگست 1947ء کو برصغیر دو آزاد خود مختار مملکتوں پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ 14 اگست 1947 کو اقتدار پاکستان اور 15 اگست 1947ء کو اقتدار ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ دونوں نئی آزاد مملکتوں کو درجہ نوآبادیات حاصل ہوگا۔

2- برطانوی راج کا خاتمہ:

آزادی برصغیر کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے کئی حصے اور کسی معاملے پر برطانوی راج و عملدار نہیں رہے گی۔

3- نئے آزاد ممالک کے اختیارات:

دونوں نئے آزاد ممالک کے قانون ساز اداروں کو اپنے اپنے ممالک میں قانون سازی کے مکمل اور جامع اختیارات حاصل ہوں گے۔

4- نئی آزاد مملکتوں کا عبوری آئین:

دونوں نئی آزاد مملکتیں جب تک اپنے آئین تشکیل نہیں دے لیتیں اس وقت تک دونوں مملکتیں اپنا اپنا نظام حکومت چلانے کے لیے حکومت ہند کے آئین مجریہ 1935ء کو بروئے کار لائیں گی۔ تاہم انہیں یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ 1935ء کے آئین میں قانون آزادی ہند 18 جولائی 1947ء کی روشنی میں اپنے آئینی طریقہ کار اور مسائل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ضروری ترامیم کر لیں۔

5- عبوری آئین میں ترامیم کا طریق:

31 مارچ 1948ء تک ہر دو ممالک کے گورنر جنرل کو اپنے اپنے ملک کے عبوری آئین میں ضروری ترامیم کا حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد عبوری آئین کو دونوں ممالک کی مقننہ جات جاری رکھنے یا ترامیم کرنے کا حق رکھیں گی۔

6- نئی مملکتوں کے گورنر جنرل کے آئین اختیارات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان یا ہندوستان کی مقننہ جات کے منظور کردہ قوانین کو منظور کرنے کا آختیار حکومت برطانیہ کو نہیں بلکہ متعلقہ گورنر جنرل کو حاصل ہوگا۔

7- بادشاہ برطانیہ کے ''شہنشاہ ہند'' کے خطاب کا خاتمہ:

15 اگست 1947ء کو آزادی ہند کے بعد برطانوی بادشاہ کے خطبات میں سے ''شہنشاہ ہند'' کا خطاب ختم کر دیا جائے گا۔

حاصل کلام:

قانون آزادی ہند میں 18 جولائی 1947ء آزادی ہندوستان کی تاریخ میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ آئین کے تحت نہ صرف برصغیر کو آزادی دی گئی بلکہ نئی مملکتوں کو مکمل اور جامع اختیارات بھی دے دیئے گئے۔ بادشاہ برطانیہ کے خطابات میں سے ''شہنشاہ ہند'' کے خطاب کا خاتمہ کر کے آزاد
ہندوستان یا مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔ قانون آزادی میں پہلی بار 1935ء کے قانون ہند میں ہندوستانیوں کو ترامیم کی اجازت دی گئی۔ اس سے قبل 1935ء کے آئین میں ترامیم کا حق صرف برطانوی پارلیمنٹ کو حاصل تھا۔

سوال 22: قیام پاکستان کے لیے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات تفصیل سے بیان کریں؟ یا واضح کریں کہ قائد اعظم کی موجودگی کے بغیر پاکستان کا قیام ناممکن تھا۔

جواب:

محمد علی جناح نے گجرات کاٹھیاوار کے تاجر گھرانے میں جنم لیا۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی اور لنکنز ان (Lincoln's Inn) لندن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بمبئی میں پریکٹس شروع کی۔ سیاسی راہنما دادا بھائی نوروجی کے سیکرٹری رہے اور اس کے بعد کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ کانگریس نے آپ کی خدمات کی وجہ سے بمبئی میں آپ کے نام پر جناح ہال تعمیر کروایا۔ اسی وجہ سے سروجنی نائیڈو نے آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر (The Ambassador of Hindu Muslim Unity) قرار دیا۔ قیام پاکستان کے لیے آپ کی خدمات کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے۔

1۔ مسلم لیگ میں شمولیت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مولانا محمد علی جوہر کی کوششوں سے آپ نے 1913ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح آپ بے ک وقت مسلم لیگ اور کانگریس کے رکن بن گئے۔

2۔ میثاق لکھنؤ:

آپ چونکہ ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اور کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے رکن بھی تھے لہذا آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر 1916ء میں تاریخ ساز معاہدہ " میثاق لکھنؤ" کروانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ وہ واحد تاریخی موڑ ہے جس میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم تسلیم کیا اور جداگانہ طریق انتخاب پر راضی ہوئے۔

3۔ تجاویز دہلی اور قائداعظم:

قائداعظم جیسی بصیرت رکھنے والا سیاسی راہنما زیادہ دے رہندوؤں کا دوغلا رویہ برداشت نہ کر سکا۔ اور بالآخر آپ نے 1920ء میں کانگریس کی رکنیت چھوڑ کر صرف مسلمانوں کے مفادات کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ 1927ء میں آپ کی کوششوں سے مسلمان راہنماؤں نے تجاویز دہلی کا اعلان کیا جو مستقبل کا آئین بنانے کے لیے مسلمانوں کی متفقہ تجاویز تھیں۔

4۔ نہرو رپورٹ اور قائداعظم:

1928ء میں نہرو رپورٹ پیش ہوئی جو واضح طور پر مسلمانوں کے حقوق کے مخلف تھی قائداعظم محمد علی جناح نے انتہائی سختی سے نہرو رپورٹ کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا آج سے ہندوانڈیا اور مسلم انڈیا الگ الگ ہو گئے ہیں۔

5۔ قائداعظم کے چودہ نکات:

1929ء میں قائداعظم نے نہرو رپورٹ کے جواب ہیں آئےن سازی کے 14 راہنما اصول پیش کیے جو قائد اعظم کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں قائداعظم نے نہ صرف مسلمانوں کی ترجمانی کی بلکہ اقلیتوں کے حقوق کے لیے مجموعی طور پر قابل عمل قوانےن وضع کرنے کا طریقہ ءکار بتایا۔

6۔ گول میز کانفرنسیں اور قائداعظم:

قائداعظم محمد علی جناح نے 1930 اور 1931ء ہیں لندن میں ہونے والی پہلی اور دوسری گول میز کانفرنسوں میں مسلم لیگ کی طرف سے شرکت کی اور مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ یہ آپ کی فراست کا ہی نتےجہ تھا کہ ان کانفرنسوں میں مسلمانوں کے خلاف کوئی لائحہ عمل نہ بن سکا جیسا کہ کانگریس کی کوشش تھی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

8۔سیاست سے کنارہ کشی:

1931ء میں گاندھی اور کانگریس ی راہنماؤں کے متعصب روے ے، مسلم راہنماؤں کی سرد مہری اور مسلم لیگ کی اندرونی دھڑے بندے وں کی وجہ سے آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے لندن میں ہی مقےم ہونے کا فےصلہ کیا۔

9۔مسلم لیگ کی صدارت:

علامہ اقبال اور دیگر مسلمان راہنماؤں کی کوششوں کے نتےجے میں بالآخر قائداعظم واپس برصغیر واپس آنے اور مسلمانوں کی راہنمائی کرنے پر راضی ہوئے۔1934ء میں آپ واپس تشرےف لائے اور آپ کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنادیا گیا۔آپ نے صدر بننے کے بعد مسلم لیگ کی تنظیم نو کی اور اسے ایک فعال جماعت کے قالب میں ڈھال دیا۔

10۔کانگریس ی وزارتیں اور قائداعظم کا کردار:

1935ء کے آل انڈیا ایکٹ کے مطابق 1937ء میں ہونے والے انتخابات کے نتےجے میں کانگریس ی وزارتیں بنیں۔اور مسلم لیگ کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکی۔کانگریس ی وزارتوں کے روےے نے ثابت کر دیا کہ ہندو مسلمانوں کے حقوق کا احترام نہیں کر سکتے آپ نے نہ صرف ان مظالم کے خلاف طاقتور آواز اٹھائی بلکہ موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے مسلم لیگ کی تنظیم نو بھی کی۔اس طرح مسلم لیگ آئندہ کے لیے ایک مضبوط جماعت بن کر ابھری۔

11۔ےوم نجات:

کانگریس ی وزارتوں کے خلاف مسلم لیگ کی تحریک کامیاب ہوئی اور کانگریس ی وزارتوں کو حکومت سے اختلافات کے سبب مستعفی ہونا پڑا۔کانگریس ی وزارتوں کے جانے پر قائداعظم نے مسلمانوں کو22دسمبر 1939ء کو ےوم نجات منانے کا مشورہ دیا مقصود انگریز حکمرانوں کو یہ باور کروانا تھا کہ مسلمان اپنے حقوق سے شافی طور پر آگاہ ہیں۔

12۔قرارداد پاکستان:

1940ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں منظور ہونے والی قرارداد لاہور جسے تاریخ ہندوؤں کے دےے گئے نام قرارداد پاکستان سے جانتی ہے در حقیقت قائداعظم محمد علی جناح کی ہی کوششوں کا نتےجہ تھی۔آپ کا اس اجلاس کا صدارتی خطبہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ نے وقت کی رفتار کو نہ صرف پہچان لیا تھا بلکہ ممکنہ تبدیلیوں کا ادراک کرتے ہوئے اگلے اقدامات کی تیاری بھی کر لی تھی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

13۔ کرپس مشن اور قائداعظم:

1942ء کا کرپس مشن حکومت برطانیہ کی ان کوششوں میں سے ایک ہے جو اس نے ہندوستان میں اپنے ڈولتے ہوئے اقتدار کے سنگھاسن کو متوازن کرنے کے لیے کیں۔ اگر کرپس مشن کامیاب ہو جاتا تو ہندوستان پر تاج برطانیہ کا منحوس سایہ نہ جانے کب تک مسلط رہتا۔ قائداعظم نے نہ صرف کرپس مشن سے تعاون کرنے سے انکار کیا بلکہ کسی بھی ایسے فارمولے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس میں علیحدہ وطن کے مطالبے کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ یہ مستقبل بینی اللہ نے صرف قائداعظم کو ہی بخشی تھی۔

14۔ گاندھی جناح مذاکرات:

1944ء میں ہونے والے گاندھی جناح مذاکرات درحقیقت ہندو بنیا کا پھیلایا ہوا وہ جال تھا جس کی مدد سے مہاتما گاندھی مسٹر جناح کو اپنی سول نافرمانی کی تحریک میں شامل کر کے پاکستان کے مطالبے کے غبارے سے ہوا نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن جناح کی سیاسی فراست نے گاندھی کی سازشی ذہنیت کو بھانپ کر اس کی سازش کا شکار ہونے سے انکار کرتے ہوئے پاکستان کے قیام کو اپنی اولین ترجیح قرار دیا۔

15۔ شملہ کانفرنس اور قائداعظم:

1945ء میں لارڈ ویول کی سربراہی میں ہونے والی شملہ کانفرنس کی ناکامی کا سہرا بھی بابائے قوم کے سر ہے۔ کیونکہ آپ نے واشگاف لفظوں میں ہندوستان کی تقسیم سے کم کسی بھی فارمولے پر راضی ہونے سے اور کانگریس کو پورے ہندوستان کی نمائندہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ آپ کے انکار کا ہی نتیجہ تھا کہ 1945-46ء میں ہونے والے انتخابات اور اس کے بعد کی صورتحال ہندوستان کی تقسیم پر جا کر ختم ہوئی۔

16۔ 1945-46 کے انتخابات اور قائداعظم:

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد حکومت نے مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں مقبولیت اور مسلم لیگ کے مطالبہء پاکستان کو جانچنے کے لیے 1945-46ء کے انتخابات منعقد کروائے جس میں قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ نے تاریخی کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان علیحدہ وطن کے مطالبے سے کم کسی بات پر راضی ہونے کو تیار نہیں۔ ان انتخابات کے دوران محمد علی جناح کے طوفانی دورے آپ کی مقصد سے لگن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کے کہے ہوئے الفاظ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' وہ جادو تھا جو ہندوؤں اور انگریزوں کے سر چڑھ کر بولا تھا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

17۔کابینہ مشن پلان اور قائد اعظم:

1946ء کا کابینہ مشن تاج برطانیہ کی آخری کوشش تھی کہ ہندوستان کو تقسیم ہونے سے بچا لیا جائے۔لیکن قائد اعظم محمد علی جناح نے فہم وفراست سے کام لیتے ہوئے اس کے نکات کو مان کر کانگریس کو شہ مات دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کے بغیر ایسی حکومت آسکتی ہے جس میں مسلم لیگ کا وجود نہ ہو اس طرح مسلمانوں کے مفادات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

18۔یوم راست اقدام اور قائد اعظم:

کابینہ مشن میں کیے گئے وعدوں کی خلاف ورزی حکومت برطانیہ کا وہ قدم تھا جس نے سیاسی انارکی کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا تاہم قائد کی فراست نے اس ناروا اقدام کے راستے میں 16 اگست 1946ء کو راست اقدام کا فیصلہ کرکے سیاسی بصیرت کا ایسا بند باندھا کہ حکومت برطانیہ کو خفت سے بچنے کے لیے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل کرنے اور لارڈ ویول کی قربانی دے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھیجنا پڑا۔

19۔عبوری حکومت اور قائد اعظم:

ستمبر 1946ء میں حکومت نے نہرو کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی یہ اقدام انتہائی ناانصافی پر مبنی تھا لیکن نہرو نے قائد اعظم کو عبوری حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دے کر عزت بچانے کی کوشش کی۔ قائد اعظم نے مدبرانہ فیصلہ کیا اور عبوری حکومت کا حصہ بن کر ہندوؤں اور انگریزوں کی چالوں کو ناکام بنانے کا عزم کیا۔نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات عبوری حکومت زیادہ دیر نہ چل سکی اور سازشی ہندوؤں اور مکار انگریزوں کو مسلم لیگ کے مطالبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

20۔3۔جون کا منصوبہ اور قائد اعظم:

قائد اعظم کی قیادت میں مسلم لیگ سرخرو ہوئی اور حکومت برطانیہ 3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کرنے پر مجبور ہو گئی۔ قائد اعظم نے اس کو ممکن بنانے کے لیے ایک مرتبہ پھر علالیٔ طبع کے باوجود پورے برصغیر کے طوفانی دورے کیے اور ناممکن کو ممکن میں بدل ڈالا۔تاہم ہندوؤں اور انگریزوں نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق مشترکہ گورنر جنرل کی پیشکش کی جسے قائد اعظم نے فوری طور پر رد کر دیا۔اور اس طرح پاکستان کو پیدا ہوتے ہی دشمنوں کے ہاتھ میں جانے سے بچالیا۔

21۔قیام پاکستان اور قائد اعظم:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

14اگست 1947ءوہ تاریخ ساز دن تھاجب مسلمانان ہند کی کوششیں رنگ لائیں۔ قائد کی فراست جیت گئی اور ہندو کی مکاری ہار گئی۔ آپ نے طویل جدوجہد کے ذریعے برصغیر کی تقسیم کے خواب کو شرمندہء تعبیر کر کے دنیا کا جغرافیہ بدل ڈالا۔ پاکستان دھرتی کے سینے پر نمودار ہوا۔ یہ بیسویں صدی کا وہ اہم واقعہ تھا جسے ایک دھان پان اور کمزور سے شخص نے اپنی قوت ارادی اور عزم کی پختگی کے بل بوتے پر ممکن کر دکھایا۔

حاصل کلام:

مختصراًیہ کہ قائداعظم محمد علی جناح ایک ایسے قائد تھے جن کے بغیر پاکستان کا خواب شرمندئہ تعبیر ہونا ممکن نہ تھا۔اس بات کا اعتراف اپنوں کے ساتھ ساتھ بیگانوں نے بھی کیا۔سچ ہے:

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اور واقعی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 4

استحکام پاکستان

مملکت خداداد پاکستان کا قیام مسلمانان ہند کا وہ کارنامہ تھا جس نے دنیا بھر مے ں آزادی کی تحریکوں مے ں ایک نئی زندگی کی لہر پھونک دی۔ اور اس کامیاب ی کے بعد اصل کام ے عنی اپنی آزادی کو قائم رکھنا اور آزادی کے مقاصد کو حاصل کرنا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تھا۔ مسلمانان پاکستان نے نوزائیدہ مملکت کے استحکام کے لیے بے مثال قربانیاں دے کر اور انتھک جدوجہد کر کے دنیا کی دوسری آزاد قوموں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

سوال 1: ریاستوں کا الحاق کے مسئلے پر نوٹ لکھیں۔

3 جون 1947 کا منصوبہ اور تقسیم ہند کے وقت برصغیر میں دیسی ریاستوں کی تعداد 635 تھی یہ ریاستیں اندرونی معاملات میں خود مختار تھیں لیکن ان کے دفاع اور امور خارجہ کے محکمے برطانوی حکومت کی تحویل میں تھے 3 جون 1947ء کے منصوبے میں ان ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں اعلان کیا گیا۔

" ہندوستان کی شاہی ریاستیں اپنے مخصوص حالات اور جغرافیائی حیثیت کی روشنی میں کسی بھی ملک میں شامل ہوسکتی ہیں یا ان میں سے کسی سے تعلقات کے اصولوں کا معاہدہ کر سکتی ہیں۔"

15 اگست 1947ء تک ہند کی اکثر ریاستوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیا جن میں سے 14 ریاستوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جبکہ چار ریاستیں ایسی تھیں جو بروقت فیصلہ نہ کر سکیں ان کے نام یہ ہیں۔

-1 مناوادر۔ -2 جوناگڑھ -3 حیدرآباد -4 کشمیر

-1 جوناگڑھ:

یہ ریاست ممبئی اور کراچی کے وسط میں کاٹھیاوار کے ساحل پر واقع تھی اسکا کراچی سے فاصلہ 480 کلو میٹر تھا اس کی 80 فیصد آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی لیکن اس کا حکمران ایک مسلمان مہابت خان تھا 15 اگست 1947ء کو جوناگڑھ کے نواب نے ریاست کی بہتری اور فلاح و بہبود کے پیش نظر پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا 5 ستمبر 1947ء کو حکومت پاکستان نے الحاق کی منظوری دے دی جب کانگریسی لیڈروں کو اس الحاق کی خبر ملی تو انھوں نے نواب کے اس اقدام کی بھرپور مخالفت کی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بھی اس الحاق کو ہندوستان کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت میں مداخلت قرار دیا۔

ماؤنٹ بیٹن نے گورنر جنرل کی حیثیت سے ہندو دوستی اور پاکستان دشمنی کا ثبوت دیا، اس نے بذریعہ تار پاکستان کو اپنا پیغام بھیجا کہ ہندوستان کی حکومت ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو تسلیم نہیں کرتی۔ کانگریسی لیڈروں کا الحاق کے خلاف جواز یہ تھا کہ چونکہ یہ ریاست چاروں طرف سے ہندوستان میں گھری ہوئی ہے اور آبادی کی اکثریت ہندو

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہے لہٰذا ریاست کے مستقبل کا فیصلہ حکمران کے بجائے عوام کو کرنا چاہیے یہ کانگریس کی دوغلی پالیسی کا عظیم شاہکار تھا کیونکہ جب کشمیر کے غیر مسلم راجہ نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو حکومت بھارت نے ریاست کے عوام کی خواہشات کو یکسر نظر انداز کر دیا نومبر 1947ء میں بھارتی فوجیں جوناگڑھ مین داخل ہو گئیں اور ریاست مین ہنگامے کروانے شروع کیے جوناگڑھ کا حکمران فرار ہو کر پاکستان پہنچ گیا بالآخر حکومت بھارت نے ریاست پر قبضہ کر کے اسے ہندوستان میں شامل کر لیا۔

-2 مناوادر:

ریاست جوناگڑھ کے قرےب ریاست مناوادر واقع تھی۔ ریاست مناوادر مےں ہندوؤں کی اکثرےت تھی مگر یہاں کا مسلمان حکمران رعاےا کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک کرتا تھا۔ یہاں کے مسلمان نواب نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا لےکن بھارت نے یہاں بھی اپنی فوجےں داخل کر کے زبردستی قبضہ کر لیا۔ اسطرح ریاست منگرول اور ریاست نابھا بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتی تھےں بھارت نے یہاں بھی زبردستی قبضہ کر لیا۔ ان ریاستوں کی سرحدےں پاکستان کے ساتھ نہیں ملتی تھےں اس لیے پاکستان فوجی کاروائی کے لیے ان کی مدد نہ بھےج سکا اور بھارت تو اسی مقصد کے لیے پاکستان کے حصے کے فوجی اثاثے پاکستان کو دینے مےں ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا کہ پاکستان کو فوجی لحاظ سے کمزور رکھ کر اپنی من مانی کر سکے۔

-3 حیدر آباد:

ریاست حیدر آباد کی آبادی ایک کروڑ پچاس لاکھ کے قریب تھی اور رقبہ 82 ہزار مربع میل تھا اور 85% آبادی ہندو تھی لیکن ریاست کا حکمران جو نظام کہلاتا تھا مسلمان تھا نظام حیدر آباد عثمان علی ایک رحم دل اور انصاف پسند حکمران تھا ہندو رعایا کے ساتھ اس کا سلوک انتہائی مشفقانہ تھا اس کی رعایا اس کا بے حد احترام کرتی تھی ان حقائق کی بنا پر نظام نے حیدر آباد کو آزاد اور خود مختار ریاست کے طور پر قائم رکھنے کا فیصلہ کیا ماؤنٹ بیٹن اور حکومت ہندوستان نے نظام پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ ریاست کا الحاق ہندوستان سے کر دے۔

حیدر آباد کا شمار متحدہ ہندوستان کی امیر ترین ریاستوں ہےں ہوتا تھا اس کی اپنی فوج، پولیس، کسٹم، ڈاک، کرنسی اور ریلوے تھی بے پناہ دولت اور مالی وسائل کے اعتبار سے اس ریاست ہےں ایک آزادانہ خود مختار ریاست بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی رقبے کے لحاظ سے بھی یہ ریاست بہت بڑی تھی یہ ریاست چونکہ چاروں طرف سے ہندوستانی علاقے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

میں گھری ہوئی تھی اور پاکستان کے ساتھ اس کا زمینی رابطہ ممکن نہ تھا۔اس بنا پر اس کی جغرافیائی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نظام حیدر آباد نے ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ الحاق کی بجائے خود مختار مملکت کے طور پر رہیں گے۔ مگر پنڈت نہرو نے اپریل 1948ء میں کانگریس کمیٹی کو خطاب کرتے ہوئے نظام حیدر آباد کو دھمکی دی کہ وہ ریاست کا الحاق بھارت سے کر دے ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے بالآخر حکومت بھارت نے ریاست کا معاشی بائے کاٹ کر دیا اناج، دوائیاں اور دیگر اشیاء ضرورت کی ترسیل روک دی گئی بیرونی دنیا سے فضائی رابطہ بھی منقطع کر دیا گیا دکن کے مسلمانوں اور مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ قاسم رضوی نے ریاست کے بھارت سے الحاق کے خلاف آخری دم تک مزاحمت کی اور بڑی جرات وبیباکی سے ہندوستانی فوج کا مقابلہ کیا لیکن قائد اعظم کی وفات کے دن ہندوستانی فوجیں اس ریاست میں داخل ہوئیں۔ چندروز بعد 17 ستمبر 1948ء میں ہندوستانی فوج نے باقاعدہ حملہ کر کے ریاست حیدر آباد پر قبضہ کر لیا۔

-4 کشمیر:

برصغیر کے شمال میں واقع ریاست جموں اور کشمیر کا کل رقبہ 85 ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔

1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ وادی کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی 9 فیصد اور جموں میں 70 فیصد تھی۔مارچ 1846ء کو معاہدہ لاہور کی رو سے انگریزوں نے 75 لاکھ روپے کے عوض کشمیر کو ہندو راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کشمیری مسلمانوں نے 1930 میں ڈوگرہ راجہ کے مظالم کے خلاف آزادی کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ قانون آزادی ہند کی رو سے ہندوستان کی ریاستوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کر لیں کشمیر کا پاکستان سے الحاق ایک یقینی امر تھا۔

پاکستان کے ساتھ الحاق کے اسباب

وادی کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے اسباب مندرجہ ذیل تھے

-1 کشمیر کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی اس لیے آزادی کے بعد مسلمان قدرتی طور پر پاکستان مین شامل ہونا چاہتے تھے۔انھوں نے اپنی رائے کا اظہار حکومت بھارت کے خلاف مظاہروں جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے کیا۔

-2 کشمیر کی تقریباً ایک ہزار کلومیٹر سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے اس طرح جغرافیائی لحاظ سے بھی کشمیر پاکستان کا حصہ ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

3- بیرونی دنیا سے وادی کشمیر میں داخل ہونے کے لیے تمام بری راستے پاکستان سے ہو کر گزرتے تھے جبکہ وادی تک پہنچنے کے لیے بھارت کے پاس صرف ایک ہی راستہ تھا جو ضلع گورداسپور سے ہو کر گزرتا تھا۔

4- پاکستان کے تین دریا چناب، جہلم اور سندھ کشمیر سے نکلتے ہیں۔ تقسیم سے قبل کشمیریوں کی پاکستانی علاقوں کے ساتھ تجارت ہوتی رہی۔ کشمیر سے اون، کھالیں اور پھل وغیرہ اکثر پاکستانی علاقوں میں فروخت کیے جاتے تھے۔

5- کشمیر کے عوام مذہب، تہذیب وتمدن، ثقافت، رسم ورواج، خوراک اور لباس کے اعتبار سے پاکستان کے لوگوں سے بہت قریب ہیں۔

6- برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ وطن کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو کشمیر کو مسلم ریاست ہی کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔

7۔ چوہدری رحمت علی کی تجویز کردہ نقشے ہیں کشمیر کو پاکستان کا حصہ ظاہر کیا گیا اور لفظ پاکستان میں کشمیر کی نمائندگی "ک" سے کی گئی ہے۔

کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ

15 اگست 1947ء کو کشمیر کے ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے پاکستان کے ساتھ معاہدہ قائمہ (Stand still agreement) پر دستخط کیے جس کا مطلب تھا کہ جب تک ریاست کا کوئی مستقل تصفیہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک ریاست کی موجودہ صورت حال برقرار رہے گی۔ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد آزادی جاری تھی۔ راجہ نے آزادی کے متوالوں کو کچلنے کے لیے بھارت سے مدد کی درخواست کی بددیانت سر ریڈ کلف ایوارڈ نے گورداسپور کا مسلم اکثریت کا علاقہ ایسے ہی گھناؤنے منصوبے کے تحت بھارت کے حوالے کیا تھا ورنہ بھارت کی کوئی بھی سرحد کشمیر کے ساتھ نہیں ملتی تھی اور بھارت اس موقع کی تاک ہیں تھا۔ اس نے فوراً اپنی فوجیں کشمیر میں اتار دیں اور ساتھ ہی راجہ پر زور ڈالا کہ وہ اپنے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دے تاکہ بین الاقوامی برادری کے سامنے اس ظلم کو جواز کی سند دی جا سکے لیکن راجہ اس پر رضامند نہ ہوا۔ بھارتی حکومت نے اس مقصد کے لیے ایک جعلی دستاویز تیار کی اور اعلان کر دیا کہ راجہ نے الحاق کی درخواست کی ہے جسے بھارت نے قبول کر لیا ہے۔

پاک بھارت جنگ 1948:

1948 مےں کشمیری مجاہدین اور پٹھانوں نے راجہ کے خلاف آواز اٹھائی تو بھارت نے بھی اسے ں مداخلت کر دی جسکی وجہ سے پاک بھارت پہلی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ کشمیری مجاہدین نے ریاست کا کچھ حصہ آزاد کرا لیا 24 اکتوبر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1947ء کو سردار ابراہیم کی قیادت مین آزاد کشمیر گورنمنٹ کا قیام عمل میں آیا جس کا صدر مقام پلندری تھا۔ کشمیر کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر مہاراجہ نے 27 اکتوبر کو منظور کر لیا گیا اور بھارتی فوج طیاروں کے ذریعے وادی مین اترنا شروع ہوگئی۔ ان حالات مین پاکستانی حکومت کو کشمیری مجاہدین کی امداد کے لیے فوجی کارروائی کرناپڑی مجاہدین اور پاکستانی افواج نے بھارتی فوج کاڈٹ کر مقابلہ کیا اور کشمیر کا بیشتر حصہ بھارتی تسلط سے آزاد کر لیا۔ یکم جنوری 1948ء کو حکومت ہندوستان نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔

اقوام متحدہ کی قرارداد:

اقوام متحدہ نے کشمیر کے بارے مےں دو قراردادےں منظور کےں جن کی وجہ سے دونوں ملکوں کے درمیان ےکم جنوری 1949 کو جنگ بندی ہوگئی۔

(i)　جنگ فوراً بند کر دی جائے اور دونوں ملک کشمیر سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلالیں۔

(ii)　اقوام متحدہ کے کمشن کی نگرانی مین آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے دومیان جنگ بندی کی لائن کھینچ دی جائے۔

(iii)　ریاست مین اقوام متحدہ کی نگرانی مین رائے شماری کرائی جائے تاکہ عوام کی رائے معلوم کی جاسکے کہ وہ ہندوستان اور پاکستان مین سے کس ملک　کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں۔

بھارت کا قرارداد اقوام متحدہ سے انحراف:

پاکستان اور بھارت دونوں نے اقوام متحدہ کا فیصلہ مان لیا لیکن بعدازاں بھارت نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر میں غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر دونوں ملکوں کے درمیان باعث نزاع بن گیا۔ اس مسئلے کو پُرامن طریقے سے حل کرنے کے لیے اقوام متحدہ کے کئی وفود پاکستان آئے مگر ہندوستان کی ہٹ دھری کے باعث کوئی تصفیہ نہ ہوسکا۔ مارچ 1965ء مین بھارتی پارلیمنٹ نے کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دیا اس فیصلے سے کشمیری عوام مین گم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے اگست 1965ء میں انقلابی کونسل قائم کر کے ریاست کو ہندوستانی چنگل سے آزاد کرنے کے لیے اپنی جوجہد کا آغاز کیا۔

موجودصورت حال:

اب گذشتہ کوئی پندرہ سال سے مجاہدین کشمیر نے نئے جوش اور ولولے سے سرفروشی اور جان بازی کی مثالی روایات قائم کیں۔ بھارت کے ساتھ آٹھ لاکھ فوجی کشمیر میں تعینات ہیں اور روزانہ درجنوں نہتے مجاہدین آزادی کو شہید کر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

رہے ہیں لیکن ان کے جذبہ جہاد میں کوئی کمی نہیں آرہی۔ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر موجود ہے۔ مگر کوئی بھی مو□ نژ قدم اُٹھانے سے قاصر ہے۔

سوال 2: پاکستان کے ابتدائی مسائل پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا وطن عزیز کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانان ہند نے جس کٹھن اور طویل سفر کا آغاز کیا تھا وہ بالآخر ختم ہوا۔ انگریز اور ہندو قیام پاکستان کے حق میں نہیں تھے تقسیم ہند کا مسودہ پیش کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹیلی نے کہا تھا"ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ یہ تقسیم زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکے گی اور یہ دونوں مملکتیں جنہیں ہم آج الگ کر رہے ہیں ایک دن پھر مل کر ایک ہو جائیں گی۔"

چنانچہ انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ابتدا ہی سے پاکستان کے لیے لاتعداد مسائل کھڑے کر دیے تاکہ یہ ملک اپنی آزادی برقرار نہ رکھ سکے اور پاکستان ایک بار پھر ہندوستان کا حصہ بن جائے۔

پاکستان کی ابتدائی مشکلات

پاکستان کی ابتدائی مشکلات مندرجہ ذیل تھیں:

1-　ریڈ کلف ایوارڈ کی ناانصافیاں:

3 جون 1947ء کے منصوبے کے تحت صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی مسلم اور غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کو پاکستان میں شامل ہونا تھا اور غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کو ہندوستان میں شامل تھا۔ اس مقصد کے لیے صوبوں کی تقسیم کی ذمہ داری ایک انگریز وکیل ماہر قانون سر سیریل کے سپرد کی گئی۔ سر ریڈ کلف ایوارڈ نے اس کے دباؤ میں آکر صوبوں کی تقسیم میں بہت زیادہ بددیانتیاں کیں۔ ضلع گورداسپور کی مسلم اکثریت والی تین تحصیلیں گورداسپور، پٹھانکوٹ اور بٹالہ، نیز ضلع فیروزپور کی تحصیل زیرہ اور بعض دوسرے مسلم اکثریت والے علاقے ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے۔ اسی طرح کی بددیانتی بنگال کے حدبندی ایوارڈ میں کلکتہ کا شہر اور بندرگاہ، ضلع مرشد آباد اور ندیہ کے علاقے متفقہ فیصلے کے بعد ہندوستان کو دے دیئے گئے۔ گورداسپور کے علاقے ہندوستان کو دینے کا مقصد صرف یہ تھا کہ بھارت کو کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لئے راستہ دے دیا جائے اگر صوبہ پنجاب کی تقسیم صحیح ہوتی تو کشمیر کا مسئلہ کبھی پیدا نہیں ہوتا جس پر تین پاک بھارت جنگیں ہو چکی ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قائدِ اعظمؒ نہایت بااصول آدمی تھے چونکہ وہ ریڈ کلف کو ثالث تقسیم کر چکے تھے۔ اس لئے وہ اس کا فیصلہ ماننے پر اصولاً مجبور تھے انہوں نے فرمایا:

"یہ ایوارڈ غیر منصفانہ، نا قابل فہم بلکہ غیر معقول ہے چونکہ میں اس پر عمل کرنے کا عہد ہو چکا ہوں، اس لئے اس کی پابندی ہم پر لازمی ہے بحر الحال جو مشکلات آئیں گی ہم انھیں برداشت کریں۔

2- انتظامی مشکلات:

ابتداء میں پاکستان کو غیر ملکی انتظام میں بے حد مشکلات پیش آیئں۔ دفتروں میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے والے زیادہ تر ہندو تھے۔ وہ جاتے ہوئے دفتری سامان حتیٰ کہ ٹائپ رائٹر تک اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ اکثر پرانے ریکارڈ بھی عمداً ضائع کر گئے۔ کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا، تو مرکزی حکومت کے کئی دفاتر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے پارکوں میں بنائے گئے۔ ہر محکمے میں تجربہ کار عملہ کی بے حد کمی تھی۔ دفتروں میں سٹیشنری ناپید تھی۔ کئی دفتر کھلے آسمان تلے کام کرنے پر مجبور تھے اور کچھ انگریزوں کو بھرتی کر کے کام کا آغاز کیا گیا۔ کیکر کے کانٹوں سے کامن پنوں کا کام لیا گیا۔ کام کا آغاز بے حد مشکل تھا لیکن قوم پر عزم تھی، عوام میں جذبہ تعمیر موجود تھا۔ لہذا انھوں نے جلد ہی مشکلات پر قابو پالیا۔

3- مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ:

قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی ہندوؤں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمان بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرنا اور خواتین کو وحشی درندوں کی طرح بے آبرو کرنا شروع کر دیا۔ روزانہ لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین لٹ پٹ کر پاکستان پہنچنے لگے، لاکھوں ضعیف، عورتوں اور بچے تو راستے ہی میں شہید کر دیے جاتے۔ تاہم جو مہاجرین پاکستان آنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی تعداد بھی ایک کروڑ پچیس لاکھ سے زیادہ تھی اور یہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ یہ ایک بھارتی سازش تھی کہ پاکستان پر ان مفلس وقلاش یتیموں، بیواؤں اور مہاجرین کا اتنا زیادہ بوجھ ڈالو کہ ان کی معیشت اپنے پاؤں پر نہ کھڑی ہو سکے۔ لیکن قائدِ اعظم کی تقاریر مہاجرین کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ حکومت نے انھیں عارضی کیمپوں میں رکھا۔

4- اثاثوں کی تقسیم کا مسئلہ:

برصغیر کی تقسیم کے بعد اثاثوں کی پاکستان اور بھارت میں مناسب تقسیم انصاف کا تقاضا تھی لیکن یہاں بھی ہندوؤں نے روایتی تنگ نظری کا ثبوت دیا اور بہانے سے پاکستان کو اس کا حصہ دینے سے گریز کرتے رہے۔ جب قیام پاکستان کا اعلان ہوا تو متحدہ ہندوستان کے مرکزی بنک (ریزرو بنک) میں چار ارب (چار بلین) جمع تھے تناسب کے لحاظ سے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ان میں سے پچھتر کروڑ (750 ملین) روپے پاکستان کو ملنا چاہیئں تھے۔ بھارت پاکستانی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے یہ اثاثے دینے میں مسلسل ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ آخر پاکستان کے مسلسل مطالبے پر اور بین الاقوامی ساکھ قائم رکھنے کے لئے اس نے پاکستان کو بیس کروڑ دے دیئے۔ باقی اثاثوں کی ادائیگی کے لئے بھارتی وزیر سردار پٹیل نے یہ شرط لگائی کہ پاکستان کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ تسلیم کرلے۔ پاکستان اس ظالمانہ سودے بازی کے لئے کیسے آمادہ ہو سکتا تھا؟ آخر بین الاقوامی شرمندگی سے بچنے کے لئے گاندھی کے کہنے پر بھارتی حکومت نے 50 کروڑ روپے کی ایک مزید قسط پاکستان کے حوالے کردی۔ اس کی بجائے بھارت نے متحدہ ہندوستان پر بیرونی قرضہ جات کا بیس فیصد بھی پاکستان کے ذمے ڈال دیا جو دہلی کے اجلاس کی گفت وشنید کے بعد ساڑھے سترہ فیصد کر دیا گیا۔

5- فوج کی تقسیم:

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ملک کی تقسیم کے فیصلے کے ساتھ ہی افواج اور فوجی ساز و سامان کی تقسیم بھی عمل میں آجاتی۔ بھارتی کمانڈر ان چیف فیلڈ مارشل ''آکن لک'' چاہتا تھا کہ افواج کو تقسیم نہ کیا جائے اور اسے ایک ہی کمانڈر کے تحت رکھا جائے لیکن مسلم لیگ اس پر رضامند نہ ہوئی۔ آخر طے پایا کہ پاکستان کو فوجی اثاثوں کا 36 فی صد اور بھارت کو 64 فی صد ملے گا۔ اس وقت متحدہ ہندوستان میں 16 اسلحہ فیکٹریاں کام کر رہی تھیں اور ان میں سے ایک بھی پاکستانی علاقے میں نہ تھی اور بھارتی حکومت کسی اسلحے کا کوئی پرزہ پاکستان کو دینے پر آمادہ نہ تھی۔ تیار اسلحے کے تمام ڈپو بھی بھارت میں تھے۔ ان کی تقسیم کا جو بھی طریقہ کار پیش کیا جاتا۔ بھارت اسے جان بوجھ کر مسترد کر دیتا۔ افواج کی فوری تقسیم نہ کرنے کا یہ اثر ہوا کہ بھارتی افواج اپنی نگرانی میں پاکستانی علاقوں میں رہنے والے ہندوؤں سکھوں، ان کے مال و دولت اور ساز و سامان سمیت بحفاظت نکال کرلے گئیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پاکستان کو آرڈیننس فیکٹری کے قیام کے لیے 60 ملین روپے دیے جائیں گے۔ اثاثوں کی تقسیم کا جو منصوبہ بھی بنایا گیا۔ حکومت ہند اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی۔ نتیجتاً پاکستان کے ساتھ فوجی اثاثوں کی تقسیم میں بے حد بددیانتی کی گئی۔

6- دریائی پانی کا مسئلہ:

پنجاب کو سندھ کے پانچ معاون دریا ستلج، راوی، چناب، بیاس اور جہلم سیراب کرتے ہیں۔ ریڈ کلف نے تقسیم ملک کے وقت یہ بددیانتی کی کہ دریائے راوی کا مادھوپور ہیڈ ورکس اور دریائے ستلج کا فیروزپور ہیڈ ورکس بھارت کے حوالے کر دیئے حالانکہ ان ہیڈ ورکس سے نکلنے والی نہریں پاکستان کے وسیع علاقوں کی آبپاشی کا واحد ذریعہ ہیں۔ بھارت نے اپریل 1948ء میں جب کہ ہماری گندم کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ہمارے دریاؤں کے پانی کا راستہ روک لیا۔ نیز

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

بھارت نے دریائے ستلج پر بھاکڑا ڈیم بنانے کا فیصلہ کیا تو پاکستان نے اس پر شدید احتجاج کیا۔اور عالمی برادری کو بھارت کی زیادتیوں اور بے انصافیوں سے آگاہ کیا۔ آخر کار عالمی بنک کی مدد سے 1960ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان "سندھ طاس معاہدہ" طے پایا۔جس کی رو سے تین مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس پر بھارت کا حق تسلیم لیا گیا چناب اور سندھ ، جہلم پاکستان کو ملے اسطرح پاکستان کا نہری پانی کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا۔

7- آئین سازی میں مشکلات:

پاکستان قائم ہوا تو آئین بنانے کا کام اس دستور ساز اسمبلی کے سپرد ہوا جو 1946ء کے انتخابات کے تحت وجود میں آئی،اسے نہ اسلامی آئین سے کوئی واقفیت تھی نہ اسے اس معیار پر منتخب کیا گیا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ نہ اسمبلی ممبران کی اکثریت اسلامی آئین کا نفاذ چاہتی تھی۔ چنانچہ وقتی طور پر 1935ء والے انڈیا ایکٹ کو ضروری تبدیلیاں کر کے نافذ کر دیا گیا لیکن دستور ساز اسمبلی میں بعض ارکان کے غیر اسلامی ذہن اور منفی رویئے کے باعث آئین بنانے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ چنانچہ مدّت دراز تک پاکستان میں بہت سی آئینی مشکلات پیدا ہوتی رہی۔

8- ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ:

انگریزوں کے دور میں 635 ریاستیں تھیں۔ جہاں نواب یا راجے داخلی طور پر حکمران تھے۔ان ریاستوں میں برصغیر کی آبادی کا ایک چوتھائی جبکہ رقبے کے لحاظ سے ایک تہائی علاقے پر مشتمل تھیں۔ان ریاستوں میں کشمیر، جوناگڑھ، حیدر آباد، دکن، مناوادر وغیرہ کی ریاستیں شامل تھیں۔ہندوستان نے ان ریاستوں پر جبری قبضہ کر لیا اور پاکستان کو وسیع مسلم علاقے سے محروم کر دیا۔اس طرح پاکستان کے لیے ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا۔

9- بھارت کی پاکستان دشمنی:

ہندوؤں نے اسے کبھی پاکستان کو دل سے تسلیم نہ کیا اور ساری دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نوزائیدہ مملکت چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے گی کانگریس کے صدر اچاریہ کرپلانی نے تقسیم ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "کانگریس کا نصب العین متحدہ ہندوستان تھا اور وہ اب بھی پرامن ذرائع سے اس کے لیے اپنی کوشش جاری رکھے گی۔" پنڈت نہرو نے کہا: "ہماری یہ سکیم ہے کہ ہم اس وقت جناح کو پاکستان بنا لینے دیں اس کے بعد معاشی طور پر یا دوسرے ذرائع سے ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں جن سے مجبور ہو کر مسلمان گھٹنوں کے بل جھک کر ہم سے درخواست کریں کہ ہمیں پھر سے ہندوستان میں شامل کر لیجیئے"۔ اس قسم کے بیانات سے ہندوؤں نے مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور بددلی پیدا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کرنے کی کوشش کی مگر پاکستانی قوم نے ہمت نہ ہاری اور وہ اپنے عظیم قائد کی راہنمائی میں تعمیر وطن کے لیے مصروف عمل ہو گئی۔

-10 سرکاری ملازمین کی پاکستان منتقلی:

تقسیم ہند کے فوراً بعد پنجاب، سرحد اور سندھ کے تمام ہندو انتخاب خاصا کٹھن کام تھا اس کیے مجبوراً بعض اہم سول اور فوجی عہدوں پر انگریزوں کو برقرار رکھا گیا بھارت سے مسلمان سرکاری ملازمین کو پاکستان منتقل کرنا بھی حکومت کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا اس مقصد کے لیے سپیشل ٹرینیں چلائی گئیں۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں نے ان گاڑیوں پر حملے کر کے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر یا بھارتی فضائی کمنیوں نے

ہوائی جہاز کرایہ پر دینے سے انکار کر دیا ان حالات میں پاکستان نے حکومت برطانیہ سے چالیس جہاز حاصل کیے جنھوں نے سرکاری ملازمین کی کثیر تعداد کو پاکستان پہنچانے کا کام کیا در اصل حکومت بھارت کا مقصد یہ تھا کہ تربیت یافتہ افسران کی عدم موجودگی میں کاروبار حکومت تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔

11۔ معاشی مشکلات:

تقسیم سے قبل ہندوستان میں کپڑے کے تقریباً 400 کارخانے تھے جن میں سے صرف چودہ پاکستان کے حصے میں آئے۔ پٹ سن مشرقی بنگال میں پیدا ہوتی تھی لیکن اس کے سارے کارخانے مغربی بنگال میں تھے کوئلے لوہے اور دیگر معدنیات کے بڑے بڑے ذخائز بھی ہندوستان میں تھے تمام بڑی بندرگاہیں بھارت کے حصے میں آئیں صرف کراچی اور چٹاگانگ کی بندرگاہیں پاکستان کو ملیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پاکستان کو معاشی طور پر تباہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

-12 جغرافیائی مشکلات:

تقسیم کے وقت پاکستان دو حصوں مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا دونوں کے

درمیان 1750 کلومیٹر کا بھارتی علاقہ حائل تھا۔ دونوں حصوں کے لوگوں میں اسلام کے مشترکہ رشتے کے علاوہ حالات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں کے رہن سہن کے طریقے، کلچر، زبانیں اور رسم الخط وغیرہ جدا تھے۔ دشمن کے لیے ان حالات مین دونوں بازوؤں کے درمیان فاصلے اور علاقہ غیر کی موجودگی نے دفاع کے مسئلے کو بڑا پیچیدہ بنا دیا۔

-13 مسئلہ کشمیر:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ریاست جموں و کشمیر میں نوے فیصد مسلمانوں کی آبادی تھی اس لیے ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق ایک یقینی امر تھا لیکن وہاں کے ہندو ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے خفیہ ساز باز کر کے بھارت سے کشمیر کے الحاق کا فیصلہ کر لیا اس پر مسلم مجاہدین نے اپنی آزادی کے لیے تلوار اٹھائی ان کی امداد کے لیے قبائلی مجاہدین بھی کشمیر پہنچ گئے اور وہ ریاستی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے سری نگر تک جا پہنچے اس پر کشمیر کا راجہ ہری سنگھ بھاگ کر دہلی پہنچا اور ریاست کو بھارت میں شامل کرنے کی درخواست کی جسے بھارتی حکومت نے منظور کیا اور جہازوں کے ذریعے سری نگر میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ مجاہدین نے بھارتی فوجوں کا بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا حکومت پاکستان کو بھی کشمیری مجاہدین کی امداد کرنا پڑی جس کے نتیجے میں دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی مجاہدین نے گیر معمولی شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے موجودہ آزاد کشمیر کا علاقہ بھارت کے قبضے سے آزاد کروالیا جنگ جاری تھی کہ ہندوستان کی درخواست پر 1948ء میں اقوام متحدہ کی مداخلت سے پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا مسئلہ پر امن طریقے سے حل کرنے کا معاہدہ طے پایا لیکن بھارت کی ہٹ دھرمی اور اقوام متحدہ کی جانبدارانہ پالیسی کی وجہ سے یہ مسئلہ جوں کا توں موجود ہے۔

-14 پختونستان کا شوشہ:

سرحد کے عوام کو ریفرنڈم کے زرے عے یہ طے کرنا تھا کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں نے ریفرنڈم کو بھارت کے حق میں لانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن سرحد کے غیور عوام نے فیصلہ پاکستان کے حق
میں دیا۔ مایوس ہو کر انہوں نے افغانستان سے ملکر ایک آزاد ریاست ''پختونستان'' کا شوشہ چھوڑ دیا۔

-15 قائداعظم کی جلد وفات:

قائداعظم بڑے صاحب بصیرت اور بے لوث قومی راہنما تھے۔ انھوں نے اپنی سیاسی حکمت عملی کی بدولت قوم کو بہت سے بحرانوں سے نکالا۔ لیکن پاکستان ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پایا تھا کہ گیارہ ستمبر 1948ء کو قائداعظمؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قائداعظم کے بعد لیاقت علی خان نے قوم کو بڑا حوصلہ دیا لیکن ایک سازش کے تحت انھیں بھی شہید کر دیا گیا۔

حاصل کلام:

یوں پاکستان کو ابتداء ہی میں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ کے فضل و کرم اور مخلص راہنماؤں کی بدولت پاکستان ہر بحران سے سرخرو ہو کر نکلا اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہا ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 3: استحکام پاکستان کے سلسلے مے ں قائداعظم کی خدمات کا جائزہ لے ں۔

جواب:

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی و معاملہ فہمی سے نئی آزاد قوم کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا اور مختلف اقدامات اٹھا کر فطرات کو دور کرتے ہوئے پاکستان کو سالمے ت اور استحکام دینے میں شاندار کامیاب یاں حاصل کیں۔ قوم کو مایوسے وں سے نکال کر قائداعظم نے پُراعتماد فضا فراہم کی۔ عظیم قائد کو آزادی کے حصول کے بعد ایک سال ایک ماہ (13 ماہ) کام کرنے کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ اس مختصر عرصے ہیں قائداعظمؒ نے قوم کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر ڈال دیا۔

استحکام پاکستان کے لیے قائداعظم کی خدمات

استحکام پاکستان کے لیے قائداعظم کی خدمات مندرجہ ذے ل ہیں۔

1- مہاجرین کی آبادکاری:

قائداعظم نے جس مسئلے پر فوری توجہ مبذول کرائی وہ مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنا ہیڈ کوارٹر کراچی سے لاہور منتقل کر دیا تاکہ وہ اپنی نظروں کے سامنے مہاجرین کو آباد کرنے کے لئے بنائے گئے منصوبوں پر عمل درآمد کروا سکیں۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو پاکستان کے علاقے سے صرف 55 لاکھ افراد پاکستان سے بھارت منتقل ہوئے جبکہ جولائی 1948ء تک ایک کروڑ پچیس لاکھ افراد مہاجر بن کر پاکستان آئے۔ حکومت نے مہاجرین کی مدد کے لئے اہل ثروت کو دعوت دی۔ قائداعظم ریلیف فنڈ برائے مہاجرین قائم کیا گیا۔ عوام نے اپنے قائد کے قائم کردہ ریلیف فنڈ میں دِل کھول کر رقوم جمع کرائیں۔ سماجی تنظیموں کے کارکنوں نے کیمپوں میں آئے مہاجرین کے مسائل حل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مہاجرین کو خوراک، کپڑا، ادویات، خیمے، کمبل اور دیگر اشیاء ضرورت فراہم کی گئیں۔

قائداعظم نے پاکستانی عوام کے حوصلوں کو ابھارا انہیں قوت ارادی اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے قوم کو پُراعتماد رکھنے کے لئے مختلف جگہوں میں تقاریر کی۔ ایک بار قائداعظم نے فرمایا:

”تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ نوجوان قوموں نے اپنے آپ کو مضبوط بنایا۔ ہماری تاریخ بہادری اور عظمت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہمیں اپنے آپ میں مجاہدوں کی سی روح پیدا کرنی ہے۔“

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستانی قوم نے اپنے قائد کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مردانہ وار مشکلات کا مقابلہ کیا۔ یک جہتی اور اتحاد کے ساتھ آنے والے طوفان کا سامنا کیا اور مہاجرین کی آباد کاری کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

1- دل گرفتہ مہاجرین کو رفتہ رفتہ گھروں میں بسایا گیا۔

2- پاکستان سے بھارت چلے جانے والے ہندوؤں اور سکھوں کی متروکہ املاک مہاجرین کو الاٹ کی گئیں۔

3- مہاجرین کے لئے روزگار کے ذرائع پیدا کئے گئے۔

4- پاکستان کی انتظامی مشینری نے روایتی دفتر شاہی سے دور رہتے ہوئے عوام کے تعاون کے ساتھ مہاجرین کو آباد کیا۔

5- مہاجرین کی آباد کاری کے لئے دن رات کام کیا گیا۔

6- مہاجرین کو پاکستان کے مختلف علاقوں میں پہنچا کر انہیں آباد کیا گیا۔

7- مہاجرین کو روزمرہ ضروریات کے حصول کے لئے روزگار کے ذرائع فراہم کئے گئے۔

قائداعظم نے لاہور میں ایک اجتماع سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم پاکستانی عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان مہاجرین کو بسانے کے لئے ہر ممکن امداد مہیا کریں جو پاکستان آ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ مسائل اس لئے درپیش ہیں کہ وہ مسلم قوم سے تعلق رکھتے ہیں''

2- قومی خدمت کے لئے سرکاری ملازمین کو نصیحت:

قائداعظم نے 11 اکتوبر 1947ء کو سرکاری ملازمین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے لئے یہ ایک چیلنج ہے۔ اگر ہمیں ایک قوم کی حیثیت میں زندہ رہنا ہے تو ہمیں مضبوط ہاتھوں سے ان مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمارے عوام غیر منظم اور پریشان ہیں۔ مشکلات نے انہیں الجھایا ہوا ہے ہمیں انہیں مایوسی کے چکر سے باہر نکالنا ہے اور اُن کی حوصلہ افزائی کرنی ہے۔ اس وقت انتظامیہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور عوام اس کی جانب راہنمائی کے لئے دیکھ رہے ہیں۔''

قائداعظم نے سرکاری افسران کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ قیام پاکستان کے بعد ان کے لئے ایک نئی جنگ کا آغاز ہو گیا ہے جو پاکستان کو مستحکم کرنے کی جنگ ہے۔ قائداعظم نے سرکاری افسران کو بار بار تلقین کی کہ وہ اب آزاد قوم کے لئے کام کر رہے ہیں انہیں روزمرہ رویوں میں مثبت تبدیلی لانا چاہیئے اور نئے تقاضوں سے ہم آہنگ رہتے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہوئے قوم کی خدمت کرنی چاہئے۔ قائداعظم سرکاری ملازمین کو ان کے نئے کردار سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اب حاکم نہیں بلکہ قوم کے خدمت گار ہیں۔ 25 مارچ 1948ء کو سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"آپ اپنے جملہ فرائض قوم کے خادم بن کر ادا کیجئے۔ آپ کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے نہیں ہونا چاہیے اقتدار کسی بھی جماعت کو مل سکتا ہے آپ ثابت قدمی، ایمان اور عدل کے ساتھ اپنے فرائض بجالائیے۔ اگر آپ میری نصیحت پر عمل کریں گے تو عوام کی نظروں میں آپ کے رتبے اور حیثیت میں اضافہ ہو گا۔"

3- صوبائیت اور نسل پرستی سے گریز:

قائداعظم مکمل طور پر جانتے تھے کہ اگر پاکستانی عوام آنے والے سالوں میں صوبائیت پرستی، نسل، ذات پات اور دیگر تعصبات میں الجھ گئے تو قومی یک جہتی کو بہت نقصان پہنچے گا۔ قائداعظم نے پاکستانیوں میں قومی یک جہتی کے فروغ اور باہم اتحاد کے قیام پر زور دیا۔ قائداعظمؒ کی نصیحت تھی کہ عوام کو علاقائی، نسل اور لسانی بنیادوں پر سوچنے کی بجائے قومی سوچ اپنانی چاہیے۔ قائداعظم نے ریاستوں اور قبائلی علاقوں کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ایک وزیر برائے سٹیٹس و قبائلی امور بنایا۔ مختلف ریاستوں کے حکمرانوں سے رابطے کئے اور انہیں قومی دھارے میں پوری طرح شامل ہونے اور پاکستانی رویہ اپنانے کا مشورہ دیا۔

پاکستان دشمنوں نے ملک خداداد پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد میں عوام الناس میں گمراہ کن خبریں پھیلائیں۔ عوام میں علاقائی، صوبائی اور لسانی تعصبات کو ہوا دی گئی۔ مایوسی اور لاتعلقی کی فضا بنانے کی گمراہ کن کوششیں بالآخر قائد اعظم کی کوششوں سے ناکام ہو گئیں۔ قائداعظمؒ نے پاکستانی عوام کو واضح کر دیا کہ اُن کی قوت اتحاد میں ہے۔ وہ جب تک متحد اور یک جا رہیں گے کوئی قوت انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ اتحاد، تنظیم، یقین محکم کا نعرہ اسی حوالے سے قائداعظم نے اپنی قوم کو دیا تھا۔

4- معیشت کے لئے راہنما اصول:

لاکھوں افراد کا نقل مکانی کرنا، قتل وغارت، لوٹ مار، کشمیر میں جنگ آزادی، انتظامی مشینری کے مسائل، 1948ء کے سیلاب اور بھارت کی طرف سے پاکستان کو اثاثوں کا جائز حصہ نہ دینا، بے روزگار اور غربت یہ سارے عناصر قوم اور اس کے قائد کے لئے بہت بڑا چیلنج تھے۔ بھارت سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ پاکستان کی معیشت کو تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا۔ ایسے حالات میں قائداعظمؒ نے ملک کی معیشت کو سنبھالا دینے اور اسے اپنے قدموں پر کھڑا کرنے اور عوام الناس کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے پورے عزم کے ساتھ آگے بڑھے اور اس ضمن میں دو اہم کام سر انجام دیئے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

i- سٹیٹ بنک آف پاکستان کا قیام:

ریزور بنک آف انڈیا دونوں ممالک کی بینکنگ کی ضروریات کا ذمہ دار تھا۔ چونکہ بنک میں ہندوؤں کی اجارہ داری تھی اس لیے یکم جولائی 1948ء کو قائداعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔ سٹیٹ بنک یکم جولائی 1948 کو وجود میں آیا۔ قائداعظمؒ نے اس کی افتتاحی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''سٹیٹ بنک آف پاکستان معاشی شعبے میں ہمارے عوام کی حاکمیت کا نشان ہے۔ مغربی طرز معیشت ہمیں فائدہ نہیں دے تا۔ ہمیں انصاف اور مساوات پر مبنی اپنا جداگانہ معاشی نظام لانا ہوگا۔ مغربی معاشی نظام نے تو انسانیت کے لئے کئی دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ اگر ہم ایسا کر پاتے ہیں تو ہم مسلم قوم کی حیثیت میں پورے عالم کو ایسا معاشی نظام دے سکیں گے جو انسانوں کے لئے امن کا پیغام بنے گا۔ امن ہی انسانوں کی بقا اور اچھی معیشت کو قائم کر سکتا ہے۔''

ii۔ مہاجرین کی امداد کے لئے عوام کو چندہ دینے کی تلقین:

مہاجرین کی امداد کے لئے قائداعظم نے عوام کو دل کھول کر چندہ دینے کی تلقین کی اور ایک ریلیف فنڈ ''قائد اعظم ریلیف فنڈ برائے مہاجرین'' قائم کیا۔ اس رقم سے قائداعظم نے مہاجرین کی آبادکاری اور انہیں روزگار مہیا کرنے کا اہتمام کیا۔ یوں ملکی معیشت کو کافی حد تک سہارا ملا۔

iii۔ معیشت کے اصولوں کی وضاحت:

قائدِاعظمؒ نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر پاکستان کے معاشی اصولوں کی وضاحت یوں فرمائی۔

''مغربی کا معاشی نظام انسانیت کے لیے بے پناہ مسائل پیدا کر رہا ہے۔ یہ لوگوں کو انصاف مہیا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک اشیاء معاشی نظام لانا ہے۔ جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔''

5- انتظامیہ میں اصلاحات:

قیام پاکستان کے وقت انتظامی مشینری نہ ہونے کے برابر تھی۔ بڑی تعداد میں دفتری عملہ پاکستان سے ہندوستان چلا گیا۔ دفاتر میں کام کرنے کا تجربہ رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد خاصی کم تھی۔ وسائل نہ تھے۔ بھارت نے جان بوجھ کر تاخیری حربے استعمال کئے جو تھوڑے بہت مسلمان بھارت میں انتظامی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور پاکستان آنا چاہتے تھے اُن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔

قائداعظم نے انتظامی مشینری کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے فوری اقدام کیے جو کہ مندرجہ ذیل تھے:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1- کراچی کو دارالحکومت بنایا گیا۔

2- قائداعظم نے سرکاری ملازمین کو قومی جذبے سے کام کرنے کو کہا۔

3- دفتری سازوسامان، سٹیشنری وغیرہ ناپید تھی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے قائداعظم نے اس ضمن میں مربوط نظام ترتیب دیا۔

4- بھارت سے سرکاری ملازمین لانے کے لئے خصوصی بندوبست کئے گئے ٹاٹا ائیر کمپنی سے سمجھوتہ ہوا اور ملازمین کی منتقلی کا کام آگے بڑھا۔

5- سول سروس کو نئے سرے سے آراستہ و منظم کرنے کی ذمہ داری چودھری محمد علی کے ذمے لگائی جنہوں نے سروس رولز بنائے۔

6- نیوی، ائیر فورس اور بری فوج کے ہیڈ کوارٹرز بنائے گئے۔

7- فارن سروس، اکاؤنٹ سروس اور دوسری سروسز کا آغاز کیا گیا۔

مختصر یہ کہ انتظامی مشینری ترتیب دی گئی تو مختلف منصوبوں پر تیزی سے کام شروع ہوا اور پاکستان کے حالات کافی حد تک معمول پر آگئے۔ مشینری کو تربیت دینے میں قائداعظمؒ کا کردار مرکزی تھا۔

6- خارجہ پالیسی کے راہنما اصول:

قائداعظمؒ نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل دیتے ہوئے واضح کہا کہ پاکستان اصولوں اور قومی مفادات کا دھیان رکھتے ہوئے دیگر ممالک سے اپنے تعلقات کا یقین کرے گا۔ تمام اقوام سے برادرانہ تعلقات قائم کئیے جائیں گے۔
خارجہ پالیسی کے خدوخال کے حوالے سے قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے فوراً بعد مندرجہ ذیل اقدامات اٹھائے:

i- سفارت خانوں کا قیام:

دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں پاکستان کے سفارت خانے اور سفارتی مشن قائم کئیے اور تمام ممالک سے تعلقات استوار کرنے کی ابتداء کر دی گئی۔ قائداعظم نے مختصر ترین مدت میں بڑی تیزی سے پاکستان کو خارجی دنیا سے متعارف کرایا۔ قائداعظم نے سفارت کاروں کو خصوصی ہدایات جاری کیں کہ وہ بھرپور انداز میں اپنے فرائض ادا کریں اور اپنی تمام تر ذمہ داریاں صحیح معنوں میں مشن سمجھ کر ادا کریں۔

قائداعظمؒ نے سفارت کاروں کو ہدایت کی کہ سیاسی، سفارتی، فوجی، تجارتی، اور معاشی شعبوں میں قومی مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ii- اقوامِ متحدہ کی رکنیت:

پاکستان 30 ستمبر 1947ء کو اقوامِ متحدہ کا رکن بنا اور یہ عہد کیا کہ پاکستان دنیا میں امن و آشتی کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرتا رہے گا۔ پاکستان نے طے کیا کہ وہ عالمی برادری میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتا رہے گا اور اقوامِ متحدہ کے فیصلوں پر پوری طرح عمل درآمد کرتا رہے گا۔ اسلامی ممالک نے قیامِ پاکستان کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کیا اور توقع ظاہر کی کہ پاکستان اسلامی دنیا کی ترقی، خوشحالی اور بہبود کے لئے اپنے فرائض سرانجام دے گا۔

iii- مسلم ریاستوں سے خصوصی تعلقات:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول یہ قرار پایا تھا کہ تمام ممالک سے اچھے تعلقات کے قیام کے لئے پاکستان کوشاں رہے گا۔ مسلم ممالک سے خصوصی تعلقات قائم کئے جائیں گے۔ پاکستان قائم ہوا تو یہ دنیا میں آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا اسلامی ملک تھا اور اس کا قیام مسلم ممالک کے لئے حوصلہ اور تقویت کا سبب بنی۔ پاکستان نے اسلامی دنیا سے اپنی وابستگی کا دل کھول کر اظہار کیا۔

iv- بھارت سے تعلقات:

پاکستان کا قیام ہندوؤں کی منفی کوششوں کے باوجود ممکن ہو گیا تو بھارت نے پاکستان کو زیر کرنے اور اسے ابتداء میں ہی کمزور اور ناکام بنانے کے لئے بھرپور اقدامات اٹھانے شروع کر دیئے۔

پانی کا مسئلہ، مہاجرین کی آمد، سرحدوں کا تعین اور ایسے کئی اور مسائل تھے جنہوں نے جنم کیا۔ پاکستان کے حصے کے اثاثے دینے سے بھی بھارت مسلسل گریزاں رہا۔ جوناگڑھ، مناوادر، حیدر آباد دکن اور جموں و کشمیر کی ریاستوں پر بھارت نے فوج کشی کر کے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ پاکستان کو اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑی۔ بھارت پاکستان کے وجود کا سرے سے ہی مخالف تھا۔ بھارت کی سیاسی جماعت کانگریس اور ہندوؤں نے نہ تو مسلمانوں کو اور نہ ہی مسلم سیاسی جماعت مسلم لیگ کو اور نہ ہی تقسیم برصغیر کو دل سے مان تھا۔ ایسے حالات میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی نقطہ بھارتی عزائم کو ناکام بنانا تھا۔ کشمیری عوام نے آزادی کے لئے جدوجہد شروع کی تو پاکستان نے اخلاقی، سیاسی، سفارتی اور فوجی حمایت جاری رکھی۔ خاصی جدوجہد کے بعد کشمیری مجاہدین نے اپنا بہت سا علاقہ آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ علاقہ اب آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔ بھارت نے جب یہ دیکھا کہ بے یار و مددگار کشمیری کشمیر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور بھارت نے جب کشمیر جاتا دکھائی دیا تو بھارت اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں کشمیر کا مسئلہ لے گیا۔ پاکستان نے اقوامِ متحدہ اور دولت مشترکہ میں کشمیریوں کے حق خود ارادیت کا مقدمہ اقوام متحدہ میں بڑی اچھی طرح لڑا۔ بھارت نے وعدہ کیا کہ وہ کشمیر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

میں رائے شماری کے ذریعے ہونے والے عوامی فیصلے کو تسلیم کرے گا۔ لیکن جونہی ریاست پر اس کی گرفت مضبوط ہوئی تو بھارت اپنے کیے ہوئے وعدوں سے مکر گیا۔ بھارت اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کرنے سے مسلسل گریزاں رہا ہے۔

بھارت نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی لیکن پاکستان کی خارجہ پالیسی نے بھارت کے تمام تر عزائم ناکام بنادیئے۔ خارجہ امور میں پاکستان کی ابتدائی کامیابیاں اور بھارت کی طرف سے جارحانہ اقدامات کا ناکام ہونا بنیادی طور پر قائداعظم کی عمدہ قیادت کی بدولت ہی تھا۔

6- قائداعظم کی طلباء کو نصیحت:

قائداعظمؒ نئی نسل کی اہمیت وافادیت سے احسن طریقے سے آگاہ تھے۔ قائداعظم طلباء کو پاکستان کے مستقبل کا معمار قرار دیتے تھے۔ نوجوان مسلم طلباء نے اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہا اور گاؤں گاؤں، شہر شہر، قریہ قریہ پھیل گئے۔

جب پاکستان بن گیا تو طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ اب طلباء تعلیم پر اپنی ساری توجہ مرکوز کریں۔

27 نومبر 1947ء کو آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر ہم فوری اور نتیجہ خیز ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیمی شعبے پر پوری توجہ مرکوز کرنا ہوگی۔''

قائداعظم نے طلباء پر اپنے گہرے اعتماد کا اظہار کیا اور ہمیشہ انہیں قوم کا قیمتی سرمایہ کہتے تھے۔

ایک دفعہ طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

''پاکستان کو اپنے طلباء پر فخر ہے جو ہمیشہ اگلی صفوں میں رہے اور قوم کی توقعات پر پورے اترے۔ طلباء ہمارا مستقبل ہیں وہ مستقبل کے معمار بھی ہیں۔ ان سے قوم نظم وضبط چاہتی ہے تاکہ وہ وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔''

-7 پاکستان کی پہلی کابینہ کی تشکیل:

قائداعظم محمد علی جناح کی راہنمائی میں وزیراعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے پاکستان کی پہلی مرکزی کابینہ مرتب کی۔ آپ نے

چودھری ظفراللہ خان (وزیر خارجہ) چوہدری نذیر احمد (وزیر صنعت) ملک غلام محمد (وزیر خزانہ) خواجہ شہاب الدین (وزیر داخلہ) فضل الرحمٰن (وزیر تعلیم وتجارت) سردار عبدالرب نشتر (وزیر مواصلات) جوگندر ناتھ منڈل (وزیر قانون) پیرزادہ عبدالستار (وزیر خوراک) راجہ غضنفر علی (وزیر صحت) کو اپنی کابینہ میں شامل کیا۔

-8 پاکستان کا دارالحکومت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا سندھ اسمبلی کی عمارت میں مرکزی دستوریہ کا اجلاس منعقد ہوا سرکاری دفاتر کے لیے کچھ عمارات کرائے پر حاصل کی گئیں کچھ دفاتر فوجی بارکوں میں قائم کیے گئے ان کے علاوہ عارضی مکانات، ٹین اور خیموں کی چھتوں کے نیچے سینکڑوں دفاتر کھولے طرح بھی ممکن ہو سکا ملازمین نے کاروبار حکومت کو چلانا شروع کیا۔

9- تنخواہ کمیشن کا قیام:

قائداعظم نے ملازمت کے بارے ہیں سول سروسز رولز وضع کیے نیز فروری 1948ء میں آپ نے پہلا تنخواہ کمیشن قائم کیا۔

10- سول سروس کی تنظیم نو:

آپ نے سول سروس کی تنظیم نو کی طرف خصوصی توجہ دی مختلف محکموں کے سیکرٹریوں کے درمیان رابطے کے لیے سیکرٹری جنرل کا عہدہ قائم کیا گیا اور چوہدری محمد علی کو اس منصب پر فائز کیا گیا آپ نے سرکاری ملازمین کو محنت، خلوص اور دیانتداری سے کام کرنے کی تلقین کی آپ نے فرمایا۔

"آپ خواہ کسی بھی محکمے ہیں کام کرتے ہوں لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور سلوک خوش اسلوبی پر مبنی ہونا چاہیے اب آپ برسر اقتدار طبقے یا جماعت میں ہیں اب آپ ملازم اور خادم ہیں لوگوں کو یہ محسوس کروایئے کہ آپ ان کے ملازم اور دوست ہیں۔ عزت و تکریم، انصاف اور غیر جانبداری کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیجئے۔"

11- پولیس کے نظام کا قیام:

آپ نے ملک کے اندرونی تحفظ کے لیے پولیس کا نظام قائم کیا پولیس کے اہلکاروں نے اندرون ملک امن وامان کے قیام کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

12- فیڈرل کورٹ کی بنیاد:

آپ نے قانون کی حکمرانی کے لیے پاکستان کی سب سے بڑی عدالت فیڈرل کورٹ کی بنیاد رکھی جسے بعد میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا نام دیا گیا۔ اور صوبائی عدالتیں بھی قائم کی گئیں۔

13- گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قیام پاکستان کے وقت ملک میں کوئی آئین نہیں تھا۔اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ جب تک پاکستان کا آئین تیار نہیں ہو جاتا حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کو ضروری ترمیم کے ساتھ استعمال کیا جائے گا۔

-14 پاکستان فنڈ کا قیام:

پاکستان فنڈ کا قیام ملکی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے قائد اعظم نے جو اصلاحات کیں ان میں ''پاکستان فنڈ'' کا قیام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔جب مہاجرین کی آمد اور اثاثوں کی تقسیم میں بھارت کی بددیانتی سے حکومت پاکستان کے لیے کئی معاشی اور اقتصادی مسائل پیدا ہو گئے تو قائد اعظم نے ''پاکستان فنڈ'' قائم کرنے کا اعلان کیا جس میں مسلمان تاجروں اور مخیر افراد نے دل کھول کر عطیات دیئے۔

-15 پاکستانی سکے کا اجراء:

حکومت پاکستا اپنے ابتدائی ایام میں پرانے نوٹ استعمال کرنے پر مجبور تھی قائد اعظم نے 3 جنوری 1948ء کو پاکستانی سکے اور نوٹ جاری کرنے کا اعلان کیا جس سے پاکستان کی آزاد معیشت کا آغاز ہوا۔

-16 صنعتی ترقی:

صنعتی میدان میں بھی قائد اعظم پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں دیکھنا چاہتے تھے۔آپ نے صنعتی ترقی کے لیے بے شمار اقدامات کے ے۔آپ نے مزدوروں کو طبّی، رہائشی اور دیگر سہولتیں فراہم کرنے پر زور دیا آپ کو غریب اور محنت کش طبقے کی فلاح و بہبود کا بے حد خیال تھا آپ نے اگست 1947ء میں دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں فرمایا۔

''اگر ہم اس عظیم مملکت کو خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمین اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی''

-17 رشوت و بددیانتی کو ختم کرنے کی تلقین:

رشوت خوری اور بے ایمانی ایسی برائیاں ہیں جو ملکی معیشت پر اثر انداز ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیتی ہیں آپ نے لوگوں کو ان کے خلاف جہاد کرنے کی اپیل کی۔آپ نے امید ظاہر کی کہ اسمبلی بہت جلد ایسے قوانین وضع کرے گی جن سے ان لعنتوں کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے گا آپ نے سرکاری افسران کو بھی خوش دلی سے اور ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کی۔4 فروری 1948ء کو آپ نے سرکاری افسران سے ایک خطاب کے دوران فرمایا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

"ایمانداری اور خلوص دل سے کام کیجئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ضمیر سے بڑی کوئی قوت روئے زمین پر نہیں ہے میں چاہتا کہ جب آپ خدا کے روبرو پیش ہوں تو آپ پورے اعتماد سے کہہ سکیں کہ ہم نے اپنا فرض انتہائی ایمانداری اور وفاداری سے انجام دیا ہے"

-18 افواج پاکستان کی تنظیم نو:

آپ نے افواج پاکستان کو تلقین کی کہ وہ اپنے اندر اپنے آباؤاجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کریں ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے اور پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنیاد پر تعمیر کرنے کے لیے خود کو ہمہ وقت اور ہمہ تن ہوشیار رکھیں۔ وطن عزیز کے دفاع کے لیے آپ ملکی افواج کو ہمیشہ مستعد اور منظم دیکھنا چاہتے

تھے۔ 21 فروری 1948ء کو آپ نے افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں میں، جنگلوں میں، میدانوں میں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں۔"

-19 اسلحہ ساز فیکٹری کا قیام:

آپ نے واہ کے مقام پر پہلی اسلحہ ساز فیکٹری قائم کی آپ نے اس موقع پر جدید اسلحہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"آپ کو بھی زمانے کے ساتھ چلنا ہوگا اور اپنا اسلحہ جدید ترین طرز کا رکھنا ہوگا تا کہ کوئی طاقت ہمیں بے خبری کے عالم میں نقصان

پہنچانے میں کامیاب نہ ہوجائے۔"

-20 نظام حکومت کے لیے قرآن سے راہنمائی:

قائداعظم پاکستان میں اسلامی احکامات اور قوانین پر مبنی نظام حکومت رائج کرنا چاہتے تھے اور یہی قیام پاکستان کا مطمع نظر تھا آپ نے جنوری 1948ء میں پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

اسلام ہمارا راہنما اور ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے ہمیں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں سوشلزم، کمیونزم، نیشنلزم یا کسی دوسرے ازم کی ضرورت ہے۔"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حاصل کلام:

آپ نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ عزم وہمت سے مسلمانان ہند کے لیے نہ صرف ایک آزاد مسلم ریاست حاصل کی بلکہ اس کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اقتدار سنبھالتے ہی آپ کو لاتعداد سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور شبانہ روز محنت کر کے اس نوزائیدہ ملک کو ایک سال کے قلیل عرصے میں اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا آپ نے ابتدا ہی مے ں پاکستان کو درپیش تمام مسائل کا حل تلاش کر کے ایک ایسا لائحہ عمل تیار کیا جس پر عمل پیرا ہو کر پاکستان ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا　　　(اقبالؒ)

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 5

دساتیر پاکستان

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔اسے انشاءاللہ قیامت تک باقی رہنا ہے۔چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اس طرح ترتیب دیں کہ وہ اسلامی ضابطہ حیات سے عبارت ہو۔اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔اسلام ترقی کا مذہب ہے۔جب بھی مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑا تو ترقی کے راستے ان پر بند ہو گئے۔ہماری کامیابی کا راز اسلام میں مضمر ہے۔اگر ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تو ہم یقیناً ترقی کی دوڑ میں دوسری قوموں پر سبقت لے جا سکتے ہیں۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الا
لغت غریب، جب تک تیرا دل نہ دے گواہی (اقبالؒ)

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 1: قرارداد مقاصد پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

قیام پاکستان کے فوراً بعد دستوروں کی تشکیل سب سے اہم مسئلہ تھا۔ قانون حکومت ہند مجریہ 1935ء کو چند ضروری ترمیم کے ساتھ عارضی آئین کے طور پر نافذ کر دیا اس کے ساتھ ساتھ ملک کے لیے مستقل دستور بنانے کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ پہلی دستور ساز اسمبلی کا اہم فریضہ پاکستان کے لیے اسلامی اصولوں پر مبنی آئین تیار کرنا تھا۔ اس ضمن میں نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پہلا مثبت قدم اٹھایا آپ نے 7 مارچ 1949ء کو اسمبلی میں ملک کے آئندہ دستور کے بنیادی اصولوں پر مبنی ایک قرارداد پیش کی جسے اراکین اسمبلی نے بحث و تمحیص کے بعد 12 مارچ 1949ء کو منظور کر لیا۔ یہ قرارداد، قرارداد مقاصد کے نام سے موسوم ہوئی۔

قرارداد مقاصد کے اہم نکات

قرارداد مقاصد کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

-1 اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

پوری کائنات کی حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس حاکمیت میں اس کا کوئی شریک نہیں حکمران جو اختیارات عطا کیے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدس امانت ہیں اور وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق استعمال کریں گے۔

-2 اسلامی اقدار:

قرارداد مقاصد میں اس بات کا کہا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان ہیں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

-3 قرآن وسنت کی پیروی:

مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی اندگی قرآن وسنت کے مطابق بسر کر سکیں۔

-4 اردو بطور قومی زبان:

قرارداد مقاصد میں واضح کیا گیا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہو گی۔

5۔ جوابدہ حکومت:

قرارداد مقاصد میں واضح کیا گیا کہ پاکستان میں عوامی حکومت قائم کی جائے گی اور حکومت عوام کے سامنے جوابدہ ہو گی۔

6۔ اقلیتوں کا تحفظ:

اقلیتوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہو گی۔ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے اور عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔ ہر قوم کے مذہبی عقائد کا احترام کیا جائے گا۔ اقلیتوں کو اپنی ثقافت اور تمدن کو فروغ دینے کا بھی حق حاسل ہو گا۔

-7 بنیادی حقوق کی ضمانت:

آئین میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی۔ یعنی پاکستان کے شہریوں کو مساوات، ملکیت، اظہار رائے، عقیدہ، عبادت، مذہب اور انجمن سازی کے حقوق حاصل ہوں گے مزید برآں انھیں سیاسی، سماجی اور معاشی انصاف بھی مہیا کیا جائے گا۔

-8 وفاقی طرز حکومت:

پاکستان ایک وفاقی ملک ہو گا جس میں صوبوں کو مناسب حدود کے اندر رہتے ہوئے خود مختاری حاصل ہو گا۔

-9 عدلیہ کی آزادی:

قرارداد میں عدلیہ کی آزادی پر زور دیا گیا۔ انتظامیہ اور دیگر شعبوں کو عدلیہ کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہو گی۔ ججوں سے حلف لیا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جائے گا کہ وہ ہر طرح کے دباؤ سے بے نیاز ہو کر فیصلہ دیں تاکہ عوام کو صحیح انصاف میسر آسکے۔

-10 پسماندہ علاقوں کی ترقی وخوشحالی:

قرارداد میں پسماندہ علاقوں کی ترقی وخوشحالی کے لیے مناسب اقدامات کرنے کے اصول وتسلیم کر لیا گیا اور یہ طے پایا کہ جو علاقے نامساعد حالات کی وجہ سے ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں انہیں ترقی یافتہ علاقوں کی سطح پر لایا جائے گا۔

-11 دفاع پاکستان:

پاکستان کے تمام علاقوں کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔اس سلسلے میں بری، بحری اور ہوائی حدود کے دفاع کا انتظام حکومت کو کرنا ہوگا تاکہ ملک کو غیر ملکی استبداد اور تسلط سے محفوظ رکھا جاسکے۔

-12 جمہوری طرز حکومت:

قرارداد مقاصد کی رو سے ملک میں جمہوری نظام قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔عوام اپنی مرضی کے نمائندے منتخب کریں گے اور انھیں منتخب نمائندوں پر تنقید کا پورا حق حاصل ہوگا عوام کو ظلم وجبر اور تشدد سے بچانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

-13 اسلامی معاشرے کا قیام:

قیام پاکستان کا ایک اہم مقصد ملک میں اسلامی معاشرے کا قیام تھا۔قرارداد مقاصد مین اس بات کی ضمانت دی گئی ک ہ پاکستان مین ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے گا جس میں عوام اپنی زندگیوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام، قرآن کریم اور سنت رول اللہ ﷺ کے مطابق ڈھال سکیں۔اسلامی قدروں کو فروغ دینے کے لیے بھی ہر ممکن اقدامات کیے جائیں گے۔

-14 قانون سازی کی بنیاد:

پاکستان میں تمام قوانین قرآن وسنت کی روشنی میں نافذ کے ے جائیں گے۔پاکستان میں قرآن وسنت کی روشنی کے خلاف کوئی بھی قانون نہیں بن سکتا۔

15۔ قومی ترقی:

پاکستان کے عوام کو داخلی طور پر ترقی کے مواقع فراہم کے ے جائیں گے تاکہ وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرسکیں۔حکومت قومی ترقی کے لیے بھرپور اقدامات کرے گی۔

قرارداد مقاصد کی اہمیت

-1 قرآن وسنت کی بالادستی:

قرارداد پاکستان میں اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے یہاں قرآن وسنت پر مبنی قوانین وضع کیے جائیں گے اور کسی کو خدا کی عائد کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

-2 معاشرتی انصاف کی ضمانت:

قرارداد کو اس لحاظ سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ، عدلیہ کی آزادی اور انصاف ورواداری پر مبنی نظام حکومت کے قیام کی ضمانت دی گئی ہے۔

-3 دساتیر پاکستان میں دیباچہ کے طور پر شمولیت:

قرارداد پاکستان تاریخ میں ایک منفرد حیثیت کی حامل دستاویز ہے اسی لیے پاکستان کے ہر دستور کے شروع میں اسے ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

-4 اقلیتوں کے تحفظ کی ضمانت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قرارداد میں غیر مسلموں کو کامل مذہبی آزادی اور مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کرنے کی ضمانت دی گئی ہے نیز انہیں عبادت کی آزادی، مذہب کی تبلیغ اور عبادت گاہوں کی تعمیر کے حقوق بھی حاصل ہوں گے۔ اس طرح آئین سازوں نے اپنے اسلاف کی منصفانہ اور روادارانہ حکمت عملی کو ایک بار پھر زندہ کر دیا۔

-5 سیکولر ریاست کے امکانات کا خاتمہ:

قرارداد پاکستان کی منظوری نے ان ترقی پسند عناصر کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا جو پاکستان کو ایک لادین ریاست بنانا چاہتے تھے اور آئین سازی کے کام میں مسلسل رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ اس قرارداد نے واضح کر دیا کہ پاکستان کا آئین ہر صورت میں اسلامی ملک ہو گا۔

-6 آئین کا مستقل حصہ:

قرارداد مقاصد کو 1985 میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973 کے آئین میں ترمیم کر کے آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

-7 بنیادی دستاویز:

قرارداد مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں میگنا کارٹا (بنیادی دستاویز) کی حیثیت حاصل ہے۔

حاصل کلام:

قرارداد مقاصد پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ مین بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس قرارداد میں پاکستان کا نظام حکومت اور نظام معیشت اسلامی بنیادوں پر قائم کرنے کی ضمانت دی گئی۔ اس کی رو سے اس میں نہ صرف پاکستان کے مسلم شہریوں کو بنیادی حقوق و مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔ قرارداد مقاصد پاکستان میں دستور سازی کے عمل کی جانب پہلا قدم تھا۔ نواب زادہ لیاقت علی خاں نے قرارداد پیش کرتے وقت اس دن کو پاکستان کی تاریخ کا "اہم ترین دن" قرار دیا۔ اس میں پاکستانی عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اسلامی دستور کی ضمانت دی گئی۔

سوال 2: 1956 کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کریں۔

جواب:

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان میں آئین سازی کے کام کا آغاز ہو گیا مگر سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، فوج اور بیوروکریسی کی مداخلت و دیگر وجوہات کی بنا پر بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اکتوبر 1955ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں (پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان) کو ملا کر وحدت مغربی پاکستان) کی منظوری دے دی اس کے ساتھ ہی دستور ساز اسمبلی نے اپنی تمام تر توجہ دستور سازی کے کام پر مرکوز کر دی وزیر قانون آئی۔ آئی۔ چندریگر نے دستور کا مسودہ 9 جنوری 1956ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کر دیا جس نے 29 فروری 1956ء کو اسے منظور کر لیا 2 مارچ کو گورنر جنرل سکندر مرزا نے بھی اس کی توثیق کر دی بعد ازاں 23 مارچ 1956ء کو اس آئین کو نافذ کر دیا گیا۔ یہ آئین اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے اسمبلی سے منظور کروایا۔

1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1956ء کے آئین میں مندرجہ ذیل اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں۔

-1 اللہ کی حاکمیت:

قرارداد مقاصد کو آئین کے شروع میں ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں کہا گیا کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اختیارات کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

-2 قانون سازی کی بنیاد:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان میں قوانےن قرآن وسنت کی روشنی میں وضح کےے جائےں گے پاکستان میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جاسکتا جو قرآن وسنت کی روشنی کے

خلاف ہو گا۔

-3ملک کا نام:

1956 کے آئین کے تحت ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

-4صدر کا مسلمان ہونا:

1956 کے آئین میں صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا تاہم وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔

-5اسلامی اصولوں کی پابندی:

1956ء کے آئین کے افتتاحیہ میں کہا گیا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہو گا جس میں انصاف، آزادی اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے مطابق نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

-6اسلامی نظام زندگی:

آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

-7اسلامی اقدار کی حفاظت:

آئین میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور برائیوں کے خاتمے کی ضمانت دی گئی۔ سود، عصمت فروشی، جوا اور شراب کا خاتمہ کیا جائے گا۔

-8زکوٰۃ اور اوقاف:

1956 کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پاکستان میں زکواۃ و اوقاف کا نظام رائج کیا جائے گا۔

-9فلاحی ریاست:

پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کے لیے ملک سے ناخواندگی ختم کی جائے گی مزدوروں کے لیے کام کرنے کے اوقات بہتر بنائے جائیں گے اور تمام شہریوں کو روٹی، کپڑا، مکان اور طبّی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہو گی۔

-10اسلامی مملک سے دوستانہ تعلقات:

دستور میں حکومت پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ تمام اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے۔

-11اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

1956ء کے آئین میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی نیز انھیں کامل مذہبی آزادی دینے کا بھی وعدہ کیا گیا۔

-12عدلیہ کی آزادی:

1956ء کے آئین میں عدلیہ کی آزادی کا خاص لحاظر رکھا گیا۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں سپریم کورٹ اور ہائیکورٹس کو آئین کی حفاظت کا اختیار حاصل ہو گا۔ عدلیہ کے جج بغیر کسی سیاسیے امعاشرتی دباؤ کے آئین کے تحت لوگوں کو انصاف مےا کرتے رہیں گے۔

-13نسلی اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی:

1956ء کے آئین میں نسلی، صوبائی، علاقائی اور فرقہ وارانہ رجحانات کی حوصلہ شکنی کی گئی اور ملک میں اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

-14ناخواندگی کا کاتمہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1956ء کے آئین میں اس امر کی وجاحت کی گئی کہ ملک مین ناخواندگی کا خاتمہ کیا جائے گا۔ابتدائی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے گا اور یہ تعلیم مفت اور لازمی ہوگی۔ بالغوں کو تعلیم دینے کا بھی معقول بندوبست کیا جائے گا تاکہ ملک میں خواندہ افراد کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو۔

-15قرآن کریم کی لازمی تعلیم:

1956آئین کی رو سے قرآن کریم کی تدریس کو لازمی قرار دیا گیا تاکہ طلباء کے ذہنوں میں اسلامی روح کو اجاگر کیا جائے۔

-16ادارہ تحقیقات اسلامی:

1956 کے آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی قائم کیا جائے گا جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید زمانے کے مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے گا۔

17۔سود کا خاتمہ:

پاکستان میں سود کے خاتمے کے لیے ہر ممکن اقدامات کے ے جائے ں گے۔

18۔جداگانہ طرے ق انتخابات:

1956 کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ مغربی پاکستان میں جداگانہ طرے ق انتخاب جبکہ مشرقی پاکستان میں مخلوط طرے ق انتخاب اپنائے اجائے گا۔

1956 کے آئین کی منسوخی:

1956 کا آئین پاکستان کو نو برس کی طویل جدوجہد کے بعد پہلی مرتبہ نصیب ہوا اس دستور میں پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے لیے بہت سی دفعات شامل کی گئی تھیں۔دستور ساز اسمبلی کے اس اقدام کو پاکستان کے عوام نے قابل ستائش قرار دیا لیکن یہ آئین صرف دو برس سات (7) ماہ نافذ رہنے کے بعد اکتوبر 1958 کو فوج کے سربراہ جنرل اے وب نے منسوخ کر دیا اور ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا انہوں نے سکندر مرزا کو برطرف کر دیا۔1956ء کے دستور کی ناکامی کا ایک سبب صدر کی امور مملکت میں بے جا مداخلت تھی۔

سوال 3: 1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

1956 کے آئین کو جنرل محمد اے وب خان نے اکتوبر 1958 میں منسوخ کر کے ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا۔انہوں نے فروری 1960ء میں جسٹس شہاب الدین کی قیادت میں ایک دستوری کمیشن قائم کیا جس نے 6 مئی 1961ء کو اپنی تجاویز صدر مملکت کو پیش کیں ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے جسٹس منظور قادر کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی نے آئینی کمیشن کی سفارشات میں کچھ ردوبدل کر کے پاکستان کے لیے نیا آئین مرتب کیا جسے صدر ایوب خاں نے 8 جون 1962ء کو ملک میں نافذ کر دیا۔

-1اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1962ءیں آئین یں قرارداد مقاصد دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا اور یہ تسلیم کیا کہ پاکستان کے عوام قرآن و سنت کی روشنی میں حاکمیت کے اختیارات کو ایک مقدس امانت سمجھ کر استعمال کریں گے۔

-2ملک کا نام:

1962ء کے دستور میں پہلے مملکت کا نام جمہوریہ پاکستان رکھا گیا بعد میں عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر اس میں ترمیم کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کر دیا گیا۔

-3صدر کا مسلمان ہونا:

1962ء کے آئین میں صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-4اسلامی اقدار کا فروغ:

دستور کے افتتاحیہ میں وضاحت کر دی گئی کہ ملک کا انتظام عوام کے منتخب نمائندے جمہوریت، آزادی، مساوات رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کے مطابق چلائیں گے۔

-5اسلامی معاشرے کی تشکیل:

پاکستان کے لوگوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے مطابق بسر کر سکیں۔

-6اسلامی قانون کا نفاذ:

1962ء کے آئین میں کہا گیا کہ آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن و سنت کے منافی ہو نیز پہلے سے موجود قوانین کو بتدریج قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

-7قرآن و اسلامیات کی لازمی تعلیم:

راہنما اصولوں میں یہ بھی کہا گیا کہ حکومت قرآن و اسلامیات کی لازمی تعلیم کے لیے مناسب اقدامات کرے گی اور مسلمانوں میں اسلامی اخلاق کو فراغ دینے کی کوشش کرے گی۔

-8فلاحی ریاست:

اس آئین میں حکومت کو ہدایت کی گئی کہ وہ ملک سے جہالت کا خاتمہ کرے، مزدوروں کے کام کے اوقات کار کو بہتر بنائے، عصمت فروشی، جوا اور شراب کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے اور عوام کے لیے روٹی، کپڑا، مکان اور طبّی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہو گا۔

-9اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات:

آئین میں حکومت پاکستان کو اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کو کہا گیا۔

-10زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

اس آئین کے تحت زکوٰۃ اور اوقاف کے الگ الگ محکمے تشکیل دیے جائیں گے۔ محکمہ زکوٰۃ کا عملہ زکوٰۃ وصول کر کے اسے ملک و عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے گا۔ اسلامی ثقافت کی آئینہ دار عمارات اور جامع مساجد کی دیکھ بھال محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہو گی۔

-11سود کا خاتمہ:

اس آئین کی رو سے یہ طے پایا کہ ہر سطح پر سودی کاروبار کو ختم کر کے اسلامی قوانین اور اصول و ضوابط مرتب کیے جائیں گے۔

-12غلطیوں سے پاک قرآن مجید کی اشاعت:

اس آئین میں یہ بھی تحریر کیا کہ غلطیوں سے پاک قرآن کریم اشاعت حکومت کی ذمہ داری ہو گی تاکہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو۔

-13عدلیہ کی آزادی:

1962ء کے آئین میں اس بات کو یقینی بنائے اگیا کہ حکومت عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنائے گی تاکہ لوگوں کو قانون کے مطابق انصاف کیا جا سکے۔

-14پسماندہ علاقوں کی ترقی:

1962ء کے آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے بھرپور اقدامات کرے گی۔

-15غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

اس آئین مین اس بات کی ضمانت دی گئی کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ دیا جائے گا۔ انھیں مکمل مذہبی آزادی حاسل ہو گی، ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے اور انھیں پاکستانیوں کے مساوی حقوق حاسل ہوں گے۔

-16اسلامی مشاورتی کونسل:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

آئین کے تحت صدر پاکستان کو پانچ سے بارہ ارکان پر مشتمل اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل کا کام سپرد کیا گیا ان ارکان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی، معاشی، قانونی اور انتظامی مسائل سے بھی واقفیت رکھتے ہوں کونسل کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو ایسی تجاویز پیش کرے جن سے مسلمان اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

17- ادارہ تحقیقات اسلامی:

آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں آیا تا کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے۔

1962ء کے آئین کی منسوخی اور مارشل لاء کا نفاذ:

جنرل ایوب خان کے خلاف زبردست عوامی تحریک شروع ہو گئی ملک گیر ہنگاموں کے پیش نظر 25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب خاں نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خاں نے چیف مارشل لا ایڈ منسٹریٹر کی حیثیت سے عنان حکومت سنبھالی۔ 1962ء کا آئین یوں منسوخ کر دیا گیا۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں جنرل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ فوج سیاسی عزائم نہیں رکھتی وہ جلد از جلد بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دے گی۔

سوال 4: 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کریں۔

جواب:

1970ء میں یحییٰ خان نے ملک میں پہلے انتخابات کروائے انتخابات کے نتائج انتہائی حوصلہ شکن تھے پاکستان ایک نئے بحران میں داخل ہو گیا جس کی وجہ سے 16 دسمبر 1971 کو مشرقی پاکستان پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ 20 دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان اور سول مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا نئی حکومت کے سامنے ملک کی تعمیر نو کے علاوہ پاکستان کے لیے ایک مستقل آئین کی تشکیل کا چیلنج بھی موجود تھا 17 اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی نے مسودہ آئین کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی جس نے شب و روز کام کر کے 2 فروری 1973ء کو دستور کا مسودہ قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا قومی اسمبلی نے 12 اپریل 1973ء کو اسے متفقہ طور پر منظور کیا اور 14 اپریل 1973ء کو اسے نافذ کر دیا گیا۔

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1973 آئین میں بھی قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ حاکمیت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور پاکستان کے عوام جو اختیارات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے ان کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہو گی۔

2- ملک کا نام:

دونوں سابقہ دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔

3- سرکاری مذہب:

1973ء کے آئین کے مطابق اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔

4- صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا:

اس دستور کے تحت صدر اور وزیراعظم دونوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی 1956 اور 1962 کے دساتیر میں صرف صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔

5- اسلامی قوانین کا نفاذ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ملک میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور پہلے سے موجود تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں گے۔

-6قرآن وسنت کی پیروی:

پاکستان کے مسلمانوں کو موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

-7مسلمان کی تعریف:

1973ء کے دستور میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف بڑی وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے جس کی رو سے اللہ تعالی کی وحدانیت، رسالت، آخرت اور اللہ تعالی کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر ایمان لانا بھی لازمی ہے۔

-8قرآن پاک اور اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق ملک میں قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

-9اسلامی معاشرے کا قیام:

دستور کے ابتدائیہ ہیں عہد کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

-10اسلامی اقدار کا تحفظ:

1973ء میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت ملک سے جہالت کے خاتمے کی کوشش کرے گی مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات کو بہتر بنائے گی پاکستان کے شہریوں کو بنیادی ضرورتیں اور طبّی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرے گی۔ عصمت فروشی، شراب اور جوا پر پابندی لگائی جائے گی۔

-11قرآن پاک کی غلطےوں سے پاک طباعت:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک صحیح طباعت واشاعت کا انتظام کرے گی۔

-12عربی زبان کی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت ملک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کرے گی۔

-13سود کا خاتمہ:

1973ء کے دستور کے تحت ملک کے معاشی نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جائیں گے۔

-14زکوۃ اور اوقاف کا نظام:

1973ء کے دستور میں زکوۃ اوقاف اور مساجد کے نظام کو مناسب انداز میں چلانے کا وعدہ کیا گیا۔

-15اسلامی مملک سے خوشگوار تعلقات:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کرے گی۔

-16اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت:

1973ء کے آئین کی رو سے اقلیتوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہو گی ان کے حقوق ومفادات کی نگہداشت حکومت کی ذمہ داری ہو گی صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے اضافی نشستیں بھی مخصوص کی جائےں گی۔

-17 نظریہ پاکستان کا تحفظ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1973ء کے آئین میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ صدر مملکت، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، سپیکر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر، سینٹ کا چیئرمین، صوبائی گورنروں، وزیر اعلی، سپیکروں اور ڈپٹی سپیکروں کے لیے لازم ہو گا کہ وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے وقت اس بات کا اقرار کریں گے کہ نظریہ پاکستان کے وفادار رہیں گے۔

-18 قومی زبان:

1973ء کا آئین مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کا ترجمان تھا۔ اس لیے پاکستان کی قومی زبان اردو قرار دی گئی۔ ویسے بھی اردو مسلمانانِ برصغیر کا عظیم ورثہ تھی۔ اس میں مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ تہذیب و ثقافت کے علاوہ دینی سرمایہ محفوظ تھا۔

-19 فلاحی ریاست کا قیام:

1973ء کے آئین میں اس بات کی ضمانت کی دی گئی کہ ملک سے بیماری، جہالت اور بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ شہریوں کو بنیادی ضروریات روٹی کپڑا، مکان اور صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

-20 قرارداد مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

1985ء میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

-21 اسلامی نظریاتی کونسل:

1973ء کے آئین کے تحت صدر مملکت آٹھ سے پندرہ ارکان پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرے گا۔ یہ کونسل صدر، گورنر مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو کسی بھی بل کے متعلق مشورہ دے گی کہ آیا وہ بل اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں مزید برآں یہ کونسل قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے میں قانون ساز اداروں کی راہنمائی کرے گی۔

1973ء کے آئین کی اہمیت:

1973ء کا آئین پاکستان کا پہلا دستور ہے جس پر قومی اسمبلی کے تمام ارکان نے دستخط کیے اور جسے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر منظور کیا اس دستور میں دونوں سابقہ دساتیر کے مقابلے میں اسلامی رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ اس کے تحت اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہو گا۔ س میں پہلی مرتبہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والوں کو خارج از اسلام قرار دیا گیا یعنی جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی الزماں نہیں مانتا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں سود کو بتدریج ختم کرنے کا وعدہ کیا گیا قرآن کی صحیح طباعت اور عربی زبان کی تدریس کے لیے حکومت ہر ممکن اقدام کرے گی اور قرآن و سنت پر مبنی اسلامی معاشرے کا قیام حکومت کا فرض ہو گا الغرض یہ آئین اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی ہے اس کی تکمیل پر پاکستان کے عوام نے خدا کا شکر ادا کیا۔

1973ء کے آئین کی معطلی:

1977ء میں ملک میں دوسرے عام انتخابات کا انعقاد ہوا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی اپوزیشن کی طرف سے وسیع پیمانے پر دھاندلی کے الزامات لگائے گئے اور دوبارہ انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس کی وجہ سے حالات قابو سے باہر ہو گئے بری فوج کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے 1977ء میں 1973ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

سوال 5: پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب:

پاکستان کے وجود کا آغاز صرف اسلام ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کی رو سے برصغیر کے مسلمان ایک الگ قوم کے طور پر تسلیم کیے گئے۔

1947 میں پاکستان کی تشکیل کے بعد عوام کی امنگیں یہی تھیں کہ ملک میں قرآن وسنت کے مطابق پورا نظام ترتیب دیا جائے گا اور اسلامی نظام رائج کیا جائے گا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مگر دستور سازی کے مراحل میں کئی رکاوٹیں حائل ہو گئیں۔ دستور سازی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں پہلا قدم قرارداد مقاصد کی منظوری تھا۔ بعد ازاں 1962،1956 اور 1973 کے دساتیر میں کئی اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا۔

پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششیں

پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

☆قرارداد مقاصد:

پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی ابتدا قرارداد مقاصد سے ہوئی اس قرارداد کو نوابزادہ لیاقت علی خان نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا تھا اس میں یہ عہد کیا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا اور مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال سکیں قرارداد میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ تمام شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

☆دساتیر میں اسلامی دفعات کی شمولیت:

پاکستان کے تینوں دساتیر (1962,1956 اور 1973) یں اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں۔ جن کے مطابق پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے کوئی غیر مسلم صدر مملکت یا وزیر اعظم کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا صدر اور وزیر اعظم اپنے عہدے کے حلف اٹھاتے وقت ختم نبوت کے عقیدے کا برملا اعلان کرے گا اسلامی اصولوں کو مملکت کے راہنما اصولوں میں پوری وضاحت کے ساتھ درج کیا گیا ہے پاکستان میں مسلمانوں کو یہ مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ اپنی زندگیوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں وہ ہدایات جن کا ماخذ قرآن پاک اور سنت نبوی ہے۔

☆ بھٹو دور کے اسلامی اقدامات:

بھٹو دور میں صدر کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کا مسلمان ہونا، سود کے خاتمے، اسلامی قوانین کے نفاذ، شراب نوشی اور عصمت فروشی کے خلاف کے

خلاف قوانین کا اعلان کیا گیا۔ اتوار کی بجائے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل قرار دیا گیا مسلمان کی تعریف کی گئی۔

☆ضیاء الحق کی حکومت کے اسلامی اقدامات:

1977 میں جنرل محمد ضیاء الحق نے 1973 کے آئین کو معطل کر کے ملک میں تیسرا مارشل لاء لگا دیا۔ مارشل لاء حکومت نے شروع میں ہی کئی اسلامی اقدامات کیے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے حوالے سے سنہری دور جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت کا دور قرار دیا جاتا ہے۔

اس دور یں مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

1- زکوۃ وعشر کا نظام □©:

20 جون 1980ء کو ملک میں زکوۃ وعشر کا نظام قائم کی گیا۔ اس نظام کے تحت ہر سال یکم رمضان کو بینکوں میں جمع شدہ رقوم اور سیونگ اکاونٹس پر زکوۃ کی کٹوتی کی جاتی ہے اور یہ رقم زکوۃ کونسلوں کے ذریعے مستحقین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ نظام عشر 1983ء میں نافذ کیا گیا جس کے مطابق سالانہ پیداوار کی مخصوص حد کا 10 فیصد عشر وصول کیا جاتا ہے۔

2- شرعی حدود کا نفاذ:

12 ربیع الاول 1399ھ کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر 10 فروری 1979ء کو اسلامی حدود کا آرڈیننس نافذ کیا گیا جس کے مطابق چوری، شراب نوشی، زنا اور قذف کے جرائم پر اسلامی سزائیں نافذ کی گئیں۔

3- سود کا خاتمہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

یکم جنوری 1981ء سے نفع ونقصان کی بنیاد پر کھاتے کھول کر سود سے پاک بینکاری کے مرحلہ وار پروگرام کا آغاز کیا گیا اور یکم جولائی 1984ء سے تمام سیونگ اکاونٹس کو پی۔ایل۔ایس PLS کھاتوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

-4 شرعی عدالتوں کا قیام:

10 فروری 1979ء کو عید میلادالنبی ﷺ کے مبارک موقع پر ایک آرڈی نینس کے ذریعے تمام ہائیکورٹس میں شریعت بنچ قائم کر دیئے گئے جن میں علماء کرام کو قاضی مقرر کیا گیا۔ مئی 1980ء میں شریعت بنچوں کی جگہ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں تھا۔ یہ عدالت ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سنتی تھی۔ اور اسلام کی تشریح کرتی تھی۔ یہ عدالت اسلام سے متصادم قوانین اور اقدامات کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

-5 اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی نظام کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لئے میٹرک، انٹر اور ڈگری کلاسوں میں اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

-6 احترام رمضان آرڈی نینس:

جون 1981ء کو رمضان المبارک کے احترام کے لئے خصوصی آرڈی نینس جاری کیا گیا۔ جس کے تحت احترام رمضان نہ کرنے والوں کو تین ماہ قید اور 500 روپے جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ البتہ ہسپتال، ہوائی اڈے، بندرگاہیں اور ریلوے اسٹیشن اس آرڈی نینس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

-7 نظام صلوۃ:

سکولوں، کالجوں میں ظہر کی نماز کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت نے سرداری دفاتر میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے بندوبست کرنے کا حکم جاری کیا۔ ہر محلے میں نیک اور صالح لوگوں کو ناظمین صلوۃ مقرر کیا گیا۔ صلوۃ کمیٹیاں بنائی گئیں تاکہ لوگوں کو نماز کی طرف راغب کیا جائے۔

-8 عربی کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی پالیسی پر نظرثانی کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے سکولوں میں جماعت ششم سے جماعت ہشتم تک قرآن مجید کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

-9 بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام:

2 جنوری 1981ء سے اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے کام شروع کر دیا اور اسلامی قوانین کے بارے میں تحقیق کا آغاز کر دیا۔

-10 دینی مدارس کی سرپرستی:

اس دور میں پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں انقلابی اقدامات کئے گئے دینی مدارس کی ہر طرح سے سرپرستی کی گئی ان کو مالی امداد کا انتظام کیا گیا اور ان کی اسناد کو بی۔اے اور ایم۔اے کے برابر درجہ دیا گیا۔

-11 نشریاتی اداروں کی اصلاح:

ریڈیو، ٹی وی کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

(i) غیر شریفانہ اور غیر اسلامی پروگرام پر پابندی لگادی گئی۔

(ii) ٹی وی پر خواتین کو دوپٹہ اوڑھنے کے احکامات جاری کئے گئے۔

(iii) قرآن پاک اور عربی کی تعلیم کا اہتمام ریڈیو، ٹی وی سے کیا گیا۔

(iv) ذرائع ابلاغ کو اسلامی قومی جذبات ابھارنے کے لئے احکامات جاری کیے گئے۔

(v) حج اور دینی تقریبات مثلاً شبینہ کی محافل ٹی وی پر دکھائی جانے لگیں۔

(vi) اذان کی ابتدائ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

12- قصاص اور دیت کا قانون:

ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قصاص اور دیت کا اسلامی قانون نافذ کیا گیا۔

13- قرار دادِ مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں 1985ء میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ بنادیا۔

14- عدالتی طریق کار کی اصلاح:

عدالتوں میں ججوں کے لیے برطانوی دور کے لباس کی جگہ شیروانی اور شلوار کو دے دی گئی ہے ججوں کو خطاب کرنے کے لے مائی لارڈ(My Lord)اور یور لارڈشپ(You Lordship)کو جناب والا اور جناب عالی کے الفاظ سے بدل دیا گیا ہے۔

15- اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو:

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس کی تنظیم نو کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔اس کے اراکان کی تعداد بڑھا کر 20 کردی گئی ہے۔اس کونسل میں ہر مکتبہ فکر کے علماء کو قانون کی نمائندگی دی گئی ہے کونسل نے حدود آرڈی نینس، زکوۃ، عشر اور سود سے پاک معاشی نظام کے سلسلے ییں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے بارے میں حکومت کو سفارشات پیش کرنا کونسل کے فرائض میں شامل ہے۔

16- محتسب اعلیٰ کا تقرر:

صدر مملکت نے جون 1981ء میں عوام کو بیوروکریسی اور اعلیٰ حکام کے مظالم سے محفوظ رکھنے اور ان کی جائز شکایات کے فوری ازالے کے لیے اسلامی انداز کا ایک نیا عہدہ محتسب اعلیٰ کے نام سے تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا جنوری 1983ءیں ایک خصوصی آرڈنینس کے ذریعے وفاقی محتسب اعلیٰ کے نام سے تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا جنوری 1983ء مین ایک خصوصی آرڈنینس کے ذریعے وفاقی محتسب اعلیٰ کا منصب قائم کردیا گیا۔ چیف جسٹس پنجاب سردار محمد اقبال کا اس عہدے پر تقرر ہوا۔اب تک ہزاروں افراد محتسب اعلیٰ کے ذریعے انصاف حاصل کر چکے ہیں۔

17- مسجد مکتب سکیم:

ابتدائی تعلیم کو دینی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مسجد مکتب سکیم کا آغاز کیا گیا۔دو سال کے دوران (1984-4985) ملک مین 4182 مسجد مکتب قائم کیے گئے جن میں بچوں کو ابتدائی درسی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

18- علماء و مشائخ کا احترام:

اسلامی معاشرے کی تشکیل مین علماء دین اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن سابقہ حکومتوں کے دور میں علماء و مشائخ کو وہ مقام حاصل نہیں رہا جس کے وہ مستحق تھے ضیاء حکومت پہلی بار علام ء و مشائخ سے رابطہ قائم کیا تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لے ان کی آراء سے استفادہ حاصل کیا جاسکے اس ضمن میں علماء و مشائخ کے کنونشن منعقد کرائے گئے اس طرح علماء کو حکومت کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے اور اپنی آراء کے اظہار کا موقع ملا۔ علماء اور مشائخ کو حکومت کے اقدامات پر جائز تنقید کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

19- حرمت صحابہ کرام:

صحابہ کرام کی عزت و تکریم ہر مسلمان پر فرج ہے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی شان مبارک میں گستاخی کو قابل گرفت جرم قرار دیا گیا ہے مجرم کو تین سال قید بامشقت اور جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

20- حج کے لیے سہولتیں:

حکومت نے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مواقع فراہم کیے۔ کفالت سکیم کے تحت وہ تمام لگ حج کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں جن کے اخراجات بیرون ملک مقیم ان کے عزیز و اقارب برداشت کریں حاجیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے "خدام الحجاج" مقرر کیے گئے ہیں حاجیوں کی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

رہائش کے انتظامات کو بہتر بنانے اور انھیں طبّی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے پاکستان ہاؤس میں حاجیوں کے قیام وطعام کا بہترین بدوبست کیا گیا ہے۔

-21تقریبات:

حکومت نے اہم قومی تقریبات کو سرکاری سطح پر منانے کا فیصلہ کیا بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کو انتہائی شان وشوکت اور وقار سے منانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔شب برات اور معراج شریف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لے خصوصی پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں۔یوم اقبال کے موقع پر تقریروں اور شعری کلام کے ذریعے علامہ اقبال کے فلسفہ حیات اور نظریات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔یوم آزادی کو پورے ملک میں انتہائی جوش وخروش کے ساتھ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔سرکاری اور غیر سرکاری عمارات کو بڑی خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں تحریک آزادی کے شہداء کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

-22معاشرے کی تشکیل نو:

معاشرے کو اسلامی شکل دینے کے لیے ملک میں مخرب اخلاق لٹریچر پر پابندی لگادی گئی۔متعصبانہ لٹریچر کی فروخت کو ممنوع قرار دے دیا گیا کیونکہ اس قسم کا لٹریچر علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت اور استعمال پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔عریانی کی بڑھتی ہوئی لعنت اور فحاشی کے انداد کے لیے احکامات جاری کیے گئے۔رسول خدا کی شان مبارک مین نازیبا الفاظ استعمال کرنے والے شخص کے لیے سزائے موت یا عمر قید اور جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔1984ء میں حکومت نے قادیانیوں کو شعائر اسلام کے نام استعمال کرنے پر پابندی لگادی چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے تھے۔

23۔شریعت بل کی منظوری:

1991ء میں شریعت ایکٹ منظور کیا گیا۔جس کے تحت اقرار کیا گیا ہے کہ شریعت کی بالادستی قائم کی جائے گی۔نظام تعلیم اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔پاکستان کا معاشی نظام اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔بیت المال قائم کیا جائے گا جس سے غریبوں اور ناداروں کی ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔معاشرے کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے برائیوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔کوئی بھی ایسا ٹیکس نافذ نہیں کیا جائے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔

حاصل کلام:

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اسے انشاءاللہ قیامت تک باقی رہنا ہے چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اس طرح ترتیب دیں کہ وہ اسلامی ضابطہ حیات سے عبارت ہو۔اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں اسلام ترقی کا مذہب ہے جب بھی مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو انھوں نے ترقی کرنا بند کر دی ہماری کامیابی کا راز اسلام مین مضمر ہے اگر ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تو ہم یقیناً ترقی کی دوڑ میں دوسری قوموں پر سبقت لے جا سکتے ہیں۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الہ الا
لغت غریب، جب تک تیرا دل نہ دے گواہی
(اقبالؒ)

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 6

ارض پاکستان

مملکت خداداد پاکستان جغرافیائی طور پر اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اس کی برابری نہیں کر سکتا اور قدرتی وسائل سے مالا مال بھی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی توانائیوں کو محض تنقید پر صرف کرنے کی بجائے تعمیر و ترقی کے عمل کو تیز تر کریں۔ وگرنہ یاد رکھیں وقت کے بطن سے حادثات جنم لیتے رہتے ہیں اور نقصان صرف انہی لوگوں کو ہوتا ہے جو حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے صرف قسمت کو کوسنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 1: پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت بیان کریں۔

جواب:

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان عالم اسلام کے وسط اور برصغیر پاک وہند کے مغرب میں واقع ہے۔ برّاعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہونے کی وجہ سے جنوبی ایشیا کا حصہ ہے۔ اس کا کل رقبہ 7,96,096 مربع کلومیٹر ہے۔ آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق تیرہ کروڑ پچاس لاکھ اسّی ہزار ہے جس میں تقریباً 32.50 فیصد لوگ شہروں میں 67.50 فیصد لوگ دیہات میں آباد ہیں۔ پاکستان کی 98 فیصد آبادی مسلمان جبکہ 2 فیصد آبادی عیسائیوں، قادیانیوں ہندو اور پارسیوں پر مشتمل ہے۔ 2003ء کے سروے کے مطابق پاکستان کی آبادی 15 کروڑ ہے۔

پاکستان کا محلِ وقوع:

جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان 23.50 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔

پاکستان کے مشرق میں.....................بھارت

پاکستان کے مغرب میں......................افغانستان وایران

(افغانستان شمال مغرب اور مغرب ہیں جبکہ ایران جنوب مغرب میں واقع ہے)

پاکستان کے شمال میں..............................عوامی جمہوریہ چین

پاکستان کے جنوب میں.............................بحیرۂ عرب

پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت:

پاکستان براعظم ایشیاء میں واقع ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 796,096 مربع کلو میٹر ہے، جو جنوبی ایشیا کے کل رقبے کا 18.78 فی صد ہے۔ پاکستان کا تقریباً 58 فیصد رقبہ پہاڑوں اور سطح مرتفع پر مشتمل ہے جبکہ تقریباً 42 فی صد رقبہ میدانوں اور ریگستانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جو جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحلوں اور دریائے سندھ کے ڈیلٹائی میدان سے شمال کے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرقی و جنوبی حصہ دریائی میدانوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ مغربی اور وسطی حصہ کئی پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی آب وہوا میں موسمی فرق بہت نمایاں ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1۔ چین کی ہمسائیگی:

پاکستان کے شمال میں چین واقع ہے جو دنیا کے نقشے پر ایک اہم معاشی طاقت بن کر ابھر رہا ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان مشترک سرحد کی کل لمبائی تقریباً 600 کلو میٹر ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان خوشگوار تعلقات شروع ہی سے قائم ہیں۔ 1949ء میں جب چین معرضِ وجود میں آیا تو پاکستان نے اُسے فوراً ہی تسلیم کر لیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان اہم بین الاقوامی امور پر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اور دونوں ممالک تجارتی اور ثقافتی بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں۔

2۔ مذہبی، ثقافتی اور تجارتی اہمیت:

پاکستان کے شمال مغرب کی سمت میں وسطی ایشیائی اسلامی ممالک واقع ہیں۔ ان ممالک میں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قازقستان اور کرغیزستان شامل ہیں۔ پاکستان اور تاجکستان کو ''واخان'' کی پٹی آپس میں ملاتی ہے۔ یہ ممالک خشکی سے گھرے ہوئے ہیں اور قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ پاکستان کے ان اسلامی ریاستوں سے مذہبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو وسطی ایشیائی ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے۔

3۔ ایران کی ہمسائیگی:

پاکستان کے مغرب (جنوب مغرب) کی جانب ایران واقع ہے۔ ایران کے ساتھ سرحد کی کل لمبائی 900 کلو میٹر ہے۔ پاکستان جب قائم ہوا تو سب سے پہلے ایران نے پاکستان کو تسلیم کیا اور ایران ہی کے شہنشاہ نے سب سے پہلے پاکستان کا سرکاری دورہ بھی کیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان خوشگوار اور وسیع تعلقات موجود ہیں۔ ایران ایک اسلامی ملک ہے۔ 1964ء میں دونوں ممالک کے درمیان تجارتی، ثقافتی اور مذہبی تعلقات کا آغاز ہوا جو اب تک قائم ہیں۔

4۔ افغانستان کی ہمسائیگی:

افغانستان کے ساتھ سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں جو 1893ء میں قائم کی گئی۔ پاکستان کی افغانستان کے ساتھ مشترکہ سرحد کی لمبائی 2252 کلو میٹر ہے۔ پاکستان کی طویل ترین سرحد اسی ملک کے ساتھ ملتی ہے اس لیے افغانستان پاکستان کے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد افغانستان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکتے۔ افغانستان نے پاکستان کے لیے پختونستان کا مسئلہ پیدا کیا۔ 1955ء سے لیکر 1961ء تک دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی تعلقات منقطع رہے۔ مگر پاکستان نے ہمیشہ افغانستان کی حمایت کی۔ یہی وجہ تھی کہ جب 1979ء میں روس کی فوجیں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

افغانستان میں داخل ہوئیں تو پاکستان نے نہ صرف افغان مہاجرین کی بھرپور مدد کی بلکہ مجاہدین کی بھی مدد کر کے افغانستان سے روس کی فوجیں نکالنے میں اہم کردار ادا کیا۔

5۔ بھارت کی ہمسائیگی:

پاکستان کے مشرق میں بھارت واقع ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان مشترک سرحد کی کل لمبائی 1600 کلو میٹر ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان جموں و کشمیر اور دوسرے مسائل پر کشیدگی موجود ہے لیکن ان مسائل کے حل کے بعد دونوں ممالک میں تعاون کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان اب تک تین جنگیں 1948ء، 1965ء اور 1971ء میں ہو چکی ہیں جبکہ اس کے علاوہ سرحدی تنازعات ہوتے رہتے ہیں اور 1999ء میں کارگل کے مقام پر بھی دونوں ملکوں کے درمیان جھڑپیں ہو چکی ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان موجودہ دور میں کشیدگی ختم کر کے باہمی تعاون کی پالیسی کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

6۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت کا ذریعہ:

پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے جو بحرِ ہند کا حصہ ہے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت زیادہ تر بحرِ ہند کے راستے ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک اہم تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان بحیرہ عرب کے راستے خلیج فارس سے ملحقہ مسلم ممالک سے ملا ہوا ہے۔ یہ تمام خلیجی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ خلیج فارس کی بناء پر بحرِ ہند ہمیشہ بڑی طاقتوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ کراچی پورٹ، پورٹ قاسم اور گوادر پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں۔

7۔ اسلامی ممالک سے تعلقات:

پاکستان کے خوشگوار تعلقات بحرِ ہند کے راستے کئی اسلامی ممالک کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں جنوب مشرقی ایشیائی مسلم ممالک (انڈونیشیا، ملائشیا، برونائی دارالسلام) جنوبی ایشیائی مسلم ممالک (بنگلہ دیش، مالدیپ) اور سری لنکا شامل ہیں۔

8۔ بحری راستہ کی فراہمی:

افغانستان اور چھ وسطی ایشیائی ریاستیں اُزبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان وغیرہ خشکی سے گھری ہوئی ہیں۔ ان کے ساتھ سمندر واقع نہیں ہے مگر یہ ممالک خصوصاً وسطی ایشیائی ریاستیں قدرتی وسائل کی وجہ سے اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو ان ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو ان ممالک میں

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نمایاں مقام حاصل ہے۔اگران ممالک کو موٹروے کے ذریعے آپس میں ملادیاجائے تو پاکستان کی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

9۔ اسلامی دنیاکی مرکزیت:

پاکستان کے مغرب میں افغانستان اورایران سے شروع ہو کر مسلم ممالک کاایک طویل سلسلہ دور تک چلاگیاہے جو کہ ایشیاء سے گزر کر بحرِ اوقیانوس کے مشرقی ساحل پر ختم ہوتاہے اس میں مشرقِ وسطیٰ کے ممالک سعودی عرب، خلیج فارس کی عرب ریاستیں، عراق، شام،اُردن اور تُرکی نیز شمالی افریقہ کے ممالک مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش اور نائجیریاوغیرہ شامل ہیں۔ مشرق میں مسلم ممالک کادوسرا سلسلہ شروع ہوتاہے جو بنگلہ دیش انڈونیشیا، ملائشیااور فلپائن کے اُن جنوبی جزیروں پر ختم ہوتاہے جہاں آبادی کی واضح اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ شمال مغرب میں وسطیٰ ایشیائی مسلم ریاستیں واقع ہیں۔یوں پاکستان اسلامی دنیاکا وسطی ملک ہے۔

10۔ دفاعی اہمیت:

ایشیاءاور یورپ کے درمیان بحری رابطے کی وجہ سے بھی پاکستان دفاعی لحاظ سے انتہائی اہم جگہ واقع ہے۔بحرِ ہند آج کل بین الاقوامی سیاست میں خصوصی توجہ کا مرکز ہے اس لیے پاکستان کی اہمیت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

11۔ اقتصادی تعاون برائے ترقی:

1964ء میں پاکستان، ایران اور ترکی کے درمیان ایک تجارتی تنظیم کاآغاز ہواجس کانام آر۔سی۔ڈی تھا۔ جبکہ 1985ء میں اس کانام تبدیل کر کے اقتصادی تعاون برائے ترقی(E.C.O.) رکھ دیاگیااور اس میں پاکستان، ایران، ترکی، افغانستان اور چھ وسطی ایشیائی ریاستوں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آذر بائیجان، قازقستان اور کرغیزیستان کو بھی رُکنیت دے کر اس کے ممبران کی تعداد 10 کردی گئی اس تنظیم کا مقصد رُکن ممالک میں مواصلات، جہاز رانی، سیاحت، تجارت اور مشترکہ منصوبوں کو فروغ اور ایک دوسرے کو فنی امداد فراہم کرنا ہے۔

12۔ اسلام کاقلعہ:

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جہاں اسلام کی جڑیں زیادہ مضبوط ہیں۔اسلامی دنیا کے ممالک بھی پاکستان کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کئی بین الاقوامی مسلمان لیڈر پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دے چکے ہیں۔

13۔ پاکستان ایک ایٹمی قوت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان جس خطے میں واقع ہے اس میں دنیا کی سب سے زیادہ ایٹمی طاقتیں واقع ہیں جن میں پاکستان، بھارت، چین اور روس شامل ہیں۔اس لیے پاکستان کو جغرافیائی محلِ وقوع کے اعتبار سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔علاوہ ازیں پاکستان پہلی اسلامی جبکہ دنیا کی ساتوے ں ایٹمی طاقت ہے۔اس لیے بھی پاکستان کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔

14۔جغرافیائی اہمیت:

پاکستان براعظم ایشیا کے اہم ترین حصہ میں واقع ہے اس کی سرحدیں چین، بھارت،افغانستان اور ایران جیسے دنیا کے اہم ترین ممالک سے ملتی ہیں ان ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے چین اور پاکستان شاہراہ ریشم اور درہ خنجراب کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ دوستی کے لازوال رشتے مین منسلک ہیں۔مسئلہ کشمیر کی وجہ سے اگرچہ بھارت کے ساتھ تعلقات اتنے اچھے نہیں لیکن مغربی سرحد پر حفاظت اور بچاؤ کے لے ی بھارت کا مفاد پاکستان سے دوستی پر ہے۔

-15 تجارتی اہمیت:

عالمی تجارت میں بھی پاکستان کو خاص اہمیت حاصل ہے دنیا کی کئی تجارتی شاہراہیں اس ملک سے گزرتی ہیں کراچی پاکستان کی اہم بندرگاہ ہے یہ بین الاقوامی شاہرہ پر واقع ہونے کے باعث یورپ اور ایشیائی ممالک کے درمیان رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔کراچی ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی ہے اور دنیا کی تمام بڑی کمپنیوں کے جہاز یورپ سے ایشائی اور دیگر ممالک کو جاتے ہوئے یہاں سے گزر کر جاتے ہیں جنوبی ایشیاء میں کراچی یورپ سے قریب ترین بندرگاہ ہے بحیرہ روم کے ذریعے پاکستان تمام یورپی ممالک سے باآسانی تجارت کر سکتا ہے چونکہ پاکستان کے سمندروں کا پانی کبھی منجمد نہیں ہوتا اس وجہ سے سال بھر سمندر کے راستے تجارت جاری رہتی ہے۔

16۔روس کی توسیع پسندی میں رکاوٹ:

پاکستان کا ہمسایہ ملک روس جس کا شمار دنیا کی سپر طاقتوں میں ہوتا ہے ہمیشہ سے گرم سمندروں پر قبضہ کرنے کا خواہشمند رہا ہے۔لیکن پاکستان اس کے توسیع پسندانہ عزائم میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے افغانستان میں روسی فوجوں نے اسی مقصد کے پیش نظر مداخلت کی تھی جس کے نتیجے میں لاکھوں افغان مہاجرین کو پاکستان میں پناہ لینا پڑی اگرچہ ابتدا ے ں افغانستان کا رویہ پاکستان کے ساتھ معاندانہ تھا لیکن پاکستان نے اپنے مسلمان افغان بھائیوں کی اس مشکل اور آڑے وقت میں ہر ممکن مدد کی انھیں تجارتی مقاصد کے لیے کراچی کی بندرگاہ اور خشکی کے راستے استعمال کرنے کی اجازت دی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان نے افغانستان کے مسئلے پر مضبوط موقف اختیار کر کے پوری دنیا سے اپنی حیثیت منوالی ہے روس کی مداخلت کی وجہ سے پاکستان کی دفاعی اہمیت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

17۔آزادی کی تحریکوں کا حامی:

پاکستان ساری دنیامیں آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرتا ہے جہاں کہیں بھی حقوق اور آزادی کی تحریک اٹھی ہے پاکستان نے ہمیشہ بلا تفریق مذہب رنگ، نسل، زبان اور علاقہ اس کی تائید وحمایت کی ہے۔ مسئلہ فلسطین پر پاکستان نے اسرائیل کے خلاف ہمیشہ عربوں کا ساتھ دیا۔ قبرص کے مسئلے کو حل کرنے میں ترکی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ جب روس نے افغانستان میں فوجی مداخلت کی تو پاکستان اس کے ناپاک عزائم کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے پاکستان کشمیریوں کے حق خودارادیت کے لیے بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ پاکستان اسلام کے اس سنہری اصول پر عمل پیرا ہے۔ پاکستان جنوبی افریقہ کی نسلی امتیاز کی پالیسی کا زبردست مخالف رہا ہے۔ پاکستان سربیا کے عیسائیوں کی مسلم کش پالیسی کے خلاف بوسنیا کی ہر طرح کی مالی، اخلاقی اور فوجی امداد کر رہا ہے پاکستان دنیا کی تمام قوموں کے درمیان باہمی تنازعات کو پرامن طریقوں اور باہمی مذاکرات سے طے کرنے کا حامی ہے۔

-18اشتراکیت کی روک تھام:

پاکستان اشتراکیت کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے یہ ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اسلام میں کسی ''ازم'' کی گنجائش نہیں جبکہ کمیونزم کی بنیاد مذہب کے خاتمے اور لادینیت پر رکھی گئی ہے۔ اس لیے پاکستان کے عوام کمیونزم اور سوشلزم کے سخت مخالفت ہین اس کی روک تھام کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔

-19دہشت گردی کی مذمت:

جہاں پاکستان سامراجی طاقتوں کے خلاف محکوم ومظلوم قوموں کی آزادی اور حقوق کی بحالی کے لیے اٹھنے والی ہر تحریک کی حمایت کرتا ہے وہاں وہ حقیقی امن وسکون اور دوسروں کی آزادی و مختاری کا بھی احترام کرتا ہے پاکستان دہشت گردی کی شدید مذمت کرتا ہے پاکستان کو اپنے مخصوص محل وقوع کی بنا پر ایک اہم فوجی اڈے کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد جب امریکہ نے دہشت گرد عناصر کے خلاف فوجی کاروائی کی تو پاکستان نے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے پاکستان کی کوششوں کو ساری دنیا نے سراہا ہے اور اس سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-20 بین الاقوامی سیاست کا محور:

پوری دنیا اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ پاکستان اپنے مخصوص جغرافیائی محل وقوع کی بناپر بین الاقوامی سیاست کا محور بنا ہوا ہے اسلامی دنیا اور سپر طاقتوں کے متصادم مفادات کے درمیان پاکستان توازن کا کام دیتا ہے۔ اور ان کی دوستی اور دشمنی کے دوران پاکستان کی پوزیشن بڑی اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ پاکستان بڑی طاقتوں کی کشمکش سے اپنے لیے بہت سی مراعات بھی حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے مناسب منصوبہ بندی، سوجھ بوجھ اور حوصلے کی ضرورت ہے۔

حاصل کلام:

پاکستان کو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کے مرکزی خطے میں واقع ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی سیاست اور اسلامی دنیا میں اہم مقام حاصل ہے۔ پاکستان ٹھوس خارجہ پالیسی کی بنے اد پر بین الاقوامی دنیا سے نہ صرف بہت سی مراعات حاصل کر سکتا ہے بلکہ دنیا میں اپنا امیج مزید بہتر کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 2: قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے؟ ملکی ترقی میں قدرتی وسائل کی اہمیت بیان کریں۔

جواب:

وہ تمام وسائل جو اللہ تعالیٰ نے انسان اور ہر طرح کی زندگی کے فائدے کے لیے پیدا کیے ہیں جن کو ہم استعمال کر کے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، قدرتی وسائل کہلاتے ہیں۔ یہ قدرتی وسائل پانی (دریا، سمندر) جنگلات، پہاڑ، معدنیات اور زرخیز میدانوں کی صورت میں موجود ہیں۔

اہم قدرتی وسائل:

اہم قدرتی وسائل مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مٹی (میدان اور ریگستان) 2۔ پہاڑ

3۔ جنگلات 4۔ معدنیات

5۔ پانی (دریا اور سمندر)

1۔ مٹی (میدان اور ریگستان):

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے زرخیز میدان بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، جتنے زیادہ زرخیز میدان (مٹی) ملک میں موجود ہوں گے اس ملک میں زراعت اتنی ہی زیادہ ترقی یافتہ ہوگی۔ کیونکہ میدانوں سے ہم زرعی اجناس اور دیگر ضروریاتِ زندگی حاصل کرتے ہیں، جن سے ہماری غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے چند زرخیز ترین میدان عطا کر رکھے ہیں۔ جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے پوری دنیا میں اہمیت کے حامل ہیں۔

2۔ پہاڑ:

کسی بھی ملک کی ترقی میں پہاڑ مثبت کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ پہاڑوں سے نہ صرف انڈسٹری کے لیے خام مال حاصل کرتے ہیں بلکہ ان سے بے شمار معدنیات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ پہاڑوں سے دریا نکلتے ہیں ان پر جو برف باری ہوتی ہے جو گرمیوں میں پگھل کر دریاؤں کو آباد کرتی ہے جس سے نہ صرف ہم توانائی بلکہ زراعت کے لیے پانی بھی حاصل کرتے ہیں۔ ان پانیوں کو ہم دریاؤں پر بند یا ڈیم بنا کر ذخیرہ کر لیتے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

3۔ جنگلات:

کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے جنگلات بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جنگلات سے نہ صرف انسانی زندگی کے لیے آکسیجن حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے ہم مختلف مقاصد کے لیے لکڑی حاصل کرتے ہیں جو توانائی کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔اس کے علاوہ جنگلات سے ہم زمین کو کٹاؤ سے روک سکتے ہیں۔ مختلف قسم کی ادویات کے لیے جڑی بوٹیاں بھی جنگلات سے حاصل ہوتی ہیں۔

4۔ معدنیات:

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بے شمار معدنیات سے نواز رکھا ہے۔ ہم زمین سے مختلف قسم کی معدنیات، سوئی گیس، تیل کوئلہ، خام لوہا، جپسم، کرومائیٹ، سنگِ مرمر وغیرہ حاصل کرتے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

5۔ پانی(دریا اور سمندر):

دریاؤں کے پانی کو نہ صرف ہم بند باندھ کر اور مختلف ڈیم بنا کر ان سے توانائی حاصل کرتے ہیں بلکہ آبپاشی کے لیے بھی پانی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اس پانی کو ہم دریاؤں سے مختلف نہریں نکال کر ملک کے مختلف حصوں میں آبپاشی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر بڑے بڑے دریاؤں سے نوازا ہوا ہے اور پاکستان کا نہری نظام دنیا کا جدید ترین نہری نظام ہے۔

قدرتی وسائل کی اہمیت

قدرتی وسائل کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ ملکی ترقی اور خوشحالی کا ذریعہ:

قدرتی وسائل کسی بھی ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان وسائل سے مکمل طور پر فائدہ اُٹھایا جائے تاکہ ملکی معیشت ترقی کے راستے پر گامزن ہو سکے۔ کسی ملک اور قوم کی ترقی کا دارومدار اس امر پر ہے کہ وہاں کے لوگ ملکی وسائل سے کس حد تک فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

2۔ ملکی معیشت پر مثبت اثر:

قدرتی وسائل کا قومی آمدنی کے ساتھ براہِ راست تعلق ہوتا ہے جتنے ملک کے قدرتی وسائل زیادہ ہوں اتنی ہی قومی آمدنی زیادہ ہو گی یعنی قدرتی وسائل ملکی معیشت پر مثبت اثر چھوڑتے ہیں۔ ملک کی برآمدات(Exports) میں اضافے کا سبب بنتے ہیں جس سے ملک میں زرِ مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔

3۔ قدرت کا انعام:

قدرتی وسائل قدرت کا انعام ہوتے ہیں کیونکہ قدرتی وسائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں انسان ان قدرتی وسائل کو اچھے طریقے سے تلاش کر کے اُن کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے اور انہیں پیدا نہیں کر سکتا۔

4۔ انفرادی آمدنی میں اضافہ:

قدرتی وسائل کی موجودگی کی وجہ سے انفرادی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ قدرتی وسائل کی وجہ سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ ملک میں مہارتوں کو فروغ ملتا ہے اور یہی قدرتی وسائل ہوتے ہیں جو ملک میں روز بروز ترقی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

5۔ ضروریات کی تکمیل:

قدرتی وسائل سے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے زرخیز میدانوں پر مختلف فصلیں کاشت کر کے اپنی زائد ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ پانی، معدنیات، پہاڑ جنگل وغیرہ بھی انسان کی ضروریات کی تکمیل میں بڑے مددومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

6۔ ادائیگیوں میں توازن:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اگر کسی ملک میں قدرتی وسائل زیادہ ہونگے تو ملک میں زرِ مبادلہ کے ذخائر بڑھ جاتے ہیں ملک کی معیشت بہتر ہو جاتی ہے اور ادائیگیوں میں توازن آجاتا ہے۔

حاصل کلام:

پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو ہر طرح کے وسائل سے نوازا ہے۔ پاکستان میں پہاڑ، میدان، صحرا، دریا، زرخیز مٹی، سمندر غرضیکہ ہر طرح کے قدرتی وسائل موجود ہیں۔ ہمارا ملک قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ پاکستان کی آبادی میں بڑی تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے لیکن یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ لوگ محنت اور خلوص نیت کے ساتھ ملکی ترقی میں حصہ لے رہے ہیں۔ حالیہ برسوں میں دنیا کی بعض اقوام نے اپنی محنت سے اپنے ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہمیں چاہیئے کہ پاکستان کے قدرتی وسائل اور انسانی وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں تاکہ پاکستان کا ہر شعبہ زندگی ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کر سکے۔

سوال نمبر 3: جنگلات کی اہمیت بیان کیجئے۔

جواب:

کسی بھی ملک کی خوشحالی ترقی اور معیشت کے استحکام مین جنگلات کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ پاکستان کی آب و ہوا جنگلات کے لیے موزوں نہیں۔ پاکستان کے تقریباً 4.8 فیصد رقبے پر جنگلات موجود ہیں جو 4.2 ملین ہیکٹر ز رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی توانائی کی ضروریات کا تقریباً 3/1 حصہ جنگلات سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک کی متوازن معی شت کے لیے ب س سے پچ س فی صد جنگلات کا ہونا ضروری ہے۔

پاکستان مے ں پائے جانے والے جنگلات کی اقسام

پاکستان میں پانچ قسم کے جنگلات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ شمالی اور شمال مغربی علاقوں کے جنگلات:

پاکستان کے شمال مغربی علاقوں اور کچھ شمالی علاقوں میں سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں جن میں دیودار، کیل، پڑتل اور صنوبر کے درخت زیادہ اہم ہیں۔ ان درختوں سے اعلیٰ قسم کی عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ مری، ایبٹ آباد، مانسہرہ، چترال، سوات اور دیر کے علاقے یہیں پر واقع ہیں۔

2۔ پہاڑی دامنی علاقوں کے جنگلات:

پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں جن میں پشاور، مردان، کوہاٹ، اٹک، راولپنڈی، جہلم اور گجرات کے اضلاع شامل ہیں۔

3۔ خشک پہاڑی جنگلات:

صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں خشک پہاڑی جنگلات پائے جاتے ہیں جو 900 سے 3000 میٹر کی بلندی پر پائے جاتے ہیں یہاں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت ہیں۔

4۔ میدانی علاقوں کے جنگلات:

میدانی علاقوں میں شیشم، پاپلر، سفیدہ، وغیرہ کے درخت ملتے ہیں۔ ان علاقوں میں چھانگا مانگا، چیچہ وطنی، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، بورے والا، رکھ غلاماں، تھل، شورکوٹ، بہاولپور، تونسہ، سکھر، کوٹری اور گدّو شامل ہیں۔

5۔ ساحلی پٹی کے جنگلات:

کراچی سے کچھ تک ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ جنگلات موجود ہیں جن کو مینگروو کی قسم کے جنگلات کہتے ہیں یہ تین ہزار ہیکٹرز کے علاقے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جنگلات کی اہمیت:

کسی بھی ملک کی ترقی میں جنگلات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

1۔ پانی کے حصول کا ذریعہ:

شمالی پہاڑی علاقوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے جس سے پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی دریاؤں میں گرتا ہے۔ جنگلات کا ڈھلوانوں پر ہونا پانی کے بہاؤ میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح نہ صرف مٹی کا کٹاؤ رک جاتا ہے بلکہ پانی کی رفتار کم ہو جاتی ہے اور باقاعدگی سے پانی میدانی علاقوں کو سیراب کرتا ہے۔

2۔ توانائی کا حصول:

پاکستان میں توانائی کے وسائل کم ہیں لہٰذا جنگلات کی لکڑی کوئلہ کی کمی کو دور کرتی ہے اور یہ لکڑی جلانے یا توانائی کے حصول کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔

3۔ عمارتی لکڑی کا حصول:

جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی فرنیچر اور دوسری اشیاء بنانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا جنگلات ملکی تجارت میں اہمیت رکھتے ہیں۔

4۔ خوشگوار آب وہوا کا ذریعہ:

جنگلات کسی بھی علاقے کی آب وہوا کو خوشگوار بنادیتے ہیں اور درجہ ٔ حرارت کی شدت کو کم کردیتے ہیں۔

5۔ بارش کا سبب:

جنگلات کافی حد تک بارش کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی ہوا میں آبی بخارات کی تعداد میں اضافہ کردیتی ہے جو بالآخر بارش کا باعث بنتے ہیں۔

6۔ مٹی کی زرخیزی برقرار رکھنے کا ذریعہ:

درخت کی جڑیں مٹی کو آپس میں جکڑے رکھتی ہیں، جس سے پانی کے بہاؤ سے مٹی کی زرخیز تہہ بہہ نہیں سکتی اس طرح زمین کی زرخیزی قائم رہتی ہے۔

7۔ جنگلات نہ ہونے کا نقصان:

جنگلات کے نہ ہونے سے دریا اپنے ساتھ مٹی اور ریت کی بڑی مقدار بہالے جاتے ہیں جس سے ہمارے ڈیم اور مصنوعی جھیلیں بھر سکتی ہیں اور ہمارے پن بجلی کے منصوبے تباہ وبرباد ہو سکتے ہیں۔

8۔ سیم اور تھور کا خاتمہ:

درخت سیم وتھور زدہ علاقوں میں بہت کارآمد ہیں۔ درخت زمین سے پانی اور نمکیات جذب کر کے سیم وتھور کا خاتمہ کردے تے ہیں۔

9۔ جڑی بوٹیوں کا حصول:

جنگلات سے بہت قیمتی قسم کی جڑی بوٹیاں حاصل ہوتی ہیں۔ جو مختلف ادوےات وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

10۔ سیاحت کو فروغ:

جنگلات سیاحت کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان کے بہت سے شمالی اور شمال مغربی پہاڑی مقامات ایسے ہیں جو جنگلات کی وجہ سے صحت افزاء مقامات ہیں۔

11۔ جنگلی حیات کی بقا:

جنگلات، جنگلی حیات (پرند اور چرند) کے لیے بہت ضروری ہیں۔

12۔ روزگار کا حصول:

جنگلات سے آبادی کے ایک بڑے حصے کا روزگار وابستہ ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

13۔ پھلوں کا حصول:

جنگلات سے ہمیں مختلف اقسام کے پھل حاصل ہوتے ہیں جو کہ ہماری غذائی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

14۔ ملکی معیشت پر مثبت اثر:

جنگلات پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تقریباً 50 لاکھ افراد کا روزگار جنگلات سے وابستہ ہے۔

جنگلات کی ترقی کے لیے حکومت کے اقدامات

1- محکمہ جنگلات کا قیام:

حکومت پاکستان نے جنگلات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایک الگ محکمہ قائم کر رکھا ہے جسے محکمہ جنگلات کہتے ہیں یہ محکمہ ہر سال "درخت لگاؤ" مہم کے تحت ریل کی پٹڑی اور سڑکوں کے دونوں طرف درخت لگواتا ہے اور جنگلات کے رقبہ ہیں اضافہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

2- پشاور فارسٹ کالج:

محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسروں اور دوسرے عملے کی تربیت کے لیے پشاور فارسٹ کالج اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا ہے ان اداروں سے سینکڑوں افراد تربیت پا چکے ہیں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں اس امر کی تحقیق کی جاتی ہے کہ جنگلات مین پیدا ہونے والی نعمتوں سے کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدے حاصل کیے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ گھوڑا گلی میں ایک جنگلاتی (Forestry) سکول بھی قائم ہے۔

3- فارسٹ ریسرچ لیبارٹری بہاولپور □©:

حکومت پاکستان نے بہاولپور میں فارسٹ ریسرچ لیبارٹری قائم کی ہے اس لیبارٹری میں درختوں کو مختلف بیماریوں، طوفانی ہوا اور سیلابوں سے بچانے کے متعلق طریقوں پر غور وخوض کیا جاتا ہے۔

4- کانفرنسز کا انعقاد:

جنگلات کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنسز منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات غیر ملکی ماہرین ان میں شریک ہو کر اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ پنج سالہ منصوبوں میں بھی جنگلات کی ترقی کے لیے خصوصی رقوم مختص کی جاتی رہی ہیں۔

5- شجر کاری کی مہم:

حکومت سال میں دو مرتبہ شجر کاری کی مہم چلا کر لوگوں کو شجر کاری کی ترغیب دیتی ہے۔ اس مہم میں فوج، تعلیمی اداروں کے طلبہ اور عوام بڑی گرمجوشی سے شرکت کرتے ہیں۔ "درخت لگاؤ مہم" کے تحت دریاؤں، سڑکوں اور ریل کی پڑیوں کے دونوں طرف درخت لگائے جاتے ہیں۔ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر بینز لگائے جاتے ہیں جن پر درختوں سے متعلق قرآنی آیات اور خوبصورت اشعار لکھے ہوتے ہیں۔ محکمہ جنگلات شجر کاری کا ذوق بڑھانے کے لیے لوگوں کو درختوں کی قلمیں مفت تقسیم کرتا ہے۔

6- تھل میں شجر کاری:

محکمہ جنگلات تھل کے بنجر علاقے کو زرعی اراضی میں تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور عوام کو سہولتین فراہم کر کے جنگلات لگانے کی ترغیب دے رہا ہے اس طرح علاے کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں۔

حاصل کلام:

جنگلات ملکی ترقی اور خوشحالی مین موثر کردار ادا کرتے ہیں ان کی موجودگی ملکی فضا کو معتدل اور خوشگوار بناتی ہے پاکستان مین جنگلات کی بہت کمی ہے ماہریمن کی رائے کے مطبق ملک کا کم از کم پچیس فیصد رقبہ زیر جنگلات ہونا چاہیے بد قسمتی سے پاکستنا مین یہ تناسب صرف ساڑھے تین فیصد ہے حکومت پاکستان اب جنگلات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کے رقبے میں اضافے کے لیے ہر ممکن اقدام کر رہی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 4: پاکستان کی اہم معدنیات پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

وہ تمام اشیاء جو انسان کے فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زیرِ زمین پیدا کر رکھی ہیں معدنیات کہلاتی ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معدنی وسائل سے نوازا ہے۔ صنعتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ان وسائل کی منصوبہ بندی کی جائے اور ترقی کے لیے ان پر بھرپور توجہ دی جائے۔

معدنیات کی اقسام

پاکستان مے ن تے ن قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصے ل مندرجہ ذے ل ہے۔

1۔ قومی وسائل کی معدنیات:

ان میں کوئلہ، معدنی تیل اور قدرتی گیس شامل ہے۔

2۔ دھاتی معدنیات:

دھاتی معدنیات و معدنیات ہیں جن سے برقی رو آسانی سے گزر سکتی ہے مثلاً:

خام لوہا، کرومائیٹ اور تانبا وغیرہ

3۔ غیر دھاتی معدنیات:

غیر دھاتی معدنیات سے مراد وہ معدنیات ہیں جن سے برقی رو نہیں گزر سکتی مثلاً:

معدنی نمک، چونے کا پتھر، جپسم، سنگ مرمر، چینی مٹی اور آتشی مٹی وغیرہ

پاکستان کی اہم معدنیات

پاکستان مے ں پائی جانے والی معدنیات کی تفصے ل درج ذے ل ہے۔

1۔ کوئلہ:

پاکستان میں کوئلے کی سالانہ پیداوار تقریباً 23 ملین ٹن ہے جبکہ پاکستان میں کوئلہ کے محفوظ ذخائر کا اندازہ 185 بلین ٹن لگایا گیا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ کا زیادہ تر استعمال تھرمل بجلی پیدا کرنے، گھریلو استعمال اور اینٹیں پکانے میں ہوتا ہے۔ کوئلہ کی کل پیداوار کا 85 فیصد اینٹیں پکانے اور 9 فیصد تھرمل بجلی پیدا کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں توانائی کی کل ضروریات کا 6 فیصد کوئلہ سے پورا ہوتا ہے۔

علاقے:

پاکستان میں سب سے بڑا ذخیرہ لاکھڑا (سندھ) میں دریافت کیا گیا ہے۔ کوہستان نمک کے علاقے میں زیادہ تر کوئلہ ڈنڈوت، پڑھ اور مکڑوال کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں صرف ہنگو ہیں کوئلہ کے ذخائر ہیں۔ شمال مشرقی بلوچستان کے علاقے میں خوست، شارگ اور ہرنائی ہیں کوئلہ کی کان کنی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ اہم علاقے ڈیگاری، شیریں آب مچھ اور بولان ہیں۔ سندھ میں کوئلہ کی کانیں تھر، جھمپیر، سارنگ اور لاکھڑا میں واقع ہیں۔

2۔ معدنی تیل:

معدنی تیل پاکستان میں توانائی کا ایک اہم وسیلہ ہے۔

علاقے:

اس وقت معدنی تیل کی پیدوار کے اہم علاقے زیادہ تر سطح مرتفع پوٹھوہار میں واقع ہیں۔ معدنی تیل کے کنویں، کھوڑ، ڈھلیاں، جویامیر اور بالکسر کرسال، ٹُت، کوٹ سارنگ اور میال آدھی اور قاضیاں (ضلع راولپنڈی) جبکہ ڈھوڈک (ڈیرہ غازی خاں) خصےخلی، (ضلع بدین) اور ٹنڈو اللہ یار (حیدرآباد) میں دریافت ہوئے ہیں۔ یہ ذخائر ملکی تیل کی ضروریات میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ریفائنریز معدنی تیل کی چار ریفائنریز پاکستان ہیں کام کر رہی ہیں جو اٹک ریفائنری، پاکستان ریفائنری، نیشنل ریفائنری اور پاک عرب ریفائنری کے نام سے موجود ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

3۔ قدرتی گیس:

قدرتی گیس توانائی حاصل کرنے کا ایک سستا اور صاف ستھرا ذریعہ ہے۔

پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں سوئی کے مقام (ضلع سبی، صوبہ بلوچستان) سے دریافت ہوئی۔ یہ ذخیرہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بڑے ذخائر میں شمار کیا جاتا ہے یہ گیس نہ صرف گھریلو بلکہ صنعتی ضروریات کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

علاقے:

پاکستان میں قدرتی گیس کے مزید ذخائر سطح مرتفع پوٹھوہار اور کوہستان نمک کے علاقوں میں بھی واقع ہیں جن سے پیداوار شروع ہو چکی ہے۔ ان میں ڈھوڈک، پیر کوہ، ڈھلیاں اور میال (پنجاب) ہیں جبکہ اُچ، زن (بلوچستان) خیر پور، مزرانی، ساری، ہنڈی، کندکوٹ، سارنگ (صوبہ سندھ) بھی اہم ہیں۔

4۔ خام لوہا:

پاکستان میں خام لوہے کی پیداوار 1957ء سے شروع ہوئی۔ پاکستان میں خام لوہے کے کل محفوظ ذخائر کا تخمینہ 500 ملین ٹن لگایا گیا ہے۔

علاقے:

کالا باغ (ضلع میانوالی) کے ذخائر بہت بڑے ذخائر ہیں۔ ڈومل نسار (چترال) کے ذخائر میں اچھی قسم کا خام لوہا دریافت ہوا ہے اس کے علاوہ لنگڑیال، چلغازی (ضلع چاغی) جزاری تنگ، ماڑی بیلا وغیرہ میں بھی خام لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

5۔ تانبا:

پاکستان میں تانبے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں سینڈک اور اموری کے مقامات پر تانبے، سونے اور چاندی کے ذخائر موجود ہیں جن کو استعمال میں لانے کے لیے سینڈک پروجیکٹ کا آغاز کیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ پاکستان کی معیشت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے حکومت پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر اس منصوبے کو شروع کیا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد تانبے کی سالانہ پیداوار 16000 ٹن، سونے کی 1.5 ٹن اور چاندی کی 2.75 ٹن ہو گی۔

استعمال:

تانبے کا استعمال، بجلی کی اشیاء خصوصاً تاریں بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں اس سے صرف سکے اور برتن وغیرہ بنائے جاتے تھے۔

علاقے:

تانبے کے ذخائر صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے بہت سے مقامات پر دریافت ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں ضلع چاغی، سینڈک اور بعض دیگر مقامات پر دریافت ہونے والے ذخائر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

6۔ کرومائیٹ (غیر دھاتی):

پاکستان میں کرومائیٹ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔

استعمال:

کرومیم دھات کرومائیٹ سے حاصل ہوتی ہے جو ہائی سپیڈ مشینیں، سٹین لیس سٹیل اور ہوائی جہاز میں استعمال ہوتا ہے اس کے علاوہ فوٹو گرافی سے متعلقہ آلات بنانے میں کام آتی ہے۔

علاقے:

کرومائیٹ کے ذخائر مسلم باغ (ضلع ژوب)، چاغی اور خاران (بلوچستان) میں دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کرومائیٹ کے ذخائر صوبہ سرحد میں مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی واقع ہیں۔ پہلے کرومائیٹ کی تمام پیداوار برآمد کر دی جاتی تھی لیکن اب کراچی سٹیل مل میں کچھ استعمال ہوتی ہے۔

7۔ چٹانی نمک:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان میں خوردنی نمک کے وسیع ذخائر کوہستان نمک میں موجود ہیں۔

علاقے:

کھیوڑہ (ضلع جہلم) کے مقام پر نمک کے سب سے بڑے ذخائر ہیں ملک میں نمک کے محفوظ ذخائر کا اندازہ 4 ملین ٹن ہے۔ اس کے علاوہ وڑچھ (ضلع خوشاب) کالاباغ (ضلع میانوالی) بہادر خیل (ضلع کرک) میں بھی نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ اسکے علاوہ ماڑی پور (کراچی)، لسبیلہ اور مکران کے ساحل کے قریب سے بھی نمک حاصل ہوتا ہے جہاں جھیلوں سے حاصل کردہ نمک کو کھانے کے علاوہ کیمیائی صنعت میں بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

8۔　چونے کا پتھر:

چونے کا پتھر سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔

علاقے:

پاکستان میں چونے کا پتھر زیادہ تر شمالی اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ذخائر داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدر آباد، سبی اور خضدار میں پائے جاتے ہیں جسے زیادہ تر سیمنٹ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

9۔　جپسم:

جپسم پاکستان میں زیادہ تر کوہستان نمک اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جپسم کی زیادہ تر کانیں کھیوڑہ، ڈنڈوت، داؤد خیل، روہڑی اور کوہاٹ میں ہیں۔ جپسم سیمنٹ کی صنعت، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ اور امونیم بنانے کے کام آتا ہے۔

10۔　سنگ مرمر:

پاکستان میں مختلف قسم کا سنگِ مرمر پایا جاتا ہے جو مختلف رنگوں میں ملتا ہے۔

علاقے:

سنگِ مرمر کے پیداواری علاقے ملاگوری (خیبر ایجنسی)، مردان، سوات، نوشہرہ، ہزارہ، چاغی (بلوچستان) اور گلگت ہیں۔ کالا اور سفید سنگِ مرمر بہت بڑی مقدار میں کالاچٹا کی پہاڑیوں (ضلع اٹک) سے ملا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفر آباد اور میرپور میں بھی سنگ مرمر دریافت ہوا ہے۔

12۔　گندھک:

گندھک صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوہ سلطان اور ضلع کچھی کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

13۔　چینی مٹی:

چینی مٹی کی پیداوار کے لیے مینگورہ (ضلع سوات) اور نگرپارکر (صوبہ سندھ) بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

استعمال:

چینی مٹی کا زیادہ استعمال کیمیائی صنعتوں میں کیا جاتا ہے۔ سرامکس، چینی کے برتن اور آرائشی ٹائلیں چینی مٹی سے ہی تیار ہوتی ہیں۔

14۔　آتشی مٹی:

آتشی مٹی کے ذخائر کوہستان نمک اور کالاچٹا کی پہاڑیوں سے ملے ہیں۔

استعمال:

اس سے مضبوط اینٹیں بنائی جاتی ہیں جو فولاد پگھلانے والی بھٹیوں میں استعمال ہوتی ہیں۔

سوال 5:　پاکستان میں زراعت کی اہمیت واضح کریں نیز پاکستان مےں زرعی پسماندگی کی وجوہات بیان کرےں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جواب:

پاکستان کی معیشت میں زراعت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ زراعت پاکستان کا واحد شعبہ ہے جس سے خام ملکی پیداوار کا 23 فیصد حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان میں کام کرنے والی آبادی کا 55 فیصد زراعت سے روزی کماتا ہے۔ ملکی آمدنی کا 60 فیصد سے زیادہ زرعی شعبہ کی برآمدات سے حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان زرعی شعبہ میں مسلسل ترقی کر رہا ہے۔ پچھلے دس سال سے اوسطاً 4.5% سالانہ شرح سے زراعت میں ترقی ہو رہی ہے۔ پاکستان ان چند ترقی پذیر ممالک کی صف میں شامل ہے جہاں زرعی پیداوار میں ترقی کی شرح زیادہ ہے۔

پاکستان میں زرعی پیداوار سال میں دو مرتبہ حاصل کی جاتی ہے۔ جسے فصلوں کے موسم یا Cropping Season کہتے ہیں۔ پاکستان کے کل زیرِ کاشت رقبے کا 50 فیصد پنجاب میں ہے جبکہ صوبہ سندھ میں ایک تہائی ہے۔

1۔ فصلِ ربیع　　　2۔ فصلِ خریف

1۔ فصلِ ربیع:

فصلِ ربیع سے مراد وہ فصلیں ہیں جو اکتوبر میں کاشت کی جاتی ہیں اور مئی میں ان کی کٹائی کی جاتی ہے یعنی فصلِ ربیع کا موسم اکتوبر سے مارچ تک رہتا ہے جس میں گندم، جو، چنے اور تیل کے بیج کاشت ہوتے ہیں۔

2۔ فصلِ خریف:

فصلِ خریف سے مراد وہ فصلیں ہیں جو جون میں کاشت کی جاتی ہیں اور ستمبر میں ان کی کٹائی کی جاتی ہے یعنی فصلِ خریف کا موسم جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ اس دوران چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

غذائی فصلیں:

وہ فصلیں جن سے ہم صرف اپنی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں، غذائی فصلیں کہلاتی ہیں۔ غذائی فصلیں مثلاً گندم، چاول، مکئی، باجرہ، جوار وغیرہ ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرتی ہیں

نقد آور فصلیں:

وہ فصلیں جو ہماری ضروریات سے زائد کاشت ہوتی ہیں، ان کو ہم دوسرے ممالک کو برآمد کر کے زرِ مبادلہ کماتے ہیں۔ اُنہیں نقد آور فصلیں کہا جاتا ہے ۔ان میں کپاس، چاول، گنا، تمباکو وغیرہ ہیں۔ نقد آور فصلیں ہمارے ملک کی قیمتی دولت ہیں۔ زرمبادلہ کا نمایاں حصہ ان ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

زراعت کی اہمیت

پاکستان کے قیام کے بعد زرعی شعبے میں ترقی ملک کی ترقی اور خوشحالی کا باعث بنی۔ زراعت کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات سے واضح کیا جاسکتا ہے

1۔ روزگار کے مواقع:

زراعت پیشہ بھی ہے اور عبادت بھی۔ پاکستان میں زراعت 55 فیصد لوگوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر روزگار مہیا کرتی ہے۔

2۔ غذا کی فراہمی:

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ ہمارے ملک کی مشہور فصلیں، گندم، چاول، مکئی، گنا وغیرہ ہیں۔ پاکستان غذائی فصلوں کی پیداوار میں خود کفیل ہے۔

3۔ معاشی ترقی:

پاکستان کی نہ صرف معاشی بلکہ صنعتی اور تجارتی ترقی کا انحصار بھی زراعت پر ہے۔ اب تو زراعت کو جدید مشینوں اور جدید تقاضوں کے مطابق ترقی دی جا رہی ہے۔

4۔ قومی آمدنی میں اضافہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

زرعی شعبہ سے 55 فیصد لوگ وابستہ ہیں جس سے ملک کی ترقی اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت چھوٹے کسانوں کو آسان اقساط پر قرضے دے رہی ہے تاکہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ روزگار ملے اور ملک میں خوشحالی ہو۔

5۔خام مال کی فراہمی □©:

زراعت ہماری صنعتوں کے لیے خام مال فراہم کرتی ہے سوتی کپڑا، بناسپتی گھی، چینی اور دیگر صنعتوں کا خام مال ملک ہی سے حاصل ہوتا۔ جس سے درآمد کا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔ زرعی ترقی بالواسطہ طور پر صنعتی ترقی کا موجب بنتی ہے۔

-6زر مبادلہ کا حصول:

پاکستان میں سبز انقلاب آنے کی وجہ سے زرعی شعبے کو غیر معمولی فروغ ملا ہے۔ جس سے پیداوار میں اضافہ ہوا ہے گندم میں خود کفیل ہونے کے بعد پاکستان 50 ہزار ٹن گندم ہمسایہ ملک ایران کو برآمد کر رہا ہے چاول کی برآمد سے بھی قیمتی زرمبادلہ حاصل ہو رہا ہے پاکستان مین ہر قسم کے پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ آم، تربوز، انگور اور دیگر پھلوں سے کی برآمد سے بھی کثیر زرمبادلہ کمایا جا رہا ہے۔

-7صنعتی ترقی کا ذرےعہ:

صنعتی ترقی زرعی ترقی کی مرہون منت ہے۔ زراعت سے خام مال صنعتوں کو مہیا ہوتا ہے جس سے صنعتوں کو فروغ ملتا ہے زراعت کو جدید آلات بآسانی میسر آ سکتے ہیں۔

-8درآمدات اور برآمدات میں توازن:

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے زرعی اجناس برآمد کر کے ہم کثیر زرمبادلہ کما سکتے ہیں جس کے عوض ہم دفاعی اسلحہ اور بھاری مشینری درآمد کر سکتے ہیں جس سے ایک طرف ملکی دفاع مضبوط ہو گا، صنعتی ترقی ہو گی اور دوسری طرف درآمدات اور برآمدات میں توازن پیدا ہو گا۔

-9ہنگامی حالات کا مقابلہ:

ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لیے جہاں دوسرے شعبے اہم ہیں وہاں زراعت کے شعبے کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ملک میں پیداوار وافر ہے تو بڑے بڑے گودام بنا کر غلہ اور دیگر اجناس کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے تاکہ سیلاب، جنگ اور دیگر ہنگامی حالات میں اسے استعمال میں لایا جا سکے۔

10۔قرضوں سے نجات:

زراعت کی ترقی سے صنعت، تجارت اور دوسرے شعبوں کو فروغ ملے گا اور ملک کی سالانہ آمدنی میں اضافہ ہو گا جس سے بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کرنے کے موقع فراہم ہوں گے۔

پاکستان مےں زرعی پسماندگی کی وجوہات

ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان کی زراعت پسماندگی کا شکار ہے اور خوراک کے ضمن میں ہمارا ملک ابھی تک خود کفیل نہیں ہو سکا۔ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں ہماری پیداوار فی ایکڑ بہت کم ہے اس پیداوار میں کمی کی وجہ وہ مسائل ہیں جو ہمارے زرعی شعبے کو درپیش ہیں پاکستان کی زرعی پسماندگی کے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

-1سیم و تھور کا مسئلہ:

پاکستان میں سیم و تھور کا مسئلہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے۔ سیم زدہ زمین وہ ہوتی ہے جس میں مختلف جگھوں سے پانی رس کر زمین کی نچلی سطح میں جمع ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی سطح بلند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے زمین بنجر اور ناکارہ ہو جاتی ہے۔ تھور دہ زمین وہ ہوتی ہے جہاں ضرورت سے زیادہ نمک جمع ہو جائے سیم اور تھور کی وجہ سے ہر سال ایک لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین ناقابل کاشت ہو جاتی ہے۔

-2مشینی کاشت کا فقدان:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان میں زیادہ تر کاشتکار جدید زرعی مشینوں کے استعمال سے واقف نہیں۔اور بعض اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے پرانے اور روایتی طریقے سے کاشت کرنا پسند کرتے ہیں۔جدید آلات زرعی کے عدم استعمال کی وجہ سے ہماری پیداوار بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

-3 سرمائے کی قلت:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہی علاقوں میں آباد ہے جن کی مالی حالت انتہائی مخدوش ہے غربت اور افلاس کی وجہ سے پاکستانی کا کاشتکار جدید زرعی آلات خریدنے سے قاصر ہے نیز عمدہ بیج، کھاد اور دیگر سہولتیں حاصل کرنے کے لے ی بھی ہمارے کسان کے پاس روپیہ نہیں جس کی وجہ ے س کاشتکار اپنی زمین سے مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں کر سکتے۔

-4 زمے ن کی تقسے م در تقسے م:

ہمارے ملک میں آبادی میں بری تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے زمین وارثان میں منقسم ہو کر مزید چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹتی جا رہی ہے ایسے قطعات اراضی پر مشینی آلات کا استعمال نہ ہونے کے باعث پیداوار بہت کم ہوتی ہے اور بعض اوقات کاشتکار بددل ہو کر کاشتکاری ترک کر دیتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور پیشہ اپنا لیتا ہے حکومت زمین کی ذیلی تقسیم کی قانونا حوصلہ شکنی کرتی ہے اور اشتمال اراضی کے عمل کو بار بار دہرانے کی ضرورت پر زور دیتی ہے۔

-5 ذرائع آبپاشی کی قلت:

پاکستان کا نہری نظام اگرچہ دنیا کے عظیم ترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے اس کے باوجود یہ ہماری زرعی زمین کو سیراب کرنے کے لے ی ناکافی ہے اور ہمیں زراعت کے لیے بارش کے پانی پر انحصار کرنا پڑتا ہے جس موسم میں بارچ اچھی ہوتی ہے فصل بھی اچھی ہو جاتی ہے اور اگر بارش مناسب وقت پر نہ ہو تو خشک سالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بعض اوقات شدے د بارشیں سیلاب کا باعث بن جاتی ہیں اور کھڑی فصلوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں

-6 عمدہ بیج اور کھاد کی کمی:

زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے عمدہ بیج اور کیمیاوی کھاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن ہمارے ہاں کسان وہی دیسی کھاد استعمال کرنا ہے جو عمدہ معیار کی نہیں ہوتی مغربی ممالک میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اب حکومت کی کوششوں سے پاکستان میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

-7 قدرتی آفات:

پاکستان میں ہر سال سیلاب اور آندھے وں کی وجہ سے زراعت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔کھڑی فصلیں تباہ و برباد جاتی ہیں۔حکومت نے سیلاب کی روک تھام کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں جن کی وجہ سے نقصان میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

-8 زمینی کٹاؤ:

شدید بارشوں سے زمین کٹاؤ کا شکار ہو جاتی ہے جس سے زمین کے زرخیز حصے بے کار ہو جاتے ہیں۔پاکستان میں اب تک لاکھوں ایکڑ زمین کٹاؤ سے متاثر ہو چکی ہے حکومت مختلف تدابیر کے زریعے زمین کو کٹاؤ سے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

-9 کیڑے مکوڑے اور فصلی بیماریاں:

فصلی بیماریاں کا سدباب کرنے کے لیے ملک میں ہر قسم کی زرعی ادویات موجود ہیں لیکن ہمارے کاشتکار جہالت کی وجہ سے ان ادویات کا استعمال نہیں کرتے جس سے زرعی معیشت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔فصلی بیماریوں کے علاوہ کیڑے مکوڑے، ٹڈی دل اور پرندے وغیرہ بھی کھڑی فصلوں کو تباہ کرنے اور پیداوار کے تناسب کو کم کرنے ہیں اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لیے فصلوں کو بیماریوں سے بچاؤ کے ساتھ ساتھ کیڑے مکوڑوں کے خاتمے پر بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

-10 زرعی تعلیم کا فقدان:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہمارے ہاں کاشتکاروں کی اکثریت زرعی تعلیم سے بے خبر ہونے کے باعث جدید مشینی طریقہ کاشت کو سمجھنے سے قاصر ہے ان کا روایتی پن ان کو سائنس کی ان ایجادات سے دور رکھتا ہے۔ جہالت کی وجہ سے ہمارے کسان ان سماجی برائیوں کا شکار ہو چکے ہیں جو آپس میں جھگڑے اور مقدموں کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا بیشتر وقت لڑائی، جھگڑوں اور مقدمے بازیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف کسان خود گھاٹے میں رہتے ہیں بلکہ ملک کی زرعی پیداوار بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

11۔ نقل وحمل کا ناقص نظام:

ذرائع نقل وحمل کے ناقص نظام کی وجہ سے ہماری پیداوار کا بہت سا حصہ بروقت منڈی تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکیں زیادہ تر کچی اور خراب ہیں۔ جس کی وجہ سے کسان کو اپنی فصل منڈی تک لے جانے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے اس لیے وہ مجبوراً اپنی فصل سستے داموں بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔

زرعی ترقی کے لیے حکومت کے اقدامات

زرعی شعبے کو درپیش مسائل کو دور کرنے کے لیے ہماری حکومتیں ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ اب تک حکومت نے زرعی ترقی کے لیے جو اقدامات کیے ہیں ان کی مختصراً تفصیل درج ذیل ہے:

-1 زرعی اصلاحات کا نفاذ:

نظام اراضی کو بہتر بنانے کے لیے 1958ئ، 1972ء اور 1977ء میں زرعی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ 1958ء کی زرعی اصلاحات کے تحت زمین کی حد پانچ سو ایکڑ فی کس مقرر کی گئی۔ 1972ء میں یہ حد کم کر کے ڈیڑھ سو ایکڑ کر دی گئی۔ 1977ء میں اس میں مزید کمی کر دی گئی اور یہ حد ایک سو ایکڑ فی فرد کر دی گئی۔ ان زرعی اصلاحات کے تحت پندرہ لاکھ ایکڑ سے زائد زمین زمینداروں سے حاصل کر کے بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کی دی گئی۔

-2 زرعی ترقیاتی بنک کا قیام:

حکومت نے ملک میں زرعی ترقیاتی بنک قائم کیا ہے۔ جو کاشتکاروں کو آسان اور نرم شرائط پر قرضے مہیا کرتا ہے۔ 1977-78ء کے دوران کسانوں کو تقریباً تین ارب روپے کے قرضے جاری کیے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسان بنکوں کو دیہاتوں کے قریب قائم کیا جائے تا کہ قرضے کے حصول کے لیے کاشتکاروں کو دفتروں کے چکر نہ لگانا پڑیں۔

-3 عمدہ بیج اور کیمیاوی کھادوں کی فراہمی:

حکومت نے کاشتکاروں کو عمدہ بیج اور کیمیاوی کھاد فراہم کرنے کے لے مختلف دفاتر اور انجمنیں قائم کی ہیں جو کسانوں کو بہتر کھاد اور بیج مہیا کرتی ہیں۔ کیمیاوی کھاد کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے حکومت بہت سے کارخانے لگا رہی ہے۔ پرانے کارخانوں کی پیداواری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی بھی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

-4 سیم وتھور کی روک تھام:

زرعی زمین کو سیم وتھور کی بیماری سے محفوظ رکھنے کے لیے معقول اقدامات کیے جا رہے ہیں اس مقصد کے لیے جگہ جگہ ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں جو زمین سے پانی کھینچ لیتے ہیں عالمی بنک بھی سیم وتھور کے خاتمہ کے لیے امداد و قرضے فراہم کر رہا ہے۔

-5 جدید طریقہ کاشت:

حکومت کسانوں کو جدید زرعی آلات اور طریقہ کاشت سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے ٹریکٹروں کی درآمدی پالیسی بہت نرم کر دی گئی ہے۔ اندرون کارخانوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ کسانوں کو نقد اور ادھار جدید زرعی آلات مہیا کیے جا رہے ہیں۔ تا کہ ہمارے کسان کاشت کے جدید طریقوں کو اختیار کر کے زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کر سکیں۔

-6 زرعی تحقیقی سنٹرز کا قیام:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حکومت زرعی تحقیق کے کام کو بہتر بنانے کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔اس سلسلے میں زرعی یونیورسٹیوں، زرعی ترقیاتی فارم اور ایگریکلچرل ریسرچ کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔فیصل آباد زرعی یونیورسٹی اور زرعی تحقیق کے دوسرے ادارے نئے اور ترقی یافتہ قسم کے بیج متعارف کروا رہے ہیں۔

-7زرعی تعلیم کا فروغ:

حکومت دیہی علاقوں میں بھی تعلیم کے فروغ کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔دیہی علاقوں میں سکول اور کالج کھولے جا رہے ہین ان سماجی تعلیم کی طرح بھی توجہ دی جا رہی ہے تاکہ کسانوں میں جہالت کا خاتمہ ہو سکے اور وہ جدید دور کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کر سکیں۔

-8آب پاشی کے نظام میں وسعت:

پاکستان میں اعلی نہروں کی کھدائی کی طرف توجہ دے رہی ہے جگہ جگہ ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں اور کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے نئے ڈیم بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔بندوں اور پشتوں کے ساتھ زیر زمین پانی کے ذخائر کو استعمال میں لانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

-9سرکاری زمینوں کی تقسیم:

پاکستان میں بہت سی حکومتی زمین بے آباد پڑی ہوئی ہے۔حکومت ایسی زمین کو آباد کرنے کے لیے مفید اقدامات کر رہی ہے۔زرعی ترقی کے لیے سرکاری زمینوں کو کسانوں میں تقسیم کرنے کی کئی سکیموں پر عمل کیا جا رہا ہے اس سے سندھ اور پنجاب کے بہت سے بے زمین کسان مالکان قرار پائے اور وہ اپنی زمین کی کاشت اور پیداوار کو بڑھانے کے لیے بڑی لگن اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔

حاصل کلام:

ہماری حکومت زرعی شعبے کی اہمیت سے غافل نہیں زراعت کی ترقی کے لیے اب تک جو اقدامات کئے گئے ہیں ان سے مجموعی طور پر اس شعبے نے نمایاں ترقی کی ہے زیر کاشت رقبے میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور ہمارا ملک بتدریج سبز انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے توقع ہے کہ حکومت کے مزید اقدامات کے باعث ہم گندم اور دیگر زرعی اجناس کی پیداوار برآمد کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

سوال6: پاکستان کے نہری نظام پر نوٹ لکھیے۔

جواب:

پاکستان کا نہری نظام دنیا کا وسیع ترین اور ترقی یافتہ نظام ہے۔اس وقت 43 چھوٹی بڑی نہریں آبپاشی کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔یہ نہری نظام تقریباً 150 سال پُرانا ہے جو چھوٹے بڑے ڈیموں، بیراجوں اور رابطہ نہروں پر مشتمل ہے۔

نہروں کی اقسام

پاکستان میں نہروں کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں۔

1۔　دائمی نہریں　　2۔　غیر دائمی نہریں

1۔　دائمی یا دوامی نہریں:

وہ نہریں جن میں پانی سارا سال بہتا ہے، دائمی نہریں کہلاتی ہیں۔پاکستان میں سارا سال دریاؤں میں پانی رہتا ہے۔ہمارے ملک کی زیادہ تر نہریں دائمی ہیں۔

2۔　غیر دائمی نہریں:

دوسری قسم کی نہریں غیر دائمی ہیں وہ نہریں جو صرف برسات کے موسم یا موسم گرما میں چلتی ہیں کیونکہ پہاڑی علاقوں میں جب برف پگھلتی ہے تو دریاؤں میں پانی کی مقدار کے اضافے سے سیلابی پانی ان نہروں میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔موسم سرما میں یہ نہریں بند رہتی ہیں۔

رابطہ نہریں:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1960ء میں سندھ طاس کے معاہدہ کے تحت پاکستان یں سات رابطہ نہریں تعمیر کی گئی ہیں ان رابطہ نہروں کی کل لمبائی 590 کلومیٹر ہے۔ یہ نہریں تین مغربی دریاؤں (سندھ، جہلم، چناب) کے پانی کو دو مشرقی دریاؤں (راوی اور ستلج) میں ڈالتی یں تا کہ علاقے میں پانی کی کمی کو پورا کیا جائے سکے۔ ان رابطہ نہروں کے نام مندرجہ زیل ہیں:

1۔ چشمہ جہلم رابطہ نہر　　2۔ رسول۔ قادر آباد رابطہ نہر

3۔ قادر آباد، بلوکی رابطہ نہر　　4۔ بلوکی۔ سلیمانکی رابطہ نہر

5۔ تریموں۔ سدھنائی رابطہ نہر　　6۔ سدھنائی۔ میلسی، بہاول پور رابطہ نہر

7۔ تونسہ۔ پنجند رابطہ نہر

پاکستان کی اہم نہریں

پاکستان اس وقت دریائے سندھ، جہلم اور چناب کے پانی پر انحصار کرتا ہے۔ موسم گرما میں ان دریاؤں میں پانی زیادہ اور موسم سرما میں کم ہوتا ہے۔ موسم گرما میں تقریباً 84 فیصد پانی ان دریاؤں میں بہتا ہے۔

1۔ دریائے راوی کی نہریں:

بلوکی سلیمانکی لنک کینال نمبر 1,2، نہر اپر باری دوآب کینال اور نہر لوئر باری دوآب دریائے راوی کی اہم نہریں ہیں یہ نہریں موسم گرما کی فصلوں کی پیداوار کے لیے بہت اہم ہیں۔ نہر اپر باری دوآب 1861ء میں مادھوپور بیراج سے نکالی گئی تھی۔ سندھ طاس معاہدہ کے تحت اب یہ نہر بھارت کے پاس ہے۔

2۔ دریائے چناب کی نہریں:

اپر چناب اور لوئر چناب نہریں رچنا دوآب کو سیراب کرتی یں اس کے علاوہ حویلی نہری نظام بھی اسی دوآب میں واقع ہے جو تریموں ہیڈورکس سے نکلتی ہیں۔

3۔ دریائے جہلم کی نہریں:

اپر جہلم اور لوئر جہلم کی نہریں چج دوآب کی اہم نہریں ہیں۔ ان نہروں کی وجہ سے بہت سارا رقبہ زیرِ کاشت آگیا ہے اور زرعی پیدوار میں اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اپر جہلم، اپر چناب اور لوئر باری دوآب ٹرپل کینال پروجیکٹ کا حصہ ہیں۔ اپر کینال تین دریاؤں کو آپس میں ملاتی ہے اس طرح دریائے جہلم کا زائد پانی دریائے چناب میں اور دریائے چناب کا زائد پانی دریائے راوی میں ڈالتی ہے۔

4۔ دریائے ستلج کی نہریں:

نہر دیپالپور، نہر مشرق صادقیہ، نہر بہاول، نہر میلسی، نہر پاکپتن، نہر عباسی، نہر قائم پور اور نہر پنجند دریائے ستلج کی اہم نہریں ہیں۔ اس علاقے میں ستلج ویلی پروجیکٹ شروع کیا گیا ہے جس کے تحت چار ہیڈورکس تعمیر کیے گئے ہیں یہ ہیڈورکس دریائے ستلج پر فیروزوالا، سلیمانکی اور اسلام کے مقام پر واقع ہیں جبکہ چوتھا پنجند پر واقع ہے ان کی وجہ سے نیلی بار اور بہاول پور کا زرعی علاقہ سیراب ہوتا ہے۔

5۔ دریائے سندھ کی نہریں:

کالا باغ کے مقام پر جناح بیراج 1947ء میں تعمیر کیا گیا اور یہاں سے نہریں نکالی گئیں تا کہ تھل کے صحرائی علاقے کو سیراب کر کے اُسے زراعت کے قابل بنایا جائے۔ چشمہ کے مقام پر بیراج تعمیر کیا گیا جس سے ایک رابطہ نہر نکالی گئی ہے تا کہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں کو سیراب کیا جا سکے۔ تونسہ بیراج 1958ء میں تعمیر کیا گیا اس بیراج سے نکالی گئی نہریں مظفر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خان کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔ گڈو بیراج 1962ء میں تعمیر کیا گیا جو سکھر سے 150 میل شمال میں واقع ہے اس بیراج سے جو نہریں نکالی گئی ہیں ان سے جیکب آباد، سکھر اور لاڑکانہ کے اضلاع کی زمین سیراب ہوتی ہے۔ سکھر بیراج دریائے سندھ پر 1932ء میں تعمیر ہوا جو پاکستان کا سب سے بڑا بیراج ہے۔ یہاں سے سات نہریں نکالی گئی ہیں۔ جس سے صوبہ سندھ کا وسیع رقبہ سیراب ہوتا ہے۔ کوٹری بیراج پاکستان کا اہم بیراج ہے جس سے چار نہریں نکالی گئی ہیں۔

www.pkplanet.com

6۔ دریائے سوات کی نہر:

دریائے سوات سے نکالی جانے والی نہر پشاور کے میدان کو سیراب کرتی ہے۔ اپر سوات مالاکنڈ سے شروع ہوتی ہے جب کہ لوئر سوات اباز ئی (Abazai) پر ختم ہوتی ہے۔

7۔ وارسک پراجیکٹ:

اس پروجیکٹ کے ذریعے پشاور سے شمال مشرق کی طرف وارسک کے مقام پر 1961ء میں علاقے کی ضروریات کے لیے ایک نہر تعمیر کی گئی جو پشاور کے گردونواح کو سیراب کرتی ہے۔

8۔ دریائے کرم کی نہر:

بنوں کے قریب دریائے کرم پر ''کرم گڑھی'' پراجیکٹ شروع کیا گیا ہے۔ یہاں سے نہریں نکال کر مقامی علاقے کو سیراب کرنے کا کام لیا گیا ہے۔ اس پراجیکٹ کے علاوہ واپڈا نے بھی کئی پراجیکٹ شروع کیے ہیں۔ ان میں ٹانڈہ ڈیم پراجیکٹ، گومل ڈیم پراجیکٹ، خان پور ڈیم ناڑی بولان اور حب ڈیم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حاصل کلام:

المختصر پاکستان کا نہری نظام دنیا کے ترقی یافتہ ترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی زمینےں سونا اگلتی ہیں۔ جن علاقوں میں دریاؤں اور نہروں کا پانی نہیں پہنچ سکتا وہاں کاشت کے لیے بارش کے پانی پر انحصار کیا جاتا ہے۔ ہمارے شمالی پہاڑی سلسلوں میں سے بہت سے دریا نکلتے ہیں جو میدانی علاقوں کو سیراب کرتے ہوئے سمندر میں جا گرتے ہیں۔

سوال 7: صنعت سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں صنعتوں کے پسماندہ ہونے کی وجوہات بیان کریں۔

جواب:

صنعت ایک ایسی جگہ ہے، جہاں سرمایہ دار اور آجر خام مال اور قدرتی وسائل کی شکل اس طرح بدلتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔ یہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری کر سکے اور منڈی میں زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت ہو سکے۔ ساتھ ہی ساتھ آجر کو زیادہ سے زیادہ منافع مل سکے۔

صنعتوں کی اقسام

پاکستان مےں مندرجہ ذےل چار قسم کی صنعتےں پائی جاتی ہیں:

1۔ گھریلو صنعت:

گھریلو صنعت کاری کا مطلب یہ ہے کہ وہ صنعت یا پیداواری عمل جو کام کرنے والوں کے گھروں میں ہوتا ہے۔ دست کار خود خام مال خریدتا ہے، اپنے ہی اوزار استعمال کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کی محنت کو بروئے کار لا کر کچھ ایسی اشیاء بناتا ہے جو ہماری تہذیب و تمدن کا حصہ ہوتی ہیں اور انہیں بازار میں بیچ کر اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتا ہے۔

گھریلو صنعت میں شامل صنعتیں:

دست کاری کی صنعت میں لکڑی کا کام، لوہے کا کام، سونے اور چاندی کا کام، ہاتھ سے بُنے ہوئے قالینوں اور چٹائیوں کا کام، پتوں اور بید سے بنی ہوئی مختلف روزمرہ کی اشیاء کا کام، پتھر کا کام، مٹی کے برتنوں کا کام، کپڑے پر کشیدہ کاری کرنا اور مٹی کے کھلونے بنانے کا کام وغیرہ شامل ہے۔

2۔ چھوٹی صنعت:

پاکستان میں چھوٹی صنعت وہ ہوتی ہے جو 2 سے 9 مزدوروں کو ملازم رکھ کر بازار کے لیے مختلف اشیاء بناتی ہے۔

www.pkplanet.com

چھوٹے پیمانے میں ہر صنعت آجائے گی جو بے شک گھر میں چیزیں بناتی ہو یا کرائے پر جگہ لے کر کچھ مشینیں لگا کر چند لوگوں کو مزدور رکھ کر مختلف اشیاء پیدا کرے۔

چھوٹی صنعت میں شامل صنعتیں:

ہماری چھوٹی صنعت میں مرغی خانہ، ڈیری فارم، شہد کی صنعت، قالین سازی، برتن اور کھیلوں کا سامان بنانے کی صنعت، پنکھے اور بجلی کی موٹریں بنانے کی صنعت اور لوہے کی روزمرہ استعمال کی اشیاء بنانا وغیرہ شامل ہیں۔

3۔ بھاری صنعت:

بھاری صنعتوں سے مراد وہ صنعتیں ہیں جو صنعتی مال برائے صارفین یا بڑے پیمانے پر اشیاء (goods) تیار کریں۔ پاکستان میں بڑے پیمانے کی جو صنعتیں ہیں، ان میں زیادہ تر صنعتی مال برائے صارفین پیدا کیا جاتا ہے اور یہ صنعت ملک میں تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔

بھاری صنعت میں شامل صنعتیں:

پاکستان میں بڑے پیمانے کی صنعتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ پٹرولیم اور پٹرولیم کی اشیاء پیدا کرنے کی صنعت

۲۔ آٹوموبائل انڈسٹری

۳۔ سیمنٹ اور کیمیائی کھادیں پیدا کرنے کی صنعت

۴۔ جیپ، کاریں، بسیں، ٹریکٹر اور موٹر سائیکل بنانے کی صنعت

۵۔ مشینری، ٹی وی سیٹ، ریفریجریٹر اور ایئر کنڈیشنز بنانے کی صنعت

۶۔ چینی بنانے کی صنعت، کھانے پینے کی اشیاء مثلاً گھی، کوکنگ آئل وغیرہ بنانے کی صنعت

۷۔ تمباکو اور سگریٹ بنانے کی صنعت

۸۔ ٹیکسٹائل اور ٹیکسٹائل سے متعلق دیگر صنعتیں

۹۔ چمڑہ اور چمڑے سے بننے والی مختلف اشیاء کی صنعت

۱۰۔ کاغذ اور کاغذ سے بننے والی مختلف اشیاء کی صنعت۔

4۔ دفاعی صنعت:

دفاعی صنعت سے مراد وہ صنعت ہے جس میں ملک کے دفاع اور ملک کی سرحدوں کے تحفظ و سلامتی کے نقطۂ نظر سے مختلف اشیاء اسلحہ، بارود، ٹینک، میزائل وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں دفاعی صنعت ترقی کی طرف گامزن ہے کیونکہ پاکستان اُس خطے میں واقع ہے جہاں اس کی دفاعی اہمیت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

واہ کی دفاعی صنعت:

واہ میں جو دفاعی صنعت ہے وہ دستی اسلحہ بناتی ہے۔ یہاں فوج کے لیے چھوٹے پیمانے کا اسلحہ مختلف قسم کی گنیں (بندوقیں) اور بارود وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور اب اِس فیکٹری کے گولہ بارود دنیا بھر میں اعتماد کی علامت ہیں۔

ٹیکسلا کی دفاعی صنعت:

ٹیکسلا انجینئرنگ ورکس میں چین کی مدد سے جو دفاعی صنعت لگائی گئی ہے اُس میں ٹینک اور مختلف قسم کے میزائل جس میں حتف اور غوری بھی شامل ہیں، تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح ملک میں مختلف جگہوں پر دفاعی مشینیں لگی ہوئی ہیں جن کا پاکستان سیکرٹ ایکٹ کی وجہ سے افشاء کرنا ممکن نہیں ہے۔

کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کہوٹہ میں جو لیبارٹریز ہیں وہ ہمارے نیوکلیئر پروگرام کا حصہ ہیں۔ یہ صنعت پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی طرح چشمہ کے مقام پر بھی اسی قسم کی لیبارٹریز ہیں جو ہماری دفاع کی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں۔ اب اِن کا نام تبدیل کر کے محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام پر اے۔ کیو۔ خان لیبارٹریز رکھ دیا گیا ہے اور پاکستان کو نیوکلیر طاقت بنانے میں ان کا اہم ترین کردار ہے۔

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی وجوہات

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ سیاسی عدم استحکام:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ مختلف حکومتوں کی متضاد صنعتی پالیسیاں ہیں کیونکہ پاکستان میں مختصر عرصے میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور نئی حکومت پرانی حکومت کی پالیسیوں کو تبدیل کر کے نئی پالیسیاں بنا لیتی ہے۔

2۔ سرمائے کی کمی:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ سرمائے کی کمی ہے۔ کیونکہ پاکستان کی زیادہ تر آبادی غربت کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

3۔ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا ہے کیونکہ صنعتی اشیاء کے فروغ کے لیے منڈیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان مصنوعات کے لیے روز بروز منڈیاں کم پڑتی جا رہی ہیں۔

4۔ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا ہے۔ کیونکہ پیشہ اور اقرار کو کئی کئی گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ کام کرنے اور آرام کا وقت نہ ملنے سے صحت پر بُرے اثرات بڑتے ہیں۔

5۔ غیر معیاری ذرائع نقل و حمل:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ذرائع نقل و حمل کا بہتر نہ ہونا ہے کیونکہ پاکستان میں اکثر علاقوں میں ریل اور سڑکوں کا نظام درست نہیں ہے۔

6۔ توانائی کے ذرائع کا مہنگا ہونا:

پاکستان میں توانائی کے ذرائع مہنگے ہونے کے ساتھ ساتھ ناکافی ہیں۔ توانائی کے ذرائع منگے ہونے کی وجہ سے مصنوعات کی قیمتیں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بھی پاکستان میں صنعتی پسماندگی پائی جاتی ہے۔

7۔ تکنیکی ماہرین کی کمی:

پاکستان میں تکنیکی اور ماہر افراد کی کمی ہے، لوگ مہارت کے حصول کے لیے کوئی خاص قدم نہیں اُٹھاتے، اور نہ ہی حکومت ملک میں ٹےکنالوجی کے فروغ کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے صنعت پسماندہ ہے۔

8۔ سرمایہ کی کمی:

پاکستان میں حکومت کی مختلف متضاد پالیسیوں کی وجہ سے لوگ سرمایہ کاری کرنے سے گھبراتے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان میں نئی صنعتیں بہت کم تعداد میں لگ رہی ہیں۔

9۔ معیار تعلیم:

پاکستان میں تعلیم انتہائی کم ہے علاوہ ازیں تعلیم کا معیار بھی بلند نہیں ہے، جس کی وجہ سے پاکستان میں صنعتیں پسماندہ ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

10۔ سیاسی عدم ہم آہنگی اور انتشار:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ سیاسی ہم آہنگی کی کمی اور سیاسی انتشار ہے۔ آئے دن کی ہڑتالوں اور سیاسی عمل میں رکاوٹ کی وجہ سے صنعتی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

11۔ توانائی کا فقدان:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستان کے اکثر علاقوں میں بجلی کی سہولت سے لوگ محروم ہیں، جس کی وجہ سے ان علاقوں میں صنعتیں نہیں لگائی جاسکتیں۔

12۔ لوڈشیڈنگ کا عام ہونا:

پاکستان میں اکثر لوڈشیڈنگ یا بجلی کا بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی اطلاع بھی نہیں دی جاتی۔ جس کی وجہ سے صنعت کار متبادل انتظام نہیں کر پاتے۔

13۔ غیر ملکی معاشی پابندیاں:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ملک پر بیرونی ممالک کی طرف سے معاشی پابندیوں کا ہونا ہے۔

14۔ عالمی منڈیوں میں سرد بازاری:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ دنیا کی منڈیوں میں سرد بازاری ہے۔

صنعتی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات

قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت نے صنعت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صنعتی ترقی میں حائل مشکلات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے اب تک جو اقدامات کیے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن کا قیام:

صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے تین کروڑ روپے کے سرمائے سے 1949ء میں پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن قائم کی۔ یہ کارپوریشن چھوٹے صنعت کاروں کو قرضے کی سہولتیں فراہم کرتی تھی اور نجی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرتی تھی۔

2- پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام:

حکومت نے 1952ء میں پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن قائم کی جس کا مقصد کارخانہ داروں کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کرنا تھا۔ پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے جہاں کئی ایک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہاں فنی ماہرین بھی پیدا کیے جس سے صنعتی شعبے کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

3- صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن:

1957ء میں پندرہ کروڑ روپے کی مالیت سے صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن قائم کی گئی۔ اس ادارے میں، امریکہ، جاپان، فرانس، برطانیہ، سوئٹزرلینڈ، عالمی بنک اور ملک کے صنعت کار شامل ہوئے۔ اس ادارے نے زرمبادلہ کی صورت میں قرضے فراہم کئے اور مختلف صنعتوں کے قیام میں خود بھی سرمایہ کاری کی۔

4- پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک:

1961ء میں حکومت نے صنعت کو فروغ دینے کے لیے پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک قائم کیا۔ اس بنک کے قیام کا مقصد چھوٹے صنعت کاروں کو مالی امداد فراہم کرنا تھا۔ اس بنک نے ایوب اور نواز شریف دور میں سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی اور اس کے تعاون سے ملک میں بے شمار چھوٹی اور بڑی صنعتیں قائم ہوئیں۔

5- صنعتی مراکز:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف شہروں میں صنعتی مراکز قائم کئے گئے جہاں کارخانہ داروں کو بجلی، پانی، سوئی گیس اور ذرائع آمدورفت کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ مراکز ملتان، گوجرانوالہ، جہلم، سکھر، فیصل آباد، کراچی، لاہور، سرگودھا اور بعض دیگر شہروں میں قائم کیے گئے ہیں۔

-6 سائنسی ریسرچ کونسل:

حکومت نے 1953ء میں سائنسی تحقیقات کونسل قائم کی جس کے تحت بڑے بڑے شہروں میں صنعتی ریسرچ لیبارٹریاں قائم کی گئیں۔ یہ کونسل ایسے طریقے دریافت کرتی ہے۔ جن کی مدد سے کم لاگت میں بہتر اور معیاری مصنوعات تیار ہو سکیں۔

-7 صنعتی تعلیم و تربیت کے مراکز:

حکومت نے صنعتی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے وسیع پروگرام شروع کیا۔ مختلف شہروں میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ یعنی تربیتی ادارے قائم کیے گئے۔ جن میں طلباء کو اعلیٰ فنی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارے مکینیکل، الیکٹریکل انجینئرنگ اور پولی ٹیکنیک کے ماہرین مہیا کرتے ہیں یہ ادارے کراچی، حیدرآباد، بہاولپور، راولپنڈی، سیالکوٹ اور لاہور میں قائم کیے گئے ہیں۔

-8 سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا قیام:

گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کو قرضے کی سہولت فراہم کرنے کے لے 1955ء میں سمال انڈسٹریز کارپوریشن قائم ہوئی یہ کارپوریشن کسی چھوٹی صنعت کے لیے ڈیڑھ لاکھ تک قرضہ فراہم کر سکتی ہیں۔

9۔ پرائیوٹائزیشن کمیشن کا قیام:

بھٹو دور مےں صنعتوں کو قومےانے کی پالیسی کا آغاز ہوا جس کے صنعتی ترقی پر برے اثرات مرتب ہوئے۔ آئے دن کی ہڑتالوں اور تالہ بندیوں کے باعث صنعتی ترقی کی رفتار رک گئی۔ بالآخر کارخانے دوبارہ نجی ملکیت میں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس سے صنعتی ترقی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

-10 ٹیکسوں کی چھوٹ:

حکومت نے نئے قائم ہونے والے کارخانوں بالخصوص کم ترقی یافتہ علاقوں میں قائم صنعتوں کو پانچ سال کی مدت کے لیے ٹیکسوں کی چھوٹ دی ان کی درآمد شدہ مشینری کی درآمدی ڈیوٹی بھی معاف کر دی گئی اس اقدام سے ہمارے صنعت کاروں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

-11 غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ:

صنعتوں کو قومیانے سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کی حوصلہ شکنی ہوئی تھی۔ 1977ء کے انقلاب کے بعد غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بھی پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ کیا گیا اس طرح بہت سی نئی صنعتیں قائم ہو رہی ہیں۔

سوال 8: پاکستان مےں اہم تعلیمی مسائل کون کونسے ہیں؟ نیز حکومت تعلیمی شعبے کی ترقی کے لیے کیا کیا اقدامات کر رہی ہے؟

جواب:

تعلیم اور معاشرتی اور معاشی ترقی و معاشی ترقی باہمی طور پر لازم و ملزوم ہیں۔ معاشرتی و معاشی حوالے سے آگے بڑھنے کے لیے تعلیمی شعبہ مےں سرمایہ کاری اہمیت کی حامل ہے۔ ترقی ےافتہ ممالک کے تجربات ظاہر کرتے ہیں کہ مجموعی تعلیمی آمدنی مےں اضافہ قومی شعبہ کی ترقی سے مربوط ہے۔

پاکستان مےں تعلیم کی اہمیت:

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس مےں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ پاکستان میں 1951ء میں شرح خواندگی 16 فیصد جبکہ 1998ء میں 45 فیصد جبکہ 2003 میں سرکاری سطح پر شرح خواندگی 54 فیصد پر کیا گیا ہے۔ جو کسی بھی ترقی پذیر ملک میں بہت کم ہے۔ اس لیے حکومت نے ابتدائی کی تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم سب کے لیے (Education for all) کے مشن کو سامنے رکھا ہے۔

پاکستان مےں تعلیم کے مسائل:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان مےں شرح خواندگی مےں کمی کی اہم وجہ نظامِ تعلیم کی پسماندگی اور نظام تعلیم مےں حائل درج ذےل بے پناہ مسائل ہیں۔

1- فرسودہ نظامِ تعلیم :

پاکستان کا نظام تعلیم فی الحقےقت انگرےزوں کا نافذ کردہ نظام ہے جسے لارڈ مے کالے نے مرتب کیا تھا۔ جس کا کہنا تھا کہ اگرچہ ہم ہندوستان کو آزادی دے رہے ہیں۔ مگر ہندوستانےوں کے لیے جو نظام تعلیم مےں نے مرتب کیا ہے وہ صدےوں ہندوستانےوں کو انگرےزوں کی غلامی کی ےاد دلاتا رہے گا۔ قیام پاکستان کے بعد اسے تبدیل ےا بہتر کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔

2- نظرےاتی اساس کا فقدان ©:

پاکستان ایک نظرےاتی مملکت ہے جسکی اساس اسلام ہے جبکہ نظام تعلیم مغربی طرز کا ہے جو اسلام کے بنےادی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں اس لیے تعلیمی نظام مسائل سے دوچار ہے۔

3- ناقص طرےقہ امتحانات:

اگرچہ پاکستان مےں رائج نظام تعلیم لارڈ مے کالے کا مرتب کردہ اور سامراجی عزائم کو تکمیل پہنچانے والا ہے۔ اس کے باوجود اس مےں چند ایک خوبیاں بھی ہیں۔ یہ خوبیاں ناقص طرےقہ امتحانات کے سبب خامےوں مےں تبدیل ہو چکی ہیں۔ پاکستان کا نظام تعلیم طلباء کو رٹہ لگانے ےا پھر نقل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

4- تعلیمی بنےاد کا کمزور ہونا ©:

پاکستان مےں پرائمری کی سطح پر صحےح تعلیمی معےار برقرار نہیں رکھا جاتا۔ اس طرح طلباء کی تعلیمی بنےاد کمزور رہتی ہے۔

5- دینی وفنی تعلیم کا فقدان:

پاکستان تعلیمی اداروں مےں اگرچہ آئین کے تحت اسلامےات کو گرےجوےشن کی سطح تک بطور لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر ناقص طرےقہ امتحانات کے سبب طلباء دینی علوم پر دسترس کی بجائے محض امتحانی نقطہ نظر سے اسلامےات جیسے دینی مضمون پڑھتے ہیں۔ اس سے ان کی ذہنی سطح بلند ہونے کی بجائے پست ہوتی ہے۔

6- بے روزگاری:

ہمارے طالب علم کے پیش نظر تعلیم کا مقصد صرف اور صرف روزگار کا حصول ہے۔ اس محدود ذہن کے ساتھ تعلیم حاصل کر کے جب اسے بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ ڈپرےشن اور نفسےاتی الجھنوں کا شکار ہو کر تخلیقی سرگرمےوں کی بجائے منفی سرگرمےوں مےں مصروف ہو جاتا ہے۔ جس سے ملکی مفاد کو شدےد نقصان پہنچتا ہے۔

ان اسباب کے علاوہ محدود تعلیمی وسائل طبقاتی کشمکش، انگرےزی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینا، مرد و زن کے لیے ےکساں نصاب، ملی تقاضوں سے دوری، اساتذہ کا ادنی معےار، ٹےکنالوجی سے محرومی اور طلبہ کا سیاسی سرگرمےوں مےں حصہ یہ سب ہمارے نظام تعلیم کی ترقی کی راہ مےں رکاوٹےں ہیں۔

نظامِ تعلیم کی ترقی کے لئے تجاوےز

پاکستان مےں اگرچہ ایک طوےل عرصے تک اس شعبے پر کماحقہ توجہ نہ دی گئی لےکن اب تعلیم کے فروغ کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو پانچوےں منصوبے مےں تعلیم کے لیے 5.6 بلین روپے، چھٹے منصوبے مےں 19.9 بلین روپے اور ساتوےں منصوبے مےں 23.1 روپے مختص کے گئے تھے معاشی ترقی مےں افزائش کے لئے ضروری ہے کہ شرح خواندگی زےادہ ہو۔

1- سرکاری اور نجی شعبے کی شراکت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان مےں تعلیم کو بہتر بنانے مےں موجودہ حکومت نے خصوصی طور پر سرکاری شعبے کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کو بھی آگے آنے کی دعوت دی ہے نجی شعبے کی شراکت سے نہ صرف شرح خواندگی مےں اضافہ ہوا ہے بلکہ معےار تعلیم بھی اچھا ہوا ہے۔

2- پرائمری سطح پر لازمی اور مفت تعلیم :

پرائمری سطح پر مفت اور تعلیم لازم قرار دینے سے زےادہ سے زےادہ لوگ خواندہ ہوں گے ان مےں شعور بڑھے گا۔ غرےب لوگ بھی تعلیم حاصل کر سکےں گے۔ اور تعلیمی و معاشی ترقی ممکن ہو سکے گی۔

3- درسی کتب کی مفت فراہمی:

پرائمری، مڈل اور پھر ہائی سکولوں کی سطح پر درسی کتب مفت فراہم کرنی چاہیے تاکہ زےادہ سے زےادہ تعلیم کا فروغ ممکن ہو۔

4- نصاب کی سائنسی بنےادوں پر تشکےل نو:

تمام کلاسوں کے نصابِ تعلیم کو بہتر اور معےاری بنانے کے لیے ٹےکسٹ بک بورڈ کے اداروں کو فعال بنایا جائے۔ ایسا نصاب تعلیم تشکےل دیا جائے جو ملی و مذہبی تقاضوں کے ساتھ ساتھ جدےد سائنسی بنےادوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔

5- ٹیکنکل اور پیشہ وارانہ تعلیم کو فروغ:

ٹےکنےکل، ووکےشنل اور سائنسی تعلیم مےں فروغ کے لیے سرکاری اور نجی شعبے کی تعاون سے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ سماجی، معاشی اور ٹےکنےکل ترقی کے لیے اعلیٰ تعلیم کے معےار کو بہتر بنایا جائے۔

بنےادی تعلیم کو لازمی کرتے ہوئے اسے معےاری بنایا جائے تاکہ طلبہ مےں علم حاصل کرنے کا شوق پےدا ہو۔

6- خواتےن کی تعلیم پر خصوصی توجہ:

ملکی ترقی کے لیے خواتےن کی تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مردوں کی۔ اسلام بھی وہی کہتا ہے اور موجودہ دور بھی۔

پاکستان مےں خواتےن کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کر کے صحت مند معاشرے کا قیام عمل مےں لائےں اور ملک ترقی کر سکے۔

7- اعلیٰ تعلیم کے لیے نئی یونیورسٹیوں کا قیام:

اعلیٰ تعلیم کے لیے سرکاری اور نجی سطح پر زےادہ سے زےادہ ےونےورسٹےوں کا قیام، تعلیم کے شعبے میں صنفی توازن کے حوالے سے کوششےں طلباء و طالبات کے لیے وظائف، انفارمےشن ٹےکنالوجی کے میدان مےں انقلابی کاوشےں اور قومی و صوبائی سطحوں پر تعلیمی مسائل کے حل کے لیے بلاشبہ کوششےں جاری ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 7

پاکستان اور عالمی تعلقات

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے قیام کی بنیاد اسلام ہے لہٰذا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد نظریہ پاکستان کا تحفظ اسلام کی خدمت اور مسلم ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنا ہے۔ پاکستان پرامن بقائے باہمی پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کی آزادی، خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ کا احترام کرتا ہے پاکستان نے ہمیشہ دوسروں کے اندرونی معاملات میں عدم دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کا نعرہ ہے کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو"۔ پاکستان استعماریت اور جارحیت کا ہر شکل میں مخالف رہا ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال 1: خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصولوں اور مقاصد پر نوٹ لکھیں

جواب:

خارجہ پالیسی بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنے، ان کو فروغ دینے اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانے کا نام ہے۔ ہر ملک اپنے نظریاتی تاریخی سیاسی، اقتصادی اور جغرافیائی حالات کے پیش نظر جو دوسرے ملکوں سے تعلقات قائم کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ ملتا ہے۔

قائداعظمؒ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

قائدِاعظمؒ نے 1948ء میں فرمایا:

''ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کیساتھ عبارت ہے ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف کوئی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے اور قومی و بین الاقوامی امور و معاملات میں انصاف اور دیانت کے اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم دنیا کی قوموں کے درمیان امن اور خوشحالی کے لیے اپنا پورا کردار ادا کریں گے۔ دنیا کی مظلوم و محکوم قوموں کے لیے اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق ہر قسم کی مدد فراہم کریں گے۔''

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے قیام کی بنیاد اسلام ہے لہٰذا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد نظریہ پاکستان کا تحفظ اسلام کی خدمت اور مسلم ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد درج ذیل اصولوں پر رکھی گئی ہے:

1۔ پرامن بقائے باہمی:

پاکستان پرامن بقائے باہمی پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کی آزادی، خودمختاری اور اقتدارِ اعلیٰ کا احترام کرتا ہے پاکستان نے ہمیشہ دوسروں کے اندرونی معاملات میں عدم دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کا نعرہ ہے کہ '' زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' استعماریت اور جارحیت کا ہر شکل میں مخالف رہا ہے۔

2۔ غیر جانبداریت:

پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی میں نمایاں تبدیلی کرتے ہوئے غیر جانبداریت کی پالیسی اپنائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی ملک کے ساتھ خود کو وابستہ نہ کیا جائے اور تمام ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات مستحکم کیے جائیں اس لیے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان اب روس، امریکہ، چین، برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کر رہا ہے۔ پاکستان ان غیر وابستہ ممالک کی تنظیم کا باقاعدہ رکن بن چکا ہے۔

3۔ دوطرفہ تعلقات:

پاکستان دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر تمام ممالک کے ساتھ رابطہ بڑھانا چاہتا ہے اور اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر اپنے جھگڑے پُرامن طریقے سے طے کرنا چاہتا ہے اس لیے پاکستان نے ہندوستان کو کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لیے کئی دفعہ مذاکرات کی پیشکش کی ہے۔

4۔ اقوام متحدہ کے چارٹر پر عمل:

پاکستان اقوام متحدہ کے چارٹر سے مکمل اتفاق کرتا ہے اور اس پر سختی سے پابند ہے اس لیے اس نے ہمیشہ اقوام متحدہ کے تمام اقدامات کا احترام کیا ہے اور اس کے فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے فوجی معاونت بھی کی ہے۔

5۔ حق خودارادیت کی حمایت:

پاکستان محکوم اقوام کے حق خودارادیت کی حمایت کرتا ہے اس کا مو□ ز قف ہے کہ ہر قوم کو اپنے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے نوآبادیات کے خاتمہ کے مطالبہ نیز ایشیا، افریقہ اور یورپ میں خودارادیت کی تمام تحریکوں کی بھرپور حمایت کی ہے۔ پاکستان نے کشمیر، فلسطین، بوسینا، نمیبیا اور ویت نام کی جدوجہد آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور افغانستان میں سابقہ سوویت یونین کی فوجی مداخلت کی سخت مخالفت کی ہے کیونکہ پاکستان جانتا ہے کہ

ہو اگر خود نگر و خود گرو خود گیری خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی نہ مر سکے

6۔ عالم اسلام کا اتحاد:

پاکستان عالم اسلام کے اتحاد کا حامی ہے اور اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اسلامی دنیا میں اختلاف کی صورت میں پاکستان ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ ایران عراق کی جنگ ہو، کویت عراق تنازعہ ہو، مشرق وسطی کا مسئلہ ہو، افغانستان کی آزادی کا مسئلہ ہو، پاکستان نے ہمیشہ مو□ ز ثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ اسلامی ممالک کی تنظم کا سرگرم رکن رہا ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان نے اقتصادی تعاون کی تنظیم کو قائم کر کے وسطی ایشیاء کے مسلم ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کا موقع فراہم کیا ہے تاکہ اپنی اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون واتحاد بھی قائم کر سکے۔

بتان رنگ وخون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی، نہ افغانی

7۔ تخفیفِ اسلحہ کی حمایت:

پاکستان تخفیفِ اسلحہ کا حامی ہے اور اس نے ان تمام بین الاقوامی کوششوں کی حمایت کی ہے جو تخفیفِ اسلحہ کے لیے کی گئی ہیں۔ پاکستان از خود اسلحہ کی دوڑ میں کبھی شامل نہیں ہوا۔ وہ ایٹمی توانائی کو پر امن مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے حق میں ہے اور دنیا میں ایٹمی جنگ کے خطرات کے سدِّباب کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ پاکستان جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک رکھنے کا خواہشمند ہے اور یہ تجویز ہندوستان کو کئی دفعہ پیش کر چکا ہے۔

8۔ نسلی امتیاز کا خاتمہ:

پاکستان دنیا میں امن وآشتی کا فروغ چاہتا ہے جو نسلی امتیاز کے خاتمہ سے ممکن ہے۔ ماضی میں بھی پاکستان نے جنوبی افریقہ، نمیبیا اور روڈیشا میں سیاہ فام لوگوں کے ساتھ نسلی امتیاز پر آواز اٹھائی اور نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لیے ان کی حمایت کی۔ پاکستان کے اندر بھی نسلی امتیاز کا مکمل خاتمہ کیا گیا ہے اور تمام اقلیتوں کو برابر کے حقوق دیے گئے ہیں۔

9۔ امن وآشتی کا فروغ:

پاکستان دنیا میں امن وآشتی کا فروغ چاہتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ سامراجی طاقتوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے مظلوم اقوام کی حمایت کی ہے اور سامراجی طاقتوں کے خلاف بر سرپیکار ہے اور جنوبی ایشیاء میں امن وآشتی کے لیے پاکستان نے بار بار بھارت کو مذاکرات کی دعوت دی ہے۔

10۔ ہمسایہ ممالک سے تعلقات:

پاکستان اپنے تمام ہمسایہ ممالک بشمول ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کا حامی ہے۔ پاکستان ہمسایہ ممالک سے تنازعات حل کرنے کا حامی ہے اس لیے پاکستان ہندوستاں کے ساتھ تمام تنازعات بشمول کشمیر مذاکرات کے ذریعے پُرامن طریقے سے حل کرنا چاہتا ہے اور ہندوستان کو بار بار مذاکرات کی دعوت دے چکا ہے۔ امید ہے کہ مستقبل میں ہمسایہ ممالک سے ہمارے تعلقات مزید بہتر ہو جائیں گے۔

11۔ بین الاقوامی وعلاقائی تعلقات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان تمام بین الاقوامی وعلاقائی تنظیموں کا سرگرم رکن ہے۔ان اداروں میں اقوامِ متحدہ غیر وابستہ ممالک کی تنظیم ،اسلامی کانفرنس کی تنظیم ،اقتصادی تعاون کی تنظیم اور سارک اہم ہیں۔پاکستان بین الاقوامی وعلاقائی تعاون کے لیے ان اداروں کی ہمیشہ حمایت کرتا رہا ہے اور عالمی امن کے لیے ان اداروں کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد

لارڈ پامرسن کے مطابق:

" بین الاقوامی تعلقات میں نہ کوئی مستقل دوست ہوتا ہے اور نہ دشمن بلکہ استقلال صرف قومی مفادات کو حاصل ہوتا ہے ۔ایک ریاست کی خارجہ پالیسی صرف قومی ضرورتوں کے تحت ترتیب دی جاتی ہے۔"

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا تو اس وقت خارجہ پالیسی کے دو اہم مقاصد تھے۔

اوّل: پاکستان کی سلامتی۔ دوم: تمام ممالک خصوصاً اسلامی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی خارجہ پالیسی واضح ہوتی چلی گئی۔اب پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ قومی سلامتی:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم مقصد قومی سلامتی وتحفظ ہے۔پاکستان دُنیا کے نقشہ پر نیا نیا اُبھرا تھا اور ضرورت تھی کہ اسکی سلامتی اور تحفظ کا متناسب بندوبست کیا جائے۔لہٰذا پاکستان نے ملکی سلامتی کو خارجہ پالیسی کی بنیاد بنایا اور بیرون ممالک کے ساتھ تعلقات میں قومی سلامتی کو ہمیشہ اہمیت دی۔آج بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی میں قومی سلامتی بنیادی نصب العین ہے۔پاکستان دوسرے ممالک کی علاقائی سالمیت کا احترام کرتا ہے اور دوسرے ممالک سے بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی پاکستان کی قومی سلامتی کا احترام کریں۔

2۔ معاشی ترقی:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور معاشی طور پر اپنی ترقی چاہتا ہے۔لہٰذا پاکستان ان تمام ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے۔جن کے ساتھ تجارت کر کے یا جن ممالک سے معاشی مدد حاصل کر کے معاشی طور پر ترقی کر سکے۔نئے اقتصادی رجحانات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔خصوصاً آزاد تجارت، آزاد اقتصادیات اور نجکاری کو اپنایا ہے۔

3۔ نظریاتی تحفظ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اسکی بنیاد نظریہ پاکستان یا نظریہ اسلام پر قائم ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہے۔ پاکستان کا نظریاتی استحکام بھی پاکستان کے تحفظ میں مضمر ہے۔ یہ اپنے نظریہ کا تحفظ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر کے ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان نے ہمیشہ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کیے ہیں۔ اس کے تینوں دساتیر میں اسلامی ملکوں کے ساتھ قریبی تعلقات پر زور دیا ہے۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور اقتصادی تعاون کی تنظیم کے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

4۔ جارحیت واندرونی معاملات میں مداخلت سے گریز:

کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات سے گریز پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد ہے اسی لیے نہ تو پاکستان کسی کے نجی معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرے۔

5۔ اسلامی ممالک کا اتحاد:

پاکستان نظریہ اسلامی کے اصولوں پر معرض وجود میں آیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے درمیان زیادہ سے زیادہ اتحاد، یکجہتی کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ ہر آنے والی حکومت نے خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اس بنیادی اصول کو مدِّ نظر رکھا۔ ایران، عراق کی جنگ ہو یا عراق کویت کی، افغانستان پر روسی حملہ ہو یا نظریاتی یلغار پاکستان نے ہر آڑے وقت میں اسلامی ملکوں میں اتحاد کی فضا قائم کرنے اور ان کی حمایت کرنے کی کوشش کی ہے۔ روس سے آزاد ہونے والی ترکستانی مسلم ریاستوں کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات اس اصول کے پیشِ نظر مستحکم ہو رہے ہیں۔

6۔ اقوامِ متحدہ کے منشور کے کی حمایت:

پاکستان اقوامِ متحدہ کا سرگرم رُکن ہے اور اسکے منشور کا زبردست حامی ہے۔ اس لیے اسکی خارجہ پالیسی بھی اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق تشکیل دی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان دُنیا کے تمام اقوام کے درمیان امن اور خوش حالی کے فروغ، تمام باہمی تنازعات پر پُرامن طریقوں اور باہمی مذاکرات سے طے کرنے کا حامی ہے۔ اس نے ہمیشہ پُرامن اور باہمی مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر مسئلہ فلسطین حل کرانے کی حمایت کی ہے اور جنگ کی مخالفت کی ہے۔

7۔ غیر جانب دارانہ پالیسی کی تشکیل:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

غیر جانب داری پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم ستون ہے۔ پاکستان دو بڑے دھڑوں امریکی اور روسی بلاک سے علیٰحدہ رہنا چاہتا ہے اور کسی کے اغراض و مقاصد کا آلہ بننا نہیں چاہتا۔ پاکستان غیر جانب دار ملکوں کی تنظیم کا رُکن شمار کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ذرائع

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے تشکیلی ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

i۔ انتظامی تکون:

انتظامی تکون سے مراد قومی سطح کے تین اہم انتظامی عہدے، صدرِ پاکستان وزیر اعظم پاکستان اور فوج کا سربراہ ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ضمن میں انتظامی تکون بہت اہم کردار ادا کرتی ہے یہ تکون پاکستان کی خارجہ پالیسی کو منظور اور نامنظور کر سکتی ہے۔ موجودہ پالیسی میں تبدیلی لا سکتی ہے یا پالیسی کو مختلف سمت میں چلا سکتی ہے لیکن سابقہ پالیسی سے ہٹنا بہت مشکل ہے۔ انتظامی تکون عام طور پر سابقہ پالیسی کو مدِّ نظر رکھتی ہے یا نئی پالیسی تشکیل دیتے ہوئے بیرونی ممالک سے کیے ہوئے وعدوں سے منحرف نہیں ہو سکتی۔

ii۔ وزارتِ خارجہ:

پاکستان کی وزارت خارجہ، خارجہ پالیسی تشکیل دیتے ہوئے بہت اہم کرادار کرتی ہے۔ وزارتِ خارجہ میں عام طور پر خارجہ پالیسی کے ماہرین اور اعلیٰ پایہ کے بیوروکریٹ ہوتے ہیں۔ یہ خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد اور اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی تیار کرتے ہیں۔ یہ خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسی کے منصوبے و پروگرام بناتے ہیں۔ نئی آئینی تبدیلیوں کے مطابق نیشنل سیکورٹی کونسل اس انتظامی تکون کا نعمل البدل بنتی جا رہی ہے۔

iii۔ خفیہ ادارے:

پاکستان کے خفیہ ادارے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے دوسرے ممالک کی خارجہ پالیسیوں کے مقاصد کے متعلق مکمل اطلاعات فراہم کرتے ہیں جن کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے پاکستان اپنی خارجہ پالیسی تشکیل دیتا ہے۔

iv۔ سیاسی جماعتیں و پریشر گروپ:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ضمن میں پاکستان کی سیاسی جماعتیں و پریشر گروپ بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں اپنے منشور میں خارجہ پالیسی کو خاص جگہ دیتی ہے اگر وہ انتخاب جیت جائیں تو اپنے نقطہ □ ِ نظر کو

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

خارجہ پالیسی میں پیش نظر رکھتی ہے اسی طرح پریشر گروپ بھی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے عمل کو متاثر کرتے ہیں اور حکومت کو خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بدلنے پر مجبور کرتے ہیں۔

v۔　　پارلیمنٹ:

وزارتِ خارجہ انتظامیہ کی ہدایت کے مطابق خارجہ پالیسی تشکیل دیتی ہے اور بعض اوقات قومی اسمبلی اور سینٹ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کرتی ہے۔ بحث و تمحیص کے بعد پارلیمنٹ عام طور پر طے شدہ خارجہ پالیسی کی منظوری دے دیتی ہے یا اس میں مناسب تبدیلیوں کی سفارش کرتی ہے۔

سوال 2: پاکستانی خارجہ پالیسی اور عالمی امور پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

خارجہ پالیسی بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنے، ان کو فروغ دینے اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اُٹھانے کا نام ہے۔

قائدِ اعظمؒ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

قائدِ اعظمؒ نے فرمایا کہ:

''ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ عبارت ہے ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف کوئی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے ہیں اور قومی و بین الاقوامی امور و معاملات میں انصاف اور دیانت کے اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ دنیا میں خوشحالی کے لیے اپنا پورا کردار ادا کریں گے۔ دنیا کی مظلوم و محکوم قوموں کے لیے اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق ہر قسم کی مدد کریں گے۔''

(فروری 1948ء میں امریکی عوام کے نام ایک نشریے سے اقتباس)

عالمی امور اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

آج کی دنیا سرد جنگ کے بعد کے دور سے گزر رہی ہے جس میں دنیا کی طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے اور صرف امریکہ ہی دنیا کی عظیم طاقت کے طور پر ابھرا ہے۔ اس دور میں امریکہ نے نیو یارک ورلڈ آرڈر کو مرتب کرنے کا پروگرام بنایا اور دنیا کے بہت سے ممالک کو اپنی نہج پر ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس پیچیدہ صورتحال میں پاکستان کی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جغرافیائی حالت پاکستان کی خارجہ پالیسی کو اہم بنا دیتی ہے۔ دنیا میں طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے اور اپنی قومی سلامتی کے ساتھ ساتھ عالمی امن کی خاطر پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی میں وقتاً فوقتاً بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لانا پڑتی ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد:

11 ستمبر 2001ء کو نیویارک میں ورلڈ ریڈ سنٹر کے واقعے کی بناء پر امریکہ نے دہشت گردوں کے خلاف عالمی اتحاد بنایا۔ پاکستان نے عالمی دباؤ کے پیشِ نظر اقوامِ متحدہ کے پرچم تلے دہشت گردی کی مہم میں عالمی برادری کا ساتھ دیا لیکن یہ کوشش کی کہ قومی مفادات پر زد نہ پڑے۔ تاہم پاکستان اس بات پر خصوصی توجہ دے رہا ہے کہ آزادی کی تحریکوں اور دہشت گردی کے درمیان واضح فرق کیا جائے۔ اور دہشت گردی کے نام پر آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔

مسئلہ فلسطین کی حمایت:

اسرائیل فلسطینیوں کے مسئلے پر انسانی حقوق کو جس طرح پامال کر رہا ہے۔ پاکستان اس کی حمایت نہیں کرتا اور فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق دلانے کے لیے آواز بلند کرتا رہا ہے۔ پاکستان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے حل ہو۔ اس سلسلے میں رونما ہونے والی تبدیلیاں پاکستان کو خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت انتہائی احتیاط کا تقاضا کرتی ہیں۔

پاک بھارت تعلقات:

جنوبی ایشیا میں بھارت دہشت گردوں کی عالمی مہم کو غلط موڑ دے کر پاکستان کو الجھانا چاہتا تھا۔ لیکن امریکہ نے موجودہ حالات میں پاکستان کی اہمیت کے پیشِ نظر بھارت کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن موجودہ حالات میں پاکستان کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ حالات کے بدلنے کے ساتھ عالمی طاقتیں بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کے دفاع کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہ کر دیں۔

نظریہ اسلام کا تحفظ:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد قومی سلامتی، معاشی خوشحالی اور نظریہ اسلام کا تحفظ ہے۔ پاکستان کو دوسروں کے پیچھے چلنے کی بجائے اپنے بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے خارجہ پالیسی ترتیب دینی چاہیے۔ کیونکہ تہذیبی تصادم کے اس دور میں اسلام بنیادی طور پر لادین مادہ پرستوں کے نشانے پر ہے۔ ان حالات میں خود مختار خارجہ پالیسی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

مسئلہ کشمیر کی حمایت:

پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ کشمیر کا ہے۔اس کو حل کرنے کے لیے پاکستان کو تمام پُر امن ذرائع اپنانے چاہئیں۔اس سلسلے میں پاکستان ہمیشہ سے کوشش کر رہا ہے کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ جیسے عالمی پلیٹ فارم سے حل ہو۔کشمیر کے مسئلہ کے حل کے بغیر جنوبی ایشیا میں امن وامان قائم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی پاکستان اور بھارت معاشی خوشحالی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

پاک افغان تعلقات:

پاکستان افغانستان کا ہمسایہ مسلم ملک ہے۔جسکی یکجہتی وخوشحالی کے بغیر پاکستان بھی ترقی نہیں کر سکتا لہٰذا پاکستان کو چاہیے کہ افغانستان کے مسئلے کے حل کے لیے بھی مو□ ثر کردار ادا کرے اور افغانستان کے اسلامی تشخص کو بحال کرنے میں مدد دے۔

پاکستان ایک ایٹمی طاقت:

پاکستان نے بھارت کے جواب میں 1998ء میں ایٹمی دھماکے کر کے اپنے دفاع کو مضبوط کیا ہے۔اگر خدانخواستہ پاکستان ایسا نہ کرتا تو بھارت پاکستان کو شدید نقصان پہنچا چکا ہوتا۔اب ایٹمی طاقت ہونے کے ناتے پاکستان پر مزید ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علاقائی اور بین الاقوامی امن کی خاطر اپنا کردار ادا کرے۔

وسطی ایشیا کے مسلم ممالک سے تعلقات:

پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خوشحالی کے لیے وسطی ایشیاء کے مسلم ممالک سے گہرے روابط اور خاص طور پر معاشی روابط قائم کرے۔معاشی خوشحالی کے لیے پاکستان کو اقتصادی تعاون کی تنظیم میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔

حاصل کلام:

غرض یہ کہ پاکستان خارجی تعلقات کے حوالے سے عالمی سطح پر اپنی اہمیت کو سمجھتا ہے۔موجودہ حالات کے تناظر میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اس بات کی متقاضی ہے کہ پاکستان کو ماضی کی غلطیوں کو اپنی خارجہ پالیسی میں نہیں دوہرانا چاہیئے بلکہ اس کو اپنے ہمسایہ ممالک، مسلم ممالک اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے توازن کی بنیاد پر تعلقات رکھنے چاہیے اور بنیادی نظریاتی مقاصد کے حصول کے لیے دن رات کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال6: پاکستان اور ایران کے تعلقات کا جائزہ لیجیے؟

جواب:

پاکستان کے مغرب میں ایران ہمارا مسلمان ہمسایہ ملک ہے۔ایران کے ساتھ پاکستانی سرحد کی لمبائی 900 کلو میٹر ہے۔ایران کے ساتھ ہمارے صدیوں پرانے تاریخی ثقافتی مذہبی اور تجارتی رشتے ہیں۔فارسی زبان صدیوں تک برصغیر کی سرکاری زبان رہی ہے۔پاکستان کی قومی زبان اُردو میں فارسی کے الفاظ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔شروع سے ہی دونوں میں اقتصادی ثقافتی اور سفارتی میدان میں گہرا تعاون چلا آرہا ہے۔

قیام پاکستان کے وقت تعاون:

پاکستان کو آزادی کے بعد سب سے پہلے ایران نے تسلیم کیا اور سفارتی تعلقات قائم کیے۔1949ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے ایران کا دورہ کیا۔جس کے جواب میں شاہ ایران نے پاکستان کا دورہ 1950ء میں کیا اور تجارتی روابط قائم ہوئے۔

"علاقائی تعاون برائے ترقی" کی تنظیم:

1964ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کے ساتھ مل کر "علاقائی تعاون برائے ترقی" کا معاہدہ کیا جس کی بدولت اقتصادی، صنعتی، تجارتی، ثقافتی اور سیر وسیاحت کے میدانوں میں تعاون کو بہت وسعت ملی۔بعد میں یہ معاہدہ 1979ء میں منسوخ ہوا۔

پاک بھارت جنگیں:

1965ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ میں ایران نے پاکستان کی حمایت کی اور اسکو مالی وفوجی مدد فراہم کی۔اسی طرح 1971ء میں ہونے والی جنگ میں بھی ایران نے پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔جسکو پاکستان ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہے۔

معاہدہ استنبول:

21جولائی 1964ء کو پاکستان، ایران اور ترکی میں معاہدہ استنبول ہوا۔اس معاہدے کی روسے تینوں ممالک کے درمیان تعلیمی، ثقافتی، فنی اور اقتصادی شعبوں میں تعاون روز بروز بڑھتا گیا۔

ایران کا اسلامی انقلاب:

www.pkplanet.com

پاکستان نے 1979ء میں ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد ایران کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ایران میں اسلامی حکومت سے نہ صرف دوستانہ تعلقات رکھے بلکہ ہر میدان میں تعاون کو مزید وسعت دی۔ دونوں ممالک کے وفود نے دورے کر کے تجارت کو فروغ دیا۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم:

1985ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کے ساتھ مل کر آر۔ سی۔ڈی کی تنظیم نو کی اور اسکا نیا نام اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) رکھا جو تینوں ممالک کے مابین اقتصادی، صنعتی، تجارتی، تعلیمی اور ثقافتی میدانوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات اُٹھا رہی ہے۔ بعد میں وسطی ایشیا کے مسلم ممالک بھی اس میں شامل ہوئے۔

صنعتی و فنی فروغ:

پاکستان اور ایران کے چیمبر ز آف کامرس کے وفود نے ایک دوسرے کے ممالک کا دورہ کیا اور معاشی ترقی کے لیے باہمی تعاون کی پیشکش کی۔2000ء میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے ایران کا دورہ کیا اور ایران سے بھارت گیس پائپ لائن کے پروگرام میں بھرپور تعاون کی یقین دہائی کرائی۔

سوال 7: پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات پر نوٹ لکھیں۔

جواب:

افغانستان پاکستان کا ایک قریبی ہمسایہ مسلم ملک ہے دونوں ممالک کے درمیان اسلام کا مضبوط رشتہ قائم ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان موجود سرحد کو ڈیونڈر لائن کہا جاتا ہے جس کی لمبائی 2252 کلو میٹر ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان صدیوں سے روابط موجود ہیں۔ رابطہ کے لیے پہاڑی درے جن میں درّہ خیبر اور درّہ لواری نمایاں حیثیت کے حامل ہیں اگرچہ افغانستان برادر اسلامی ملک ہے مگر افغان حکمرانوں کی سرد مہری کے باعث پاکستان کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ کمی رہی ہے۔افغانستان میں طالبان کی حکومت اور اب موجودہ حکومت کے ساتھ پاکستان کے تعلقات پہلے سے بہت بہتر ہیں۔

افغانستان اور پاکستان کے درمیان رشتہ اسلام:

پاکستان اور افغانستان کے درمیان صدیوں پرانا رشتہ اسلام موجود ہے۔ یہ رشتہ تاریخی جغرافیائی اور اقتصادی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے پچاس سالوں میں حکومت افغان کے معاندانہ رویّے کے باوجود حکومت پاکستان اور پاکستان عوام کی شدید خواہش رہی ہے کہ ایران کی طرح اس کے افغانستان کے ساتھ تعلقات خوشگوار ہیں۔

www.pkplanet.com

پاک افغان سرحد:

افغانستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ 1893ء میں کئی جنگوں کے بعد افغانوں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدے کی بنیاد پر ہندوستان اور افغانستان کے درمیان ایک سرحد کا یقین کر دیا گیا جسے ڈیونڈر لائن کہا جاتا ہے قیام پاکستان کے بعد افغانستان کی حکومت نے بھارت کی شہہ پر اس سرحد پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا اور سرحدی صوبے کے بعض علاقوں پر اپنا حق بتانا شروع کر دیا۔ پاکستان نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا جس سے تعلقات میں اُتار چڑھاؤ کا آغاز ہو گیا۔

پختونستان کا مسئلہ:

افغانستان وہ واحد مسلم ملک ہے جس نے 1948ء میں پاکستان کی اقوام متحدہ میں رُکنیت کی مخالفت کی تھی۔ بھارت کی ایما پر اُس نے پشتو بولنے والے علاقوں پر اپنا حق بھی جتلا دیا کہ انہیں پاکستان کی بجائے افغانستان میں شامل ہونا چاہیے۔ ناکامی کی صورت پر قوم پرست افغانوں کو پختونستان کے نام پر علیٰحدگی کی تحریک چلانے کے لیے اُکسایا۔ اس کے جواب میں حکومت پاکستان کے تحمل رواداری اور بہتر تعلقات کی خاطر ان باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دی۔

کشیدہ تعلقات:

ناخوشگوار تعلقات کی ابتداء اس وقت ہوئی جب افغان حکومت نے 1954ء میں ڈیونڈر لائن کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ سرحدی علاقوں پر حملے، 1955ء میں پاکستان کے سفارتخانے پر پاکستانی پرچم کی توہین اور 1960-61ء میں پاکستانی علاقوں پر منظم حملے کیے جن میں افغانستان کو ناکامی کا سامنا ہوا، کشیدہ تعلقات کی بڑی وجہ ہیں۔

1969ء میں افغان وزیر خارجہ محمد نعیم کے پاکستان کے دورہ کے بعد پختونستان کا مسئلہ کافی حد تک کم ہو گیا۔

1970ء کے ابتدائی سالوں میں دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر ہوئے 1973ء میں سردار داؤد کی حکومت نے پاکستان کے خلاف معاندانہ رویہّ اختیار کیا مگر بعد ازاں تعلقات بہتر بنانے کا اعلان کیا۔

1970ء پاکستان کے وزیر اعظم اور افغانستان کے صدر نے باہمی طور پر خیر سگالی دورے کیے اور دونوں ملکوں میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت دونوں ملکوں نے علاقائی سالمیت اور عدم مداخلت کی پالیسی کا عہدہ کیا۔

روس کی فوجی مداخلت:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اپریل 1998ء میں افغانستان میں ایک اور فوجی انقلاب برپا ہوا اور تلخی پیدا ہو گئی۔ افغانستان کی نئی حکومت نے مخالفین کو کچلنے کیلئے روسی افواج کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے 30 لاکھ سے زیادہ افغان باشندے اپنا گھر چھوڑ کر پناہ حاصل کرنے کیلئے پاکستان میں داخل ہوئے۔ حکومتِ پاکستان نے انسانی اور اسلامی جذبے کے تحت انہیں پناہ دی۔

روسی افواج کی واپسی:

افغان عوام نے روسی فوجوں کو اپنے ملک سے باہر نکالنے کے لیے جہاد کا آغاز کیا تو پاکستان نے بھی ان کی حمایت کی۔ دوسری طرف اس مسئلہ کا سفارتی حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔

1998ء میں اقوام متحدہ کے زیرِ نگرانی روس پاکستان اور افغانستان کی حکومت کے درمیان معاہدہ جنیوا ہوا جس کی رو سے روس 1989ء میں اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلالیں۔

طالبان کی حکومت:

اپریل 1992ء میں افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہو گئی۔ جس کو حکومت پاکستان نے فوری طور پر تسلیم کر لیا۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد مجاہدین کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ایک نئی صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ مجاہدین کے ایک گروپ ''طالبان'' نے افغانستان کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر کے افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کر دی۔ پاکستان نے اسے تسلیم کیا۔

مشترکہ کمیشن کا قیام:

مئی 2000ء میں پاکستان اور افغانستان نے ایک مشترکہ کمیشن قائم کیا۔ جس کا کام دونوں ممالک کی سرحد کے آر پار سمگلنگ کو روکنا اور افغان مہاجرین کی واپسی تھا۔ دونوں ممالک کے باہمی جھگڑوں کا طے کرنا بھی اس کمیشن کے اختیارات میں شامل کیا گیا۔

افغانستان پر امریکہ کا حملہ:

11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے حادثے کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت ختم کر دی گئی اور وہاں نئی حکومت قائم ہو گئی۔ حکومت پاکستان نے بھی نئی حکومت کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا اور افغانستان کی تعمیر نو کے لیے مالی امداد بھی دی اور مزید امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

نئی جمہوری حکومت کا قیام اور پاکستان سے تعلقات:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2003ء میں پاکستان میں نئی جمہوری حکومت قائم ہونے کے بعد پاکستان کے وزیر اعظم اور افغانستان کے صدر کے درمیان گیس پائپ لائن کا مسئلہ طے پایا اور معاہدہ ہو گیا کہ دونوں ممالک اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے مدد کریں گے۔

2004ء میں جناب حامد کرزئی کے افغانستان کا جمہوری صدر منتخب ہونے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات کے نئے دور کی توقع کی جارہی ہے۔

سوال 8: پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کو واضح کیجیے۔

جواب: پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی تعلقات خصوصی بنیادوں پر قائم ہیں کیونکر سعودی عرب میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں اور ہر سال ہزاروں پاکستانی فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں مزید یہ کہ دونوں ممالک کی خارجہ پالیسی میں اتحاد عالم اسلام کے اصول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

قیام پاکستان اور سعودی عرب:

قیام پاکستان سے پہلے سعودی عرب نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی اور قیام پاکستان کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ 1951ء میں پہلا معاہدہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان ہوا جس سے دونوں ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔

مالی امداد:

سعودی عرب نے پاکستان میں سیمنٹ و دیگر فیکٹریاں لگانے کے لیے ایک ارب روپے کی امداد فراہم کی۔ دفاعی میدان میں سعودی عرب کے ساتھ پاکستان نے تعاون کیا اور سعودی عرب کی فوج کو جدید خطوط پر منظم کرنے کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ شاہ فیصل نے اسلام آباد میں فیصل مسجد اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی تعمیر کے لیے خطیر رقم دی۔

1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں مدد:

1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں سعودی عرب نے پاکستان کے مو□ ٔ قف کی بھرپور حمایت کی اور معاشی امداد بھی فراہم کی۔ مسئلہ کشمیر پر سعودی عرب کی حکومت نے پاکستان کا ساتھ دیا۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔

مسئلہ افغانستان اور امریکہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

افغانستان کے مسئلہ پر بھی سعودی عرب نے پاکستان کے مو□ ن قف کی تائید کی۔ 1991ء کے مشرقِ وسطیٰ کے انتشار میں پاکستان نے نہ صرف سعودی عرب کے مو□ ن قف کی تائید کی بلکہ مدد بھی فراہم کی۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔ سعودی عرب کی مقدس زمین کے تحفظ کے لیے پاک فوج کے دستے بھیجے گئے۔

معاشی امداد:

1998ء پاک سعودی اکنامک کمیشن ریاض قائم کیا گیا۔ جس نے پاکستان میں 155 منصوبوں پر کام کرنا شروع کر دیا اور ان کی تکمیل کے لیے معاشی امداد مہیا کی۔

دوطرفہ دوستی:

1999ء پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ دوطرفہ دوستی کے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ اسی طرح 2003ء میں پاکستان کے نئے وزیرِ اعظم نے بھی سعودی عرب کا سرکاری دورہ کیا اور کئی معاہدوں کے ذریعے دوستی کو مزید مضبوط بنایا۔

مسئلہ کشمیر:

15 اکتوبر 1965ء کو سعودی عرب کے وفد نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کی۔ اس وفد کی قیادت قائد عمر سکاف کر رہے تھے۔ سعودی وفد نے مسئلہ کشمیر پر پاکستانی مو□ ن قف کی پُرزور حمایت کی۔ اس موقع پر اُنہوں نے کہا کہ کشمیر کے باشندوں کو زیادہ دیر تک محکوم نہیں رکھا جا سکتا اگر بھارت عربوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات چاہتا ہے تو وہ کشمیریوں کو جلد از جلد حق خود ارادیت دینے کا اہتمام کرے۔

روحانی وابستگی:

پاکستان کی عوام سعودی عرب سے روحانی وابستگی رکھتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے مقدس شہر سعودی کے علاقے حجاز واقع ہیں۔ تمام مسلمان اس سرزمین میں بے پناہ قیادت رکھتے ہیں۔ پاکستان حکمران اور لاکھوں مسلمان ہر سال جاتے ہیں اور اسلام کے دوسرے حکمرانوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ عالم اسلام کے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

(اقبال)

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

خلیجی جنگ:

خلیجی جنگ فروری 1991ء میں پاکستان نے کویت پر عراق کے قبضے کی شدید مذمّت کی اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لیے اپنی فوجیں سعودی عرب روانہ کیں۔

المختصر پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات ہمیشہ مثالی ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ دونوں ملک اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں۔ پاکستان اور سعودی عرب کے باشندے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہیں یہی وجہ ہے دونوں قوموں کو بندھن میں بندھنے والی اسلام کی رسّی بہت مضبوط ہے۔

تو عرب ہو یا عجم ہو، پڑھ لا الہ الا اللہ
لخت غریب، جب ترا دل نہ دے گواہی

(اقبال)

سوال: پاکستان اور عراق کے تعلقات پر نوٹ لکھیں

پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں نے عراق کو اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو برصغیر میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے اس کی شدید مخالفت کی اور ایک قرارداد پاس کی جس میں کہا گیا کہ عراق چونکہ جزیرۃ العرب کا ایک حصہ ہے اس لیے اسے غیر مسلم حکومت کے حوالے نہ کیا جائے۔ لیکن مئی 1941ء میں برطانوی فوجوں نے عراق پر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

قبضہ کرلیااور ایک کٹھ پتلی مقامی راہنما فیصل بن حسین نے شریف مکہ کی مدد سے عراق پر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی حکومت کے اس اقدام پر برصغیر کے مسلمانوں کو گہرا دکھ ہوا۔

1۔ مذہبی اور تاریخی رشتے:

دونوں ملکوں کے عوام اسلام کے مضبوط رشتے میں بندھے ہوئے ہیں نیز عراق میں پائی جانے والی زیارت گاہوں کی وجہ سے پاکستان کے عوام عراق سے بہت محبت کرتے ہیں۔ کربلائے معلیٰ اور روضہ امام کاظم جیسے اہم مذہبی مقامات اور زیارات ہیں فرقہ جعفریہ کے پیروکاوں کے لیے ان مقامات مقدسہ میں بڑی کشش ہے پاکستان سے ہر سال ہزاروں زائرین ان مقامات کی زیارت کے لیے عراق جاتے ہیں۔

2۔ تجارتی اور ثقافتی تعاون:

1950ء میں عراق اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات کا آغاز ہوا۔ 1951ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک ثقافتی معاہدہ بھی ہوا پاکستان کی افرادی قوت نے عراق کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی تعمیراتی کمپنی نیشنل کنسٹرکشن کمپنی آف پاکستان نے عراق کے متعدد صنعتی اور زرعی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

3۔ دفاعی معاہدے:

فروری 1955ء میں ترکی، عراق اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس میں بغداد پیکٹ یا معاہدہ بغداد کا نام دیا گیا یہ ایک قسم کا دفاعی معاہدہ تھا۔ بعدازاں برطانیہ اور ایران بھی اس میں شامل ہوگئے۔ اس معاہدے سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات مضبوط ہوگئے۔ 1958ء میں عراق میں فوجی انقلاب کے بعد نئی قیادت جنرل عبدالکریم قاسم نے اس معاہدے سے علیحدگی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔ جنرل عبدالکریم پاکستان سے تعلقات قائم کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ عراق کا جھکاؤ زیادہ تر روس کی طرف تھا لہٰذا ان کے دور میں پاکستان اور عراق کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ عبدالکریم قاسم کے بعد عبدالسلام عارف کے دور میں پاکستان اور عراق کے تعلقات میں بہتری پیدا ہوگئی۔

4۔ پاک بھارت جنگوں میں عراق کا کردار:

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں عراق نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور تنازعہ کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کے موقف کی حمایت کی۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل عراق کے روس کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

دونوں ملکوں کے تعلقات پھر کشیدہ ہو گئے۔ جس کی وجہ سے 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں عراق نے بھارت کا ساتھ دیا اور روس کے ایماء پر 8 جولائی 1972ء کو بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔

5۔ عرب اسرائیل جنگ میں پاکستان کا کردار:

1967ء میں عرب اور اسرائیل کے درمیان جنگ شروع ہو گئی عربوں سے قریبی تعلقات اور اسلامی بھائی چارے کی بنا پر عربوں کی شکست پر پاکستانی عوام کو دلی صدمہ ہوا۔ پاکستان کے اس برادرانہ رویے پر عراق نے پاکستان کو اپنا بھائی قرار دیا اور دونوں ملکوں کے مابین انتہائی خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے۔

6۔ عراقی سفارت خانے سے روسی اسلحہ کی برآمدگی:

1973ء میں اسلام آباد میں عراقی سفارت خانے سے بڑی مقدار میں روسی اسلحہ برآمد ہوا۔ حکومت پاکستان نے اسلحہ کی برآمدگی پر عراق سے شدید احتجاج کیا۔ دونوں ممالک نے اپنے اپنے سفیر واپس بلا لیے بعد ازاں عراق کی معذرت پر دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات پھر سے بحال ہو گئے۔

7۔ عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر حملہ:

1981ء میں اسرائیل نے امریکہ کی شہ پر عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر بمباری کر کے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ اس موقع پر پاکستانی عوام نے اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کی۔ ان کا خیال تھا کہ عراق ہی اسرائیل کے لیے خطرہ بن سکتا ہے حکومت پاکستان نے اس مسئلے کو اقوام متحدہ کے اجلاس میں پیش کرنے کی بھی درخواست کی۔

8۔ عراق ایران جنگ:

1979ء ایران میں اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے عراق نے شط العرب کو اپنا علاقہ قرار دے کر ایران پر حملہ کر دیا۔ دو اسلامی ملکوں کے درمیان خون خرابہ پاکستان کے لے بڑے دکھ کی بات تھی پاکستان نے اسلامی امن کمیٹی کے ایک فعال رکن کی حیثیت سے دونوں ممالک کے درمیان جنگ بندی کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ صدر ضیاء الحق نے اس سلسلے میں کئی بار عراق اور ایران کا دورہ کیا بالآخر پاکستان کی کوششیں رنگ لائیں اور 1988ء میں عراق اور ایران جنگ اختتام کو پہنچی۔

9۔ عراق کویت جنگ:

عراق نے 1990ء میں فوجی کاروائی کر کے چند گھنٹوں میں پورے کویت پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے عراقی جارحیت کی شدید مذمت کی۔ 1991ء میں سلامتی کونسل نے عراق کو کویت خالی کرنے کا حکم دیا لیکن عراق نے اس حکم

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر عراق کے خلاف فوجی کاروائی کی گئی جس میں تقریباً بیس ممالک نے حصہ لیا۔
پاکستان نے سعودی عرب کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے فوج روانہ کی بالآخر متحدہ کوششوں سے مارچ 1991ء میں عراق سے کویت خالی کرالیا گیا۔

10۔ عراق پر امریکی حملہ اور صدام حکومت کا خاتمہ:

1991ء کے بعد اتحادی فوجیں مستقل طور پر عرب علاقوں میں مقیم ہیں۔ عراق پر اقتصادی پابندیاں لگائی گئیں اسے صرف اتنا تیل برآمد کرنے کی اجازت تھی جس سے وہ ضروریات پوری کر سکے۔ اس کے باوجود یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ عراق بڑے پیمانے پر مہلک اور تباہی پھیلانے والے ہتھیار بن رہا ہے۔ ان ہتھیاروں کی تلاش کے لیے معائنہ کاروں کی ٹیمیں وقتاً فوقتاً عراق پہنچتی رہیں لیکن انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر عراق کو اپنے میزائل تباہ کرنے کا حکم دیا جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ اب عراق میں مزاحمت کی سکت باقی نہیں رہی تو امریکہ اور برطانیہ کی فوجوں نے 2003ء میں عراق پر حملہ کر کے صدام حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اب عراقی عوام غیر معمولی جرات کے ساتھ اتحادی فوجوں کے انخلاء کے لیے مصروف پیکار ہیں۔

پاکستان عوام عراق پر امریکی جارحیت کے سخت خلاف ہیں۔ حکومت پاکستان نے امریکی خواہش کے برعکس عراق میں اپنی فوجیں بھیجنے سے انکار کر دیا۔ عراق میں پر تشدد واقعات اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام پر پاکستانیوں کے دل بے چین ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اتحادی فوجیں سرزمین عراق سے نکل جائیں اور عراق کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔

سوال: پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے تعلقات پر نوٹ لکھیں

جواب:

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ یہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہے کہ اسلامی ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کے ے جائے ں۔ پاکستان اتحاد عالم اسلام کا خواہاں بھی ہے۔ اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا مختصر جائزہ درج ذے ل ہے۔

پاکستان اور مصر

مصر قدیم انسانی تہذیب کا گہوارہ ہے قاہرہ اس کا دار لحکومت ہے مسلم ممالک میں مصر کو نمایاں حیثیت حاصل ہے پاکستان اور مصر کے ابتدائی تعلقات مختلف شکوک وشبہاب کا شکار رہے جس کی وجہ سے ماضی میں دونوں ملکوں کے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

درمیان تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہ رہے۔ لیکن پاکستان نے عالم اسلام سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول بنا رکھا اس لیے پاکستان مصر سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی مسلسل کوششیں کرتا رہا ہے۔

-1 قیادت کی رقابت:

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مصر کو اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک سمجھا جانے لگا۔ پاکستان بننے کے بعد جب پاکستان کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا اعزاز حاصل ہوا تو مصر کے قائدین نے رقابت محسوس کی۔ اور پاکستان کو اپنا حریف سمجھنے لگے۔

2۔ پاکستان کی سیٹو سینٹو میں شرکت:

پاکستان اور مصر کے درمیان غلط فہمیوں کا آغاز اس وقت ہوا جب پاکستان نے سینٹو اور سیٹو جیسے دفاعی معاہدوں میں شرکت کی۔ سیٹو اور سینٹو میں شرکت کے بعد پاکستان مکمل طور پر مغربی بلاک میں شامل ہو گیا۔ اس سے پاکستان کی غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی کا تصور مجروح ہوا دوسری طرف مصر کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ پاکستان امریکی مفادات کے لیے عرب ممالک کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

3۔ مصر کے بھارت سے تعلقات:

پاکستان اور مصر کے مابین سرد مہری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پنڈت نہرو نے صدر جمال عبدلناصر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ صدر ناصر مغربی بلاک کے معاہدوں کی وجہ سے پاکستان کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لیے ان کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہو گیا۔ صدر ناصر عرب دنیا کی قیادت کا مرکز قاہرہ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور بھارت جنوب مشرقی ایشیا کی قیادت کو اپنا حق سمجھتا تھا دونوں ممالک نے اس مقصد کے حصول کے لے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

4۔ نہر سویز کا مسئلہ:

مصر اور پاکستان کے تعلقات کو اس وقت زبردست دھچکا لگا جب 1956ء میں مصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لے لیا۔ رد عمل کے طور پر فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے مصر کے خلاف فوجی کاروائی کی پاکستانی عوام نے فرانس، برطانیہ اور اسرائیل کی جارحیت کی شدید مذمت کی اور جگہ جگہ جلوس نکال کر مصر کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا جبکہ حکومت پاکستان نے امریکہ کے زیر اثر اس حساس معاملے پر مصر کی کھل کر حمایت نہ کی جس سے مصری عوام کو شدید رنج ہوا۔

5۔ پاک بھارت جنگوں میں مصر کی سرد مہری:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو پورے عالم اسلام نے پاکستان کی کھل کر حمایت کی لیکن صدر ناصر نے بھات کے موقف کی تائید کی اقوام متحدہ یں کشمیری عوام کو حق خودارادیت دینے کے مسئلے پر بیشتر اسلامی ممالک نے پاکستان کا ساتھ دیا لیکن مصر نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس وجہ سے بھی دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔

6۔ سربراہان کے سرکاری دورے:

1959ء میں پاکستان کے صدر محمد ایوب خان نے مصر کا دورہ کیا 1960ء میں صدر جمال عبدالناصر پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو پاکستانی عوام نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ انہوں نے مسئلہ سویز پر مصر کی حمایت کرنے پر پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح باہمی گفت شنید سے دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیاں کم ہونا شروع ہو گئیں۔ اور سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی میدان میں دونوں ملکوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ 1971ء میں جب پاکستان کو بھارتی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تو مصر نے پاکستان کی مکمل اخلاقی اور مادی مدد کی۔

7۔ عرب اسرائیل جنگ:

1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب عربوں کو اسرائیل کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو صدر ناصر کی قیادت کو زبردست دھچکا لگا۔ اس شکست کے بعد صدر ناصر ''عالم اسلام کے اتحاد □©'' کے قائل ہو گئے۔ بعدازاں انہوں نے 1969ء میں اسلامی کانفرنس کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر ملت اسلامیہ کے مفاد کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔

8۔ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور:

1970ء میں صدر ناصر کے انتقال کے بعد انور سادات مصر کے سربراہ بنے انہوں نے بھی پاکستان کے ساتھ تعلقات کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد مسلم امہ کو درپیش مسائل پر غور و فکر کرنے کے لیے 1974ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا اجلاس بلایا گیا۔ پاکستان اس کانفرنس کا میزبان تھا۔ کانفرنس میں انور سادات نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں شرکت سے مصر اور پاکستان کے درمیان تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

9۔ کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں روس نے کھل کر مصر کی حمایت نہیں کی اور بالواسطہ اسرائیل کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی۔ صدر ناصر کے انتقال کے بعد جب انور سادات بر سر اقتدار آئے تو انہوں نے مصر میں روس کے اثر ورسوخ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اس پر روس نے مصر کو جدید اسلحہ کی ترسیل روک دی ان حالات میں مصر کو اپنی ضرورت کا اسلحہ فرانس سے خریدنا پڑا۔ 1973ء میں مصر نے امریکہ کے تعاون سے اسرائیل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جسے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کا نام دیا گیا۔ اس سمجھوتے کے تحت مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل سے تیس سال جنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ عرب ممالک نے مصر کے اس اقدام پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اسے اسلامی کانفرنس سے نکال دیا، بہت سے عرب ممالک نے مصر کے ساتھ تعلقات منقطع کر لیے۔

10۔ اسلامی کانفرنس میں مصر کی واپسی میں پاکستان کا کردار:

پاکستان نے ہمیشہ عالم اسلام کے اتحاد کو مقدم رکھا۔ اسی لیے پاکستان نے اسلامی کانفرنس میں مصر کی واپسی کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ 1984ء میں اسلامی کانفرنس کا اجلاس کاسابلانکا میں منعقد ہوا تو صدر پاکستان محمد ضیاء الحق نے اپنے تاریخی خطاب میں مصر کی واپسی کی پر زور تائید کی اور یوں پاکستان کی تجویز پر مصر دوبارہ اسلامی کانفرنس کا رکن بن گیا۔ مصر نے اس سلسلے میں پاکستان کی پر خلوص کوشش کو سراہا اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات مزید خوشگوار ہو گئے۔

پاکستان کے فراخدالانہ رویے کے باعث دونوں ممالک کے درمیان غلط فہمیاں دور ہو چکی ہیں۔ دوستی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے آج دونوں ملک نہ صرف باہمی امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے مفادات کے لیے بھی سر گرم عمل ہیں۔

پاکستان اور متحدہ عرب امارات

متحدہ عرب امارات سات خلیجی ریاستوں پر مشتمل وفاق کا نام ہے۔ یہ ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہونے کی وجہ سے انتہائی خوش حال ہیں۔

1۔ سربراہوں کے دورے:

متحدہ عرب امارات کے ساتھ پاکستان کے خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ 1972ء میں صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور پھر 1974 میں وفاق کے صدر شیخ زین بن سلطان النہیان پاکستان کے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

دورے پر تشریف لائے۔ پاکستانی عوام نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ شیخ زید بن سلطان پاکستان سے گہری محبت رکھتے تھے۔ وہ کئی بار پاکستان کے سرکاری اور نجی دوروں پر تشریف لائے۔

2۔اقتصادی امداد:

خلیجی ریاستوں کا پاکستان کے ساتھ تجارتی، صنعتی اور دفاعی شعبوں ہیں قریبی رابطہ ہے کئی عرب امارتیں پاکستان کے مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کررہی ہیں۔ ملتان میں پاک عرب فرٹیلائزرز کے نام سے کارخانہ لگایا گیا ہے جس کے لیے سرمایہ امارات نے فراہم کیا، لاہور میں شیخ زید ہسپتال تعمیر کیا گیا ہے۔ رحیم یار خاں میں بھی مریضوں کو علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لیے جدید طرز کا ہسپتال بنایا گیا ہے۔ بہاولپور میں پولٹری اور ڈیری فارم کی صنعت امارات کے تعاون سے ترقی کررہی ہے۔

3۔پاک بھارت جنگیں اور عرب امارات:

خلیجی ریاستوں نے پاک بھارت جنگوں میں پاکستان کے موقف کی بھرپور حمایت کی اور پاکستان کی اخلاقی اور مالی امداد بھی کی۔ جنگ کے دوران امارات نے پاکستان کو کم داموں پر تیل فراہم کیا۔

4۔افرادی قوت اور متحدہ عرب امارات:

خلیجی ریاستوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا خصوصی پہلو یہ بھی ہے کہ پاکستانی کارکنوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان ریاستوں میں کام کررہی ہے۔ پاکستان کے ڈاکٹرز، انجینئرز، تاجر اور دوسرے ملازمین بھی ان ریاستوں کی تعمیر و ترقی میں مصروف عمل ہیں۔ جس سے ہمارے ان ملکوں سے دوستانہ تعلقات اور مستحکم ہورہے ہیں۔

پاکستان اور فلسطین

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کیا اور فلسطین کو جس میں یہودیوں کی آبادی صرف پانچ فیصد تھی یہودی مملکت بنانے کی سازش کی۔ جنگ کے بعد جب فلسطین کو برطانیہ کے زیر نگرانی دے دیا گیا تو دنیا بھر سے یہودی آہستہ آہستہ فلسطین میں داخل ہونا شروع ہوگئے۔ انگریز حکومت نے مقامی آبادی کے عرب مسلمانوں پر ظلم و جور کے دروازے کھول دیئے۔ عربوں کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لیے ان پر بھاری ٹیکس عائد کیے۔ ان کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کر کے یہودی نوآبادکاروں کے ہاتھ فروخت کردیں۔ ان اقدامات سے یہودیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور فلسطین میں یہودیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1۔ فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کی آبادکاری:

1939 میں فلسطین میں یہودےوں کی تعداد ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب جرمنی کے صدر ہٹلر نے اس سازشی قوم پر عرصہ حیات تنگ کیا تو جرمن یہودیوں نے فلسطین کا رخ کیا اور عربوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی یہودیوں نے امریکہ اور برطانیہ کی شہ پر فلسطین میں عربوں کا قتل عام شروع کیا تو لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی عرب ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔

2۔ مسئلہ فلسطین اور قوام متحدہ:

دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کیا گیا امریکہ، روس اور برطانیہ کی سازش سے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس فیصلے کے مطابق فلسطین کا 55 فیصد رقبہ یہودیوں کی تحویل میں دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہودی اس تقسیم سے مطمئن نہ تھے۔ انہوں نے وسیع پیمانے پر عربوں کا قتل عام شروع کر دیا جس پر یہ مسئلہ دوبارہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا ابھی اس مسئلے پر جنرل اسمبلی میں بحث ہو رہی تھی کہ 17 مئی 1948ء کو اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا گیا اور چھ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ظلم و تشدد سے ترک وطن پر مجبور کر دیا گیا۔

3۔ قیام پاکستان اور مسئلہ فلسطین:

قیام پاکستان کے بعد پاکستان نے تقسیم فلسطین کے منصوبے کی زبردست مخالفت کی اور فلسطین میں یہودیوں کی قومی ریاست کی تشکیل کو جارحیت قرار دیا۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے فلسطین کے عوام کی حمایت کا اعلان کیا۔ پاکستان نے اسرائیل کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ پاکستان کی خارجہ پالیس کے بنیادی مقاصد میں مسئلہ فلسطین کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ فلسطین سے یہودیوں کے اخراج اور وہاں عربوں کی آزاد ریاست کے قیام کے لیے پاکستان اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے۔

4۔ عرب اسرائیل جنگیں اور پاکستان:

مغربی ممالک نے جب اپنی مصلحتوں کی خاطر عرب دنیا کے سینے پر یہودی ریاست قائم کر دی تو عربوں نے س کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ اور 1948ء میں عرب ممالک کی متحدہ لیگ نے اسرائیل کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن باہمی انفاقی وانتشار کی وجہ سے عربوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسرائیل نے فلسطین کے نصف سے زیادہ حصے پر قبضہ کر لیا۔ جنگ کے دوران لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی عرب نقل مکانی کر کے دوسرے ملکوں میں داخل ہونے لگے جس سے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

فلسطینی مہاجرین کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔ پاکستان نے فلسطینی مہاجرین کی ہر ممکن مدد کی اور شدید مالی مشکلات کے باوجود یو۔ این۔ او کے مہاجرین فنڈ میں خطیر رقم بطور چندہ جمع کروائی۔ 1956ء اور 1967ء میں اسرائیل اور عربوں کے درمیان جنگیں ہوئیں ان جنگوں کا سب سے زیادہ المناک پہلو یہ تھا کہ قبلہ اول بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔ جن کا پاکستانی عوام اور حکومت کو شدید رنج ہوا۔ پاکستان نے اس جارحانہ حملے کی شدید مذمت کی اور جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں عربوں کے موقف کی کھل کر حمایت کی۔

5۔ مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی:

1969ء میں جب یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کی مذموم حرکت کی تو مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لیے رباط میں مسلمان سربراہوں کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی۔ پاکستان نے اس کانفرنس میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے واقعہ پر اسرائیل کی شدید مذمت کی اور اسرائیل پر زور دیا کہ وہ بیت المقدس کی واپسی کے لیے فوری اقدامات کرے 1969ء کے بعد مسئلہ فلسطین عربوں کی بجائے سارے عالم اسلام کا مسئلہ بن گیا۔

6۔ کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ:

1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مصر نے چند کامیابیاں حاصل کیں اور اسرائیل کی دفاعی لائن کو توڑ دوڑالا۔ روس نے مصر کی اس کامیابی کو پسند نہ کیا اور مصر کو جدید اسلحہ کی ترسیل روک دی۔ 1979ء میں مصر کے صدر انور سادات نے ماریکہ کے تعاون سے اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ جسے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کا نام دیا گیا۔ اس سمجھوتے کے تحت مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسے نہر سویز اسعمال کرنے کی اجازت دے دی اسرائیل نے مصری علاقے خالی کر دیے عرب ممالک نے مصر کے اس اقدام پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اسے اسلامی کانفرنس سے نکال دیا۔ 1984ء کی اسلامی کانفرنس کے موقع پر مصر دوبارہ اسلامی کانفرنس کا رکن بن گیا۔ 1985ء میں اسرائیلی طیاروں نے تیونس میں تنظیم آزادی فلسطین کے مرکزی دفتر پر حملہ کر کے اسے تباہ کرنے کی کوشش کی فلسطینی راہنما یاسر عرفات بال بال بچ گئے تاہم فلسطینیوں کو بڑا جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ پاکستان نے عرب علاقوں پر اسرائیلی طایروں کی بلاجواز بمباری کی شدید مذمت کی۔

7۔ تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیل کے مابین معاہدہ:

1994ء میں تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیل کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے یاسر عرفات نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل نے غزہ کی پٹی اور اریحا کے علاقے فلسطے نے وں کی تحویل میں دے دیئے جن کا سربراہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

یاسر عرفات کو تسلیم کرلیا گیا۔اس طرح یاسر عرفات کا مرکزی دفتر بیروت سے فلسطین منتقل ہو گیا۔ عربوں کی اکثریت نے اس معاہدے کو یہودیوں کی سازش قرار دے کر اسے تسلیم کرنے انکار کر دیا۔ وہ بدستور قبلہ اول بیت المقدس کی بازیابی اور فلسطینیوں کی آزاد ریاست کے قیام کے لے بڑی گرمجوشی سے مصرف عمل ہیں۔

11۔ محمود عباس اور انتخابات میں حماس کی کامیابی:

نومبر 2004ء میں یاسر عرفات کے انتقال کے بعد الفتح پارٹی کے لیڈر محمود عباس برسراقتدار آئے۔ اسرائیل کے ظلم و بربریت کے باوجود حماس نے جنگ بندی کی تجویز قبول کی ور فلسطین اتھارٹی کے انتخابات میں حصہ بھی لیا تاکہ سیاسی عمل کے ذریعے اگر مسئلہ فلسطین کا کوئی آبرومندانہ حل نکل سکتا ہے تو عالم برادری کو اس کا موقع فراہم کیا جائے۔ مگر اسرائیل کے ساتھ ساتھ امریکہ اور یورپ نے بھی سیاسی عمل کے نتیجے میں برسراقتدار آنے والی جماعت حماس کو قیام امن کی کوششوں میں شریک کرنے کی بجائے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ فلسطین اتھارٹی کے فنڈز روک لیے اور اقتصادی پابندیاں لگا کر اتھارٹی کا چلنا محال کر دیا۔

حاصل کلام:

پاکستان اتحاد بین المسلمین کا سب سے بڑا داعی اور علمبردار ہے اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لا کر مسلمانوں کی منتشر قوت کو یکجا کرنے میں پاکستان نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستانی قوم اسلام کے جذبہ اخوت سے سرشار مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی بے لوث امداد کرنے کو ہر دم تیار ہے۔ اسی جذبے کے تحت پاکستانی عوام نے فلسطین کے مسئلے کو ہمیشہ اپنا مسئلہ سمجھا۔ اقوام متحدہ اور اس سے باہر عربوں کی حمایت اور سرائیل کی جارحیت کی پرزور مذمت کی اور جہاں تک ممکن ہو سکا عربوں کو سیاسی، مادی اور اخلاقی امداد بھی دی۔

پاکستان اور لیبیا

ابتداء میں لیبا خلافت عثمانیہ میں شامل تھا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد لیبیا کئی سال تک اٹلی اور فرانس کے زیر تسلط رہا۔ پاکستان نے افریقہ کے دوسرے ممالک سے مل کر لیبیا کی تحریک آزادی جسے سنوسی تحریک کہا جاتا ہے کی کھل کر حمایت کی بالآخر 24 دسمبر 1951ء کو لیبیا کو آزادی دے دی گئی اور سنوسی تحریک کے قائد کو لیبیا کا حکمران بنا دیا گیا۔ 1969ء میں کرنل معمر قذافی نے شاہ ادریس کا تختہ الٹ کر اقتدار پر خود قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے چونکہ لیبیا کی تحریک آزادی کی حمایت کی تھی اس لیے لیبیا کے عوام پاکستان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کرنل قذافی بر سر اقتدار آئے تو پاکستان اور لیبیا کے مابین تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا کرنل قذافی نے مسلم بلاک کے قیام کے لیے پاکستان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ فلسطین کے مسئلے پر پاکستان اور لیبیا کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ لیبیا نے بھی مسئلہ کشمیر پر ہمیشہ پاکستان کے موقف کی حمایت کی۔ کرنل معمر قذافی فروری 1974ء میں دوسری اسلامی کانفرنس کے موقع پر لاہور تشریف لائے تو اہل پاکستان نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ آپ نے قذافی سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''پاکستان کا دشمن لیبیا کا دشمن ہے لیبیا کی فوج پاکستان کی فوج ہے اور لیبیا کے وسائل پاکستان کے وسائل ہیں۔''

پاکستان کے عوام کرنل قذافی کو ''انقلابی مجاہد'' کا نام دیتے ہیں پاکستان سے ان کی عقیدت کے باعث حکومت پاکستان نے لاہور کرکٹ سٹیڈیم کا نام قذافی سٹیڈیم رکھ دیا۔ لیبیا نے سوات کے زلزلہ زدگان کے لیے 16 کروڑ روپے کی خطیر رقم بطور امداد دی۔ پاکستان کے بہت سے صنعتی اور زرعی منصوبوں کے لیے لیبیا نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔ 1974ء میں دونوں ممالک کے درمیان ایک مشترکہ وزارتی کمیشن قائم کیا گیا۔ دونوں ملکوں کے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے پاک لیبیا کمپنی قائم کی گئی ہے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں لیبیا نے پاکستان کی اخلاقی اور مالی امداد کی۔ امریکہ نے جب کرنل قذافی کے محل پر بلا جواز بمباری کی تو پاکستان نے امریکی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے اسے بزدلی قرار دیا دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔

پاکستان اور انڈونیشیا

آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ 17 اگست 1945ء کو انڈونیشیا نے ہالینڈ سے آزادی کا علان کر دیا لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد ہالینڈ نے اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور 1948ء میں اپنی فوجیں انڈونیشیا میں اتار دیں۔ انڈونیشیا کے مسلمان احمد سوئیکارنو کی قیادت میں ولندیزیوں (ہالینڈ) کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے انڈونیشیا کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی بھرپور حمایت کی۔ حکومت پاکستان نے بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہالینڈ کی فضائی کمپنی '' کے ایل ایم'' کا فضائی لائسنس منسوخ کر دیا اور اقوام متحدہ میں پاکستان نے ہمیشہ انڈونیشیا کی حمایت کی۔ حصول آزادی سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد پاکستانی عوام نے انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوئیکارنو کے زوال کے بعد سوہارتو برسراقتدار آئے توانہوں نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا جس سے دونوں ممالک کے درمیان دوستی زیادہ مستحکم ہوگئی۔ 1959ء میں دونوں ممالک کے درمیان تجارتی اور ثقافتی معاہدہ ہوا۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں صدر سوئیکارنو نے بھارتی جارحیت کی کھل کر مذمت کی اور پاکستان کی ہر ممکن اخلاقی اور مادی امداد کی۔ انہوں نے انڈونیشیا کی بحری فوج کی خدمات پاکستان کے سپرد کرنے کا اعلان کیا 1971ء کی جنگ میں بھی انڈونیشیا نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ کشمیر کے مسئلے پر انڈونیشیا نے پاکستان کے موقف کی تائید کی جب بھی اقوام متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ اٹھایا گیا انڈونیشیا نے اپنا ووٹ ہمیشہ پاکستان کے حق میں دیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات انتہائی خوشگوار اور مستحکم ہیں۔

پاکستان اور ملائیشیا

ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیاء میں واقع ایک اہم اسلامی ممالک ہے۔ یہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ ملائیشیا کی آزادی کی تحریک میں بھی پاکستان نے ملائی باشندوں کی حمایت کی بالآخر برطانیہ نے اس ملک سے اپنا تسلط اٹھالیا۔ 31 اگست 1957ء کو ملائیشیا آزاد ملک کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ ابتداء میں ملائیشیے اکے ساتھ پاکستان کے تعلقات زیادہ خوشگوار نہیں رہے۔ ہندو آبادی کی وجہ سے حکومت کا جھکاؤ زیادہ تر ہندوستان کی طرف تھا۔ 1965ء کی جنگ کے موقع پر اقوام متحدہ میں ملائیشیا کے نمائندہ نے جو ہندو تھا پاکستان کے خلاف تقریر کی جس کی وجہ سے پاکستان اور ملائیشیا کے تعلقات منقطع ہوگئے تاہم ملائیشیا کی معذرت پر تعلقات پھر سے بحال ہوگئے۔

1978ء میں ملائیشیا کے وزراعظم نے پاکستان کا دورہ کیا۔ 1982ء میں صدر ضیاء الحق نے ملائیشیا کا دورہ کیا۔ 1987ء میں پاکستان کے وزیراعظم محمد خان جونیجو ملائیشیا کے دورے پر گئے سربراہوں کے ان دوروں سے دونون ملکوں کے درمیان روابط بڑھے تجارتی اور ثقافتی معاہدے ہوئے۔ اسلامی رشتے میں منسلک ہونے کے باعث اب دونوں ملکوں میں خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔

پ اکستان اور تیونس، مراکش اور الجزائر

شمالی افریقہ کے مسلم ممالک میں غیر ملکی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ لیبیا کی آزادی سے ان ممالک میں حریت پسندوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ تیونس، مراکش اور الجزائر فرانس کے قبضے میں تھے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں ان ممالک کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ دیگر اسلامی ممالک نے بھی ان کے حق میں آواز بلند کی۔ 1956ء میں تیونس اور مراکش دونوں کو آزادی مل گئی۔ مگر الجزائر کو حصول آزادی کے لیے طویل جنگ لڑنا پڑی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

بالآخر خونی جدوجہد کے بعد 1964ء میں یہ ملک بھی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔اقوام متحدہ کی رکنیت کے لے بھی پاکستان نے ان ممالک کے حق میں ووٹ دیا تیونس، مراکش اور الجزائر اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں پاکستان کے ان ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات ہیں۔

پاکستان نے دوسرے مسلم ممالک کی طرح سوڈان کی تحریک آزادی میں بھی اہم کردار ادا کیا پاکستان اس آئینی کمیٹی کا رکن تھا جس نے سوڈان کی آزادی اور اقتدار کی منتقلی کو راہ ہموار کی پاکستان ارٹیریا کی تحریک آزادی کی حمایت کر رہا ہے فلپائن کے مسلمان اپنی آزادی کے لیے جو جنگ لڑ رہے ہیں پاکستان اس کی بھی حمایت کرتا ہے اور ان علاقوں کے حریت پسندوں کی اخلاقی، سیاسی اور مالی امداد فراہم کر رہا ہے۔

بنگلہ دیش

قیام پاکستان کے وقت وطن عزیز دو حصوں مغربی اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا جن کے درمیان ایک ہزار میل سے زائد بھارتی علاقہ تھا۔ 1971ء میں بھارت کی جارحیت اور چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر پاکستان کا مشرقی حصہ الگ ہو کر بنگلہ دیش کے نام سے ایک نئی اسلامی مملکت کے طور پر وجود میں آیا۔1974ء میں پاکستان میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کانفرنس میں بنگلہ دیش کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ مسلم سربراہوں نے گفت وشنید کے بعد پاکستان کو بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر رضامند کر لیا اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات کا آغاز ہوا۔

15 اگست 1975ء کو بنگلہ دیش میں فوجی انقلاب رونما ہوا جس کے نتیجے میں صدر مجیب الرحمٰن اور ان کے اہل خاندان کو قتل کر دیا گیا۔نئے صدر خوندکر مشتاق احمد نے پاکستان سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان نے خیر سگالی کے جذبات کے تحت چاول، کپڑا اور دیگر اشیاء بنگلہ دیش روانہ کیں۔ 1977ء میں جنرل ضیاء الرحمٰن بر سر اقتدار آئے تو پاکستان نے ان کی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔جنرل ضیاء الرحمٰن نے پاکستان کا سرکاری دورہ بھی کیا۔جنرل ضیاء الرحمٰن کے بعد جنرل ارشاد اور ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کے دور میں بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان تعلقات کافی مستحکم رہے ہیں۔ سارک کے ذریعے دونوں ملک مزید ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں مسئلہ کشمیر، مسئلہ افغانستان، مسئلہ فلسطین غرض ہر مسئلے پر دونوں کا موقف یکساں ہے اقوام متحدہ میں بنگلہ دیش نے ہمیشہ پاکستان کے موقف کی حمایت کی ہے۔

حاصل کلام:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

برصغیر کے مسلمانوں کے عالم اسلام سے صدیوں پرانے مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی رشتے تھے جب بھی عالم اسلام پر کبھی مصیبت کا وقت آیا برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں کے زیر تسلط ہونے کے باوجود مسلم ممالک سے تعلقات قائم کیے پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد اسلامی دنیا کو یکجا کر کے مسلم امہ کی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کو بحال کرنا ہے۔

سوال: اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) پر جامع نوٹ لکھیں۔

جواب:

21 جولائی 1964 کو استنبول میں پاکستان، ایران اور ترکی کے سربراہوں نے اقتصادی تعاون کے ایک معاہدے پر دستخط کے ی۔ تاریخ میں اس معاہدے کو علاقائی تعاون برائے ترقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس معاہدے کے نتیجے میں قائم ہونے والی تنظیم آر۔ سی۔ ڈی (RCD) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اس تنظیم کا مقصد صنعتی، ثقافتی، تعلیمی اور تکنیکی شعبے میں تعاون کو فروغ دینا تھا۔ یہ تنظیم 1979ء کے اسلامی انقلاب کے نتیجے میں غیر فعال ہوئی اور 1985ء میں اس کو دوبارہ فعال بنانے کے لیے اس کا نام علاقائی تعاون برائے ترقی (RCD) سے بدل کر اقتصادی تعاون برائے ترقی (ECO) رکھ دیا گیا۔ اس وقت سے یہ ادارہ تعاون کی راہ پر گامزن ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کے رکن ممالک:

شروع میں پاکستان، ایران اور ترکی اس کے رکن تھے۔ سووےت یونین کے ٹوٹنے کے بعد چھ وسط ایشیائی ریاستوں تاجکستان، قازقستان، ازبکستان، کرغیزستان، ترکمانستان اور آذربائیجان کے شامل ہونے سے اور افغانستان کی آزاد حکومت کی شمولیت سے اس کے اراکین کی تعداد 10 ہو گئی ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کے مقاصد:

اس تنظیم کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ باہمی تجارت کا فروغ اور مال تجارت کی آزادانہ نقل و حمل کے اقدامات کرنا۔

2۔ صنعت و تجارت کے ایوانوں میں قریبی رابطہ اور مشترکہ ایوان تجارت کا قیام۔

3۔ رکن ممالک کے درمیان ڈاک کی شرح میں کمی۔

4۔ مشترکہ مفادات کے لیے منصوبہ بندی۔

5۔ سیاحت کے فروغ کے لیے اقدامات۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

6۔رکن ممالک کے درمیان ویزا کی پابندی کا خاتمہ۔

7۔مشترکہ ہوائی اور جہاز راں کمپنیوں کا قیام۔

8۔معدنی تیل اور قدرتی گیس کی تلاش کی جدوجہد اور آئل ریفائنری کا قیام۔

9۔رکن ممالک کو زمینی مواصلات کے ذریعے آپس میں ملانا۔

10۔مشترکہ تکنیکی تربیت کے پروگرامز۔

11۔جامعات میں تاریخ، تمدن اور ثقافت کے شعبوں کا قیام۔

12۔اعلیٰ تعلیم کے لیے تعاون اور طلباء کے لیے وظائف۔

اہم ادارے:

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے اہم ادارے درج ذیل ہیں:

(i)وزارتی کونسل:

اس ادارے میں رکن ممالک کے وزرائے خارجہ شامل ہوتے ہیں۔ یہ سب سے بااختیار ادارہ ہے۔ مختلف امور سے متعلق ذیلی کمیٹےوں کا قیام اسی ادارے کی ذمہ داری ہے۔

(ii)منصوبہ بندی کونسل:

اس ادارے مے رکن ممالک کے اقتصادی امور کے ماہر اعلیٰ ترےن افسر شامل ہوتے ہیں۔ یہ علاقائی منصوبہ بندیوں اور پیداواری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔اس ادارے کی مستقل کمیٹیوں کی تعداد سات ہے۔

(iii)سیکریٹریٹ:

سیکرٹریٹ کا کام تنظیمی خدمات سرانجام دینا ہے۔اس ادارہ کا سربراہ سیکرٹری جنرل ہوتا ہے۔اس کے ماتحت ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور دوسرا عملہ ہوتا ہے۔ یہ ادارہ کانفرنسوں کے انعقاد کا ذمہ دار ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے اجلاس

1۔1986ءاسلام آباد (سربراہی اجلاس):

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا پہلا سربراہی اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان تجارت، صنعت اور تعلیمی تعاون پر زور دیا گیا۔اس اجلاس کے نتیجے میں پاکستان نے ایران کو گندم چاول اور سوتی کپڑا برآمد کیا جبکہ ایران سے تیل درآمد کیا۔

2۔1990ء اسلام آباد (وزراء خارجہ، اجلاس):

1990ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزراء خارجہ کا ایک اہم اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں بلایا گیا۔اس اجلاس میں تنظیم کی کارکردگی کو بہتر بنانے پر غور کیا گیا۔اور درج ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔اقتصادی بنک کا قیام

2۔رکن ممالک کے درمیان تجارت پر 10 فیصد کسٹم ڈیوٹی کی رعایت۔

3۔کویت سے عراقی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ۔

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کو چلانے کے لیے اس اجلاس میں اقتصادی و تجارتی، مواصلات، صنعت و ٹیکنالوجی، زراعت، توانائی، پبلک ورکس اور تعلیم کی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

3۔1992ء تہران اجلاس:

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس 1992ء میں ایران کے شہر تہران میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں وسطیٰ ایشیائی ریاستوں ازبکستان، کرغیزستان، تاجکستان، ترکمانستان اور آذربائیجان کو تنظیم کی رکنیت دی گئی۔ جبکہ قازقستان بطور مبصر شریک ہوا۔اس اجلاس میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئے۔

1۔ہیروئن کے بڑھتے ہوئے رجحان کا خاتمہ اور ڈرگ کنٹرول کمیٹی کا قیام۔

2۔باہمی تجارت و تعاون کو فروغ۔

3۔مختلف میدانوں میں تعاون کے لیے آٹھ کمیٹیوں کا قیام۔

4۔199 2ء اسلام آباد (وزراء خارجہ، اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزراء خارجہ کا اہم اجلاس 1992ء مین پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں افغانستان اور قازقستان کو تنظیم کا رکن بنایا گیا۔اور تہران اجلاس میں قائم کی گئی کمیٹیوں کو حتمی شکل دی گئی۔

5۔1993ء کوئٹہ (وزراء خارجہ، اجلاس):

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزاراء خارجہ کا اہم اجلاس پاکستان کے شہر کوئٹہ میں بلایا گیا۔ یہ اجلاس 29 نکات پر مشتمل کوئٹہ ایکشن پلان کی منظوری کے ساتھ ختم ہوا۔

6۔1993 استنبول (سربراہی اجلاس):

1993ءمیں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس ترکی کے شہر استنبول میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اقتصادی اور ثقافتی ترقی کے عمل کو تیز کرنے پر غور کیا گیا۔ معدنیات سے بھرپور استفادہ کرنے، زرعی ترقی کو فروغ دینے اور تجارت کو بڑھانے کے لیے مناسب اقدامات کیے گئے۔

7۔1995ء اسلام آباد (سربراہی اجلاس):

مارچ 1995ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ رکن ممالک میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔ جنوبی ایشیا میں قیام امن کے لیے بھرپور کوششیں کرنے، کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے اور اقتصادی تعاون کو فروغ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

8۔1996ء اشک آباد (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس 1996ء میں ترکمانستان کے شہر اشک آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان ریلوے لائن کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان اور ترکمانستان کے درمیان تیل اور گیس پائپ لائن بچھانے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

9۔1997ء اشک آباد (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس 1997ء میں اشک آباد میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں اقوام متحدہ سے اپیل کی گئی کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ سمندری راستوں اور فضائی رابطوں کے لیے سمجھوتے طے پائے۔ تجارت کو بڑھانے پر زور دیا گیا۔

10۔1998ء الماتی (سربراہی اجلاس):

1998ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس قازقستان کے دارالحکومت الماتی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ آزاد معیشت اور علاقائی اقتصادی تنظیموں کو مؤثر اور فعال بنایا جائے۔ رکن

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ممالک کے درمیان موٹروے کا منصوبہ بھی زیر بحث آیا۔ اس اجلاس کے ذریعے افغانستان میں قیام امن اور مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کی تلاش کے لیے عالمی برادری پر زور دیا گیا۔

11۔2000ء تہران (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا ایک اور اہم اجلاس جون 2000ء میں ایران کے دارالحکومت تہران میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آذربائیجان کی خود مختاری، افغانستان میں پائیدار امن کا قیام، جنوبی ایشیا میں امن کی بحالی، پاکستان کی ایٹمی پالیسی اور کئی اہم امور زیر بحث آئے۔ اس کے علاوہ اکن ممالک سے کہا گیا کہ وہ زراعت صنعت اور بجلی کی ٹرانسمشن کے لیے مناسب منصوبے تیار کریں۔

12۔2002ء استنبول (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس ترکی کے دارالحکومت استنبول میں 2002ء میں بلایا گیا۔ رکن ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے، باہمی تنازعات کو گفت وشنید سے حل کرنے، تجارت، صنعت، ثقافت، سیاحت، تعلیم اور دیگر شعبوں میں تعاون بڑھانے پر زور دیا گیا۔

13۔2004ء دوشنبے (سربراہی اجلاس):

2004ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس تاجکستان کے شہر دوشنبے میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان تجارت کو بڑھانے، مواصلات کو بہتر بنانے، زراعت کی ترقی اور سیکورٹی کے تحفظ کے لیے تعاون کے معاہدے پر دستخط کیے گئے۔

14۔2006ء باکو (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اجلاس 2006ء میں آذربائیجان کے شہر باکو میں ہوا اس اجلاس میں تیل اور گیس پائپ لائن بچھانے، افغانستان کی تعمیر نو، پرامن مقاصد کے حصول کے لیے نیوکلیر ٹیکنالوجی کا حصول، ایران کے خلاف طاقت کے استعمال سے گریز، مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے اقوام متحدہ کا کردار بہتر بنانے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے رکن ممالک نے معاہدے پر دستخط کیے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم کی کارکردگی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

علاقائی تعاون برائے ترقی نے جسے بعد میں اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای۔ سی۔ او) کا نام دیا گیا ہے رکن ممالک کو ایک دوسرے کے قریب ترلانے اور ان کی حالت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ مسلم ممالک کی ایک مضبوط اور مستحکم اقتصادی اور ثقافتی تنظیم ہے اس کی کارکردگی کا جائزہ درج ذیل نکات میں لیا گیا ہے۔

1۔ آر سی ڈی شاہراہ کی تعمیر:

اس تنظیم کا سب سے اہم کارنامہ کراچی سے تہران، انقرہ، اور استنبول کو ملانے کے لیے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار کلومیٹر لمبی آر۔ سی ڈی شاہراہ کی تعمیر ہے جس کا بیشتر حصہ مکمل ہو چکا ہے۔

2۔ صنعتی تعاون میں فروغ:

صنعتی میدان میں تعاون کو فروغ دینے کے لیے پچاس سے زائد منصوبوں کا انتخاب کیا گیا ان میں بہت سے منصوبوں پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اور کئی منصوبے پایہ تکمیل کو بھی پہنچ چکے ہیں۔ رکن ممالک کے درمیان صنعت کو فروغ دینے کے لیے مشترکہ ایوان صنعت و تجارت تہران میں قائم ہو چکا ہے۔ جہاز رانی کی کمپنی کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔ بینکنگ کے شعبے میں بھی ممبر ممالک ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔ کراچی میں پاکستان اور ایران کی ''مشترکہ تیل کمپنی'' قائم ہو چکی ہے جس کے تحت تیل اور گیس کی تلاش جاری ہے۔

3۔ باہمی تجارت کا فروغ:

علاقائی تجارت کی ترقی کے لیے مشترکہ ٹریڈ کارپوریشن اور نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے ''مشترکہ سرمایہ کاری کارپوریشن'' قائم ہو چکی ہے ان کے علاوہ ایک اسلامی مشترکہ منڈی کی تشکیل کا منصوبہ بھی زیر غور ہے۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم کے خارجہ سیکرٹری کوئٹہ ایکشن پلان کا ابتدائی مسودہ تیار کر چکے ہیں اس ضمن میں اہم ترین تجویز یہ ہے کہ رکن مماک کے درمیان تجارت کے فروغ کے لیے محاصل کی شرح میں 25 فیصد کمی کر دی جائے۔ باہمی اشتراک سے رکن ممالک کے درمیان خام مال اور صنعتی اشیاء کی تجارت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے پاکستان سے گندم، چاول، روئی، سوتی کپڑا، یوریا کھاد اور بہت سی اشیاء ایران اور ترکی کو سپلائی کی جا رہی ہیں۔

4۔ فنی اور ثقافتی ترقی کے لیے تعاون:

اس تنظیم کے تحت رکن ممالک ایک دوسرے کو فنی تربیت کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ متعلقہ ممالک کے اساتذہ اور طلبہ کے وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ ایران، ترکی اور پاکستان ایک دوسرے کے طلبہ کو وظائف دے رہے ہیں۔ اس پروگرام کے تحت ماہرین کے تبادلے بھی عمل میں آ رہے ہیں۔ استنبول، تہران، اور اسلام آباد میں تینوں ملکوں کے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

کلچر انسٹی ٹیوٹ نے کام شروع کر دیا ہے۔ان اداروں نے ثقافتی پروگراموں کے ذریعے عوام کو ایک دوسرے کی ثقافت سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے تینوں ملکوں کے لٹریچر اور ادب کے ایک دوسرے کی زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں اس طرح رکن کے درمیان عوام کی سطح پر ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع رہا ہے۔ان کا بنیادی مقصد رکن ممالک کے درمیان تاریخی، تہذیبی مقصد رکن ممالک کے درمیان تاریخی، تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور قومی تعلقات کو مستحکم کرنا ہے۔

5۔سیاحت کا فروغ:

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے تمام رکن ممالک پاکستان، ایران ترکی وسط ایشیاء کی نو مسلم ریاستیں اور افغانستان صدیوں سے مذہبی، ثقافتی اور تاریخی رشتوں میں منسلک ہیں ایران، پاکستان اور ترکی میں متعدد تاریخی عمارات ہیں جو دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔وسط ایشیاء کی مسلم ریاستیں بھی انتہائی خوبصورت اور سرسبز ہیں ازبکستان کو مبصرین وسط ایشےاء کا دل قرار دیتے ہیں۔یہاں کی فرغانہ ویلی انتہائی خوبصورت ہے سمرقند اور بخارا کے تاریخی شہر اسی ریاست میں واقع ہیں یہ ریاستیں بھی دنیا بھر کے سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہیں رکن ممالک ان علاقوں میں سیاحت کے فروغ کے لیے مختلف تجاویز پر غور کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ حاصل کر کے اسے ان علاقوں کی تعمیر و ترقی پر صرف کیا جاسکے۔

6۔پبلک ایڈمنسٹریشن:

یہ تنظیم رکن ممالک کے درمیان انتظامیہ، صحت، خاندانی منصوبہ بندی اور دیہی ترقی کے شعبوں میں تعاون کر رہی ہے۔آبی وسائل اور زراعت کے فروغ کے لیے بھی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے۔اعلیٰ افسران ان شعبوں میں تربیت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ملک میں جاتے ہیں۔اس مقصد کے لیے مختلف اداروں کا قیام عمل میں لایا جاچکا ہے۔

مشکلات:

بنیادی طور پر یہ اقتصادی اور ثقافتی تعاون کی تنظیم ہے تاہم اس کے سیاسی فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اس سے رکن ممالک کے عوام کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملی ہے اشتراک کے عمل سے رکن ممالک کے مابین تعلقات کو استحکام ملا ہے۔تجارت، صنعت اور ثقافت کے شعبوں میں ترقی ہوئی ہے لیکن ابھی پورے فوائد حاصل نہیں ہوسکے۔اس کی چند جوہات ہیں:

1۔ایران میں انقلاب کے باعث تنظیم کچھ عرصے کے لیے تعطل کا شکار رہی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2۔افغانستان کی غیر یقینی صورت حال اس ضمن میں بڑی رکاوٹ ہے

3۔وسط ایشیاء کی چھ ریاستیں ابھی تک روبل (روسی کرنسی) سے وابستہ ہیں اس سے تنظیم کے بنیادی رکن ممالک ایران پاکستان اور ترکی کو مالیاتی لین دین میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔

توقع ہے کہ س تنظم کے وزرائے خارجہ ان رکاوٹوں کو دور کرنے پر خصوصی توجہ دیں گے۔

حاصل کلام:

پاکستان اتحاد عالم اسلام کا علمبردار ہے اس کی خواہش ہے کہ عراق، انڈونیشیا، ملائیشیا، بنگلہ دیش اور دوسرے اسلامی ممالک بھی اس میں شامل ہو جائیں اور یورپی مشترکہ منڈی کی مانند اسے وسیع بنیادوں پر منظم کر کے اس کے حقیقی فوائد حاصل کیے جائیں۔تاہم فی الحال اس تنظیم کی کارکردگی محدود پیمانے پر ناقابل رشک ہے۔اگر رکن ممالک مختلف رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس تنظیم کی کارکردگی کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی ممالک ترقی کے اس راز کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کی مثال یورپی یونین نے قائم کی ہے تاکہ مسلم ممالک کے قدرتی وسائل اور جغرافیائی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکے۔

سوال: اسلامی کانفرنس کی تنظیم پر نوٹ لکھیں

حصول آزادی کے بعد پاکستان نے اسلامی اتحاد کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول قرار دیا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا لیکن اس وقت اسلامی اتحاد کے لیے حالات زیادہ سازگار نہیں تھے۔بیشتر عرب ممالک پر عرب قومیت پرستی کا بھوت سوار تھا۔قوم پرست عرب حکمران خود کو عرب پہلے اور مسلمان بعد میں کہتے تھے قوم پرست عرب حکمران خود کو عرب پہلے اور مسلمان بعد میں کہتے تھے۔بڑی طاقتوں کی مفاد پرستی اور سرد مہری نے اسلامی ممالک کو اتحاد قائم کرنے پر مجبور کر دیا اور رفتہ رفتہ اسلام کی بنیاد پر اسلامی ملکوں کے درمیان اتحاد کا شعور پیدا ہونے لگا اس طرح او۔آئی۔سی کے قیام کی راہ ہموار ہوئی ان حالات میں اگر پاکستان کو او۔آئی۔سی کا نظریاتی بانی قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

1۔اسلامی کانفرنس (OIC) کا قیام:

اس تنظیم کے قیام کی فوری ضرورت اس وقت پیش آئی جب اگست 1969ء میں اسرائیلی حکومت کے ایماء پر یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کی مذموم کوشش کی اور اس کا کچھ حصہ شہید کر دیا۔یہ مسئلہ صرف عرب ممالک کا نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا تھا۔چنانچہ عرب وزرائے خارجہ نے صورت حال پر غور کرنے کے لے مسلم ممالک کے

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سربراہوں کی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی۔ابتدائی تیاریوں کے بعد ستمبر 1964ء میں مراکش کے شہر رباط میں مسلم سربراہوں کا پہلا اجلاس ہوا جس کے نتیجے میں اسلامی کانفرنس کی بنیاد پڑی۔

2۔ تنظیم:

اسلامی کانفرنس ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں 46 کے قریب اسلامی ممالک شامل ہیں جدہ اس کا صدر مقام ہے اس تنظیم کے پہلے چیئرمین مراکش کے شاہ حسین اور پہلے سیکرٹری جنرل پاکستان کے سابق وزیر خارجہ شریف الدین پیرزادہ تھے۔ پیرزادہ کا انتخاب پاکستان پر مسلم امہ کے اعتماد کا مظہر ہے۔

اہم ادارے

اسلامی سربراہی ادارہ:

اسلامی کانفرنس میں سب سے اہم ادارہ اسلامی سربراہی ادارہ ہے جس میں اسلامی ممالک کے بادشاہ اور سربراہان شامل ہیں 1981ء کے فیصلے کے مطابق اسلامی سربراہوں کی کانفرنس ہر تین سال کے بعد ہوتی ہے۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنس:

دوسرا اہم ادارہ وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہے اس کانفرنس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک بار بلایا جاتا ہے۔

جنرل سیکریٹریٹ:

اس ادارے کا سربراہ سیکرٹری جنرل ہوتا ہے جو ہر کانفرنس سے قبل اعلیٰ سطح کے افسران کے اجلاس میں ایجنڈہ تیار کرتا ہے اور کانفرنس کے انعقاد اور اس کامیابی کے لیے راہ ہموار کرتا ہے ان کانفرنسوں کی کاروائی محفوظ کرنا بھی سیکرٹری جنرل کے ذمے ہے۔

اغراض و مقاصد

اسلامی کانفرنس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1- مسلمان ریاستوں کا جوہری خطرات سے دفاع کے لیے مناسب اقدامات کرنا۔

2- اسلامی ممالک کے باہمی تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنا۔

3- یہودیوں کی جارحیت سے اسلامی علاقوں کو محفوظ کیا جائے، یروشلم میں مقامات مقدسہ کے تحفظ کا اہتمام۔

4- اسلامی ملکوں کی معاشی ترقی کے لیے اسلامی ترقیاتی بنک اور اسلامی استحکام فنڈ کا قیام۔

5- اسلامی ممالک ہیں بیرونی جارحیت کے موقع پر رکن ممالک مل کر دفاع کرنا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

6- تمام مسلم ممالک اسلامی ممالک کے مقبوضہ علاقوں کی بازیابی بالخصوص فلسطین کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

7- غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے تحفظ کے ضروری اقدامات کرنا۔

8- معاشرتی اور ثقافتی ترقی کی لے اسلامی کمیشن برائے ثقافتی اور سماجی امور کا قیام۔

9- اسلامی نظریات کی اشاعت کے لیے اسلامی یونیورسٹیاں قائم کرنا۔

10- غیر جانبدارانہ پالیسی پر عمل کرنا۔

11۔ اسلامی ممالک کو بڑی طاقتوں کا آلہ کار بننے سے گریز کرنا۔

اسلامی سربراہی کانفرنس کے اجلاس

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس (رباط مراکش,1969):

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس کا اجلاس ستمبر 1969ء میں مراکش کے شہر رباط میں ہوا۔اس کانفرنس کا افتتاح مراکش کے شاہ حسین دوم نے کیا۔ پاکستان کی نمائندگی جنرل آغا محمد یحیٰی خاں نے کی۔اس میں 36 مسلمان ممالک کے 25 سربراہان اور 11 نمائندے شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل امور پر غور کیا گیا۔

1- مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور آتش زدگی کے واقعہ پر اسرائیل کی شدید مذمت کی گئی۔

2- عرب اسرائیل جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے مشترکہ کوششوں اور باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی اپیل کی گئی۔

3- کانفرنس نے بیت المقدس اور دیگر مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کرنے کا مطالبہ کیا۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس (لاہور، پاکستان، 1974):

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس فروری 1974 میں لاہور پاکستان مین منعقد ہوئی۔شریک سربراہوں میں شاہ فیصل، صدر انور سادات، کرنل قذافی اور شیخ مجیب الرحمٰن کے نام قابل ذکر ہیں۔اس کانفرنس میں 39 ملکوں نے شرکت کی۔اس اجلاس میں جو مسائل زیر غور آئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1- اس اجلاس میں فلسطین کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر غور کیا گیا اور فلسطینی مہاجرین کے مسائل کو حل کرنے کے لیے تجاویز پیش کی گئیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2- مسلم ممالک سے غربت وافلاس اور جہالت کے خاتمے کے لیے اقدامت پر غور کیا گیا۔ نیز پسماندہ ممالک کی اقتصادی ترقی اور جدوجہد آزادی میں ان کا ساتھ دینے کا عزم کیا گیا۔

3- اس کانفرنس میں اسرائیلی جارحیت کو ختم کروانے ار مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کروانے کے لیے تمام اسلامی ممالک کے وسائل کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

4- اس میں اسلامی یونیورسٹیوں کے قیام کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

5- اسلامک نیوز ایجنسی کے قیام کی تجویز پیش کی گئی۔

6- اس کانفرنس میں پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

7۔ دوسری سربراہی کانفرنس انتہائی کامیاب رہی اس کے بعد اسلامی ممالک کو ''مسلم بلاک'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔

تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس (طائف، سعودی عرب، 1981ئ):

تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس جنوری 1981ء میں سعودی عرب کے شہر طائف میں ہوئی۔ اس میں 38 اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس ہیں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے۔

1- افغانستان سے روسی فوج کے انخلاء کا مطالبہ کیا گیا۔

2- عراق ایران جنگ بند کروانے اور مسلم ممالک کے درمیان تنازعات طے کروانے کے لیے اسلامی امہ امن کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

3- مسلم ممالک کی دفاعی صلاحیتوں کو بڑھانے اور باہمی تعاون کو زیادہ موثر بنانے کی تجاویز پیش کی گئیں۔

4- اس کانفرنس نے اسلامی تجارتی ترقیاتی مرکز اور اسلامی ویلفیئر ایسوسی ایشن کے قیام کا اعلان کیا۔

5- کانفرنس نے مشترکہ جہاز رانی کی تنظیم کے قیام کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

6۔ افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت۔

چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس (کانسابلانکا، مراکش، 1984):

کانفرنس کا چوتھا اجلاس جنوری 1984ء میں مراکش کے شہر کیسابلانکا میں ہوا۔ اس کانفرنس میں 43 مملک کے مندوبین شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے۔

1۔ مشرق وسطیٰ کے مسئلے کا حل تنظیم آزادیء فلسطین کی مدد سے تلاش کیا جائے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

2۔بوسنیا ہرزگوینیا کے عوام کو بحیثیت قوم تمام حقوق فراہم کیے جائیں۔

3۔ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔

4۔ عراق ایران جنگ کو فوری بند کیا جائے۔

5۔ عرب اسرائیل مذاکرات فوری شروع کیے جائیں۔

6۔افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت۔

پانچویں اسلامی سربراہی کانفرنس (کویت، 1987):

پانچویں اسلامی سربراہی کانفرنس امیر کویت شیخ جابر بن احمد الصباح کی سربراہی میں 1987 میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 44 مملک کے نمائندے شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔عالم اسلام کی یکجہتی، معاشی و تجارتی شعبوں میں تعاون کو فروغ دینا۔

2۔ فلسطینی عوام کی آزادی اور اسرائیلی عزائم کی مخالفت۔

3۔ عراق ایران جنگ کا خاتمہ۔

4۔افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت۔

چھٹی اسلامی سربراہی کانفرنس (ڈاکار، سینیگال، 1991):

چھٹی اسلامی سربراہی کانفرنس سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں بلائی گئی۔اس کانفرنس میں صرف 24 ملکوں کے سربراہان شریک ہوئے۔ عراق نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ کشمیر کے مسئلے کا فوری حل۔

2۔افغانستان کی حمایت اور روسی فوجوں کا انخلائ۔

3۔ مسئلہ فلسطین کی بھرپور حمایت اور اسرائیل کی بھرپور مذمت۔

ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس (کاسابلانکا، مراکش، 1994):

ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس کاسابلانکا میں مراکش کے صدر شاہ حسین کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں 51 اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے:

1۔ مسلم مملک کے درمیان تجارتی، معاشی، سائنسی اور تکنیکی تعاون کو بڑھایا جائے۔

2۔عالمی سطح پر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوششیں کرنا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

3۔ مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کا حل اور پائیدار امن کا قیام۔

4۔ مسلم اقوام کے درمیان موجودہ تنازعات کا پرامن طور پر حل۔

آٹھویں اسلامی سربراہی کانفرنس (تہران، ایران، 1997):

آٹھویں اسلامی سربراہی کانفرنس ایران کے شہر تہران میں ایران کے صدر محمد خاتمی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 53 ممالک کے سربراہوں اور نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

2۔ مسلم ممالک کے درمیان تجارت، ثقافتی اور معاشی تعلقات کو فروغ دینا۔

3۔ عالم اسلام کو درپیش مسائل کو ختم کرنے کے لیے تعاون بڑھانا۔

اس کانفرنس میں توہین رسالت کے حوالے سے بھی ایک قرارداد منظور کی گئی۔

نویں اسلامی سربراہی کانفرنس (دوحہ، قطر، 2000):

نویں اسلامی سربراہی کانفرنس قطر کے امیر شیخ حامد بن خلیفہ ثانی کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 56 ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ افغانستان میں افغانوں کی حکومت کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا گیا نیز خانہ جنگی کے خاتمہ پر زور دیا گیا۔

2۔ افغان مہاجرین کی امداد کے لیے فنڈز اکٹھا کرنے پر زور دیا گیا۔

3۔ بوسنیا میں امن کے قیام اور عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے اسلامی برادری کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے کہا گیا۔

4۔ کشمیری عوام کے حق خودارادیت کی بھرپور حمایت کی گئی۔

5۔ عراق سے کہا گیا کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کرے۔

6۔ قبرص کے مسئلے پر ترکوں اور آذربائیجان کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔

دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس (پتراجائیا، ملائیشیا، 2003):

دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس ملائیشیا کے نئے دارالحکومت پتراجائیا میں ملائیشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں کل 57 ملکوں کے سربراہان اور نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کے گئے:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1۔11/9 کے واقعے اور دہشت گردی کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔

2۔ مسلم ممالک کے درمیان تعلقات کو فروغ دینے پر زور دیا گیا۔

3۔عالم اسلام کو درپیش مسائل زیر بحث لائے گئے۔

4۔مشرق وسطیٰ کی صورتحال کی سنگینی پر غور کیا گیا۔

5۔افغانستان کے مسئلے پر گہری نظر ڈالی گئی۔

6۔مسئلہ کشمیر کے پرامن حل تلاش کرنے کے لئے اقوام متحدہ سے درخواست کی گئی۔

اسلامی سربراہی کانفرنس کا قیام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اسلامی دنیا اب متحد ہو گئی ہے اور اب اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی ممکن ہو جائے گی۔ لیکن تیزی سے منزل کی جانب بڑھنے والے اس قافلہ کے راستے میں پہلی مشکل اس وقت کھڑی ہوئی جب شاہ فیصل شہید ہوئے۔اسلامی کانفرنس کی قیادت ایک ایک کر کے منظر عام سے غائب ہوئی۔نئے عالمی نظام اور امریکہ کے واحد سپر پاور بننے نے اس کی اہمیت کو گہنا دیا۔اجلاس نشستند، گفتند اور برخاستند کی مثل ہو گئے ہیں۔ مطالبات ہوتے رہتے ہیں، اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں لیکن خون مسلم کی ارزانی کم نہیں ہوتی، نہ ہی قافلے سوئے منزل بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر بھی اسلامی ممالک اس پلیٹ فارم سے وفاداری کر رہے ہیں۔امید کی جاتی ہے کہ اندرونی چپقلشوں سے چور ملت اسلامیہ ایک مرتبہ پھر بیدار ہو گی اور پھر یہ کانفرنس اسلامی اتحاد کی طرف مضبوط اور جامع پروگرام کے ساتھ قدم بڑھائے گی۔امید پر دنیا قائم ہے۔اللہ کرے ایسا ہی ہو!

www.pkplanet.com

مختصر سوالات

www.pkplanet.com

باب 1

نظریہ پاکستان

س1۔ نظریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں۔ جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔

س2۔ نظریہ پاکستان کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان سے مراد برصغیر کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا وہ تصور ہے۔ جسکی بنیاد پر مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ پاکستان درحقیقت نظریہ اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہی وہ نظریہ تھا جو پاکستان کے حصول کی بنیاد بنا۔ علی عباس نظریہ پاکستان کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

"نظریہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں"

س3۔ دو قومی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: دو قومی نظریہ سے مراد یہ ہے کہ برصغیر میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان۔ یہ دونوں قومیں رنگ، نسل، زبان، مذہب، رسوم ورواج، تہذیب وثقافت الغرض ہر اعتبار سے علیحدہ ہیں۔

س4۔ قائداعظم نے قومیت کی تعریف کن الفاظ میں کی؟

جواب: قائداعظم نے دو قومی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"قومیت کی جو تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کے روسے الگ قوم ہیں۔ اور وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کرلیں مسلمانوں کی تمنا ہے کہ وہ اپنی روحانی، اخلاقی، تمدنی اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کی کامل ترین نشوونما کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ جو بھی طریقہ اپنانا چاہیں اپنائیں۔"

س5۔ قائداعظم نے نظریہ پاکستان کی تشریح کن الفاظ میں کی؟

جواب: قائداعظم نے فرمایا کہ:

"پاکستان تو اُسی روز وجود میں آ گیا تھا جب پہلا ہندوستانی باشندہ مسلمان ہوا تھا۔ پاکستان کی تمام تر اساس اسلام ہے۔ اور یہی وہ لائحہ عمل اور جذبہ ہے جو پاکستان کی تحریک کا باعث بنا۔"

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س6۔ قائداعظم نے دو قومی نظریے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: قائداعظم نے دو قومی نظریہ کی تعریف ان الفاظ میں کی:

"ہندو اور مسلمان دو علیحدہ مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو بالکل مختلف عقائد پر قائم ہیں اور مختلف نظریات کی عکاسی کرتے ہیں دونوں قوموں کے ہیروز، کہانیاں اور واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہذا دونوں قوموں کو ایک لڑی میں پرونے کا مقصد برصغیر کی تباہی ہے۔ برطانوی حکومت کے لیے بہتر ہو گا کہ ان دونوں قوموں کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے برصغیر کی تقسیم کا اعلان کرے۔ جو کہ تاریخی اور مذہبی لحاظ سے ایک صحیح قدم ہو گا۔"

س7۔ علامہ اقبال نے نظریہ پاکستان کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: 1930ء کو آلہ آباد کے مقام پر تاریخی خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"مجھے ایسا نظر یہ آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت تمدنی قوت زندہ رہے۔ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے ہندوستان میں اسلامی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں۔"

س8۔ نظریہ پاکستان کے اجزائے ترکیبی بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان کی بنیاد دراصل اسلام ہے اس لیے اسلام کے اجزا کے ترکیبی نظریہ پاکستان کی بھی بنیاد ہیں۔

۱۔ عقائد　۲۔ عبادات　۳۔ جمہوری روایات　۴۔ حقوق و فرائض

۵۔ مساوات اور اخوت　۶۔ عدل و انصاف اور رواداری وغیرہ

س9۔ قیام پاکستان کے چار اغراض و مقاصد لکھیں؟

جواب: ۱۔ مسلم تہذیب و ثقافت کا تحفظ　۲۔ انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات

۳۔ معاشرتی، معاشی اور تمدنی تحفظ　۴۔ مذہبی تحفظ

س10۔ نظریہ پاکستان کی اہمیت دو نکات سے واضح کریں؟

جواب: ۱۔ نظریہ پاکستان مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن بنا

۲۔ نظریہ پاکستان کی وجہ سے مسلمان علیحدہ وطن پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

باب 2

نظریہ پاکستان کا تاریخی پہلو

س1۔ محمد بن قاسم نے کب اور کس کو شکست دے کر سندھ کو فتح کیا؟

جواب: محمد بن قاسم نے 712 میں راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ کو فتح کیا۔

س2۔ باب الاسلام کس صوبہ کو کہا جاتا ہے اور کیوں؟

جواب: ا۔ صوبہ سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے کیونکہ برصغیر میں اسلام باضابطہ طور پر سندھ کے راستے پھیلا

۲۔ سندھ میں نامی گرامی علماء کرام پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کو پورے برصغیر میں پھیلایا

۳۔ محمد بن قاسم وہ پہلے مسلم حملہ آور تھے جنھوں نے سب سے پہلے سندھ کو فتح کیا اور ان کے بعد مسلمان 300 سال تک سندھ پر حکمرانی کرتے ہے۔

س3۔ سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پر کب اور کتنے حملے کیے؟

جواب: سلطان محمود غزنوی نے گیارھویں صدی میں برصغیر پر سترہ حملے کے ے اور اپنے آخری حملے میں انہوں نے سومنات کے مندر کو توڑ کر ہندوؤں کا غرور خاک میں ملا دیا۔

س4۔ برصغیر میں مسلمانوں کی باقائدہ سلطنت کب اور کس نے قائم کی؟

جواب: برصغیر میں مسلمانوں کی باقائدہ سلطنت 1206ء میں قطب الدین ایبک نے قائم کی۔

س5۔ مغلیہ خاندان نے کب اور کس کو شکست دے کر برصغیر پر اپنی حکومت قائم کی؟

جواب: ظہیر الدین بابر مغلیہ حکومت کا برصغیر میں بانی تھا۔ اس نے 1526ء میں پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر برصغیر پر مغلوں کی حکومت کی بنیاد رکھی۔

س6۔ مغلیہ حکومت کب تک برصغیر پر قائم رہی؟

جواب: مغلیہ حکومت کی ظہیر الدین بابر نے 1526ء میں بنیاد رکھی یہ حکومت کسی نہ کسی طرح 1857ء کی جنگ آزادی تک قائم رہی۔ بہادر شاہ ظفر مغلوں کا آخری حکمران تھا۔

س7۔ حضرت مجدد الف ثانی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ اُن کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: حضرت شیخ احمد سرہند آپ کا اصل نام تھا۔ آپ 1564ء کو سرہند میں پیدا ہوئے۔

www.pkplanet.com

س8۔ حضرت مجدد الف ثانی نے کب وفات پائی؟

جواب: حضرت مجدد الف ثانی نے 1624ء میں وفات پائی اس وقت آپکی عمر مبارک 60 سال تھی۔

س9۔ حضرت مجدد الف ثانی کی اہم مذہبی خدمات کیا تھیں؟

جواب: ا۔ اسلام کی تبلیغ ۲۔ دین الہی کی مخالفت

۳۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیمی کی مخالفت ۴۔ دو قومی نظریہ کی حمایت

س10۔ حضرت شاہ ولی اللہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

س11۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے کب اور کہاں وفات پائی؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ نے 1762ء کو دہلی میں وفات پائی۔

س12۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا اصل نام کیا تھا؟ نیز آپ کے والد محترم کا نام بھی بتائیں۔

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین احمد تھا۔ جبکہ آپ کے والد محترم کا نام شاہ عبد الرحیم تھا۔

س13۔ اورنگ زیب عالمگیر کب وفات پائی؟

جواب: اورنگ زیب عالمگیر نے 1707ء میں وفات پائی۔

س14۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی اہم مذہبی خدمات کیا تھیں؟

جواب: ا۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ

۲۔ آپ نے حدیث کی کتاب موطا کی عربی اور فارسی میں تشریح کی۔

۳۔ آپ حدیث کے استاد تھے۔ ۴۔ آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی۔

س15۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی اہم سیاسی خدمات کیا تھیں؟

جواب: ا۔ آپ نے نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کو کچلنے کے لیے خطوط لکھیں۔

۲۔ آپ نے حجتہ البالغہ کے نام سے مشہور کتاب لکھی جس میں آپ نے سیاسی نظریات کی بھرپور طریقے سے عکاسی کی۔ ۳۔ آپ نے دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کی۔

س16۔ قرآن پاک کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ کس نے کیا؟

جواب: حضرت شاہ ولی کے بیٹوں شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کا اُردو میں ترجمہ کیا۔

www.pkplanet.com

س17۔ سید احمد بریلوی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: سید احمد بریلوی 1786ء کو لکھنو کے قریب ایک قصبے رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔

س18۔ تحریک مجاہدین کب شروع ہوئی اس کے بانی کون تھے؟

جواب: سید احمد بریلوی نے 1823ء میں تحریک مجاہدین کی بنیاد رکھی۔

س19۔ سید احمد بریلوی نے اکوڑی پر کب حملہ کیا؟

جواب: سید احمد بریلوی نے 1826ء میں اکوڑہ پر حملہ کر کے سکھوں کو شکست دی۔

س20۔ سید احمد بریلوی نے پشاور کو کب اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا؟

جواب: سید احمد شہید بریلوی نے 1826ء میں پشاور میں تحریک مجاہدین کا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔

س21۔ سید احمد بریلوی نے کب اور کہاں شہادت پائی؟

جواب: سے داحمد برے لوی بالا کوٹ کے مقام پر 1831ء میں شہید ہوئے۔

س22: سر سید احمد خاں کی تحریکِ علیگڑھ کے کیا مقاصد تھے؟

ج: جنگ آزادی کے بعد سر سید احمد خاں کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔ مسلمانانِ برصغیر کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے آپ آگے بڑھے اور انگریزوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے اس سلسلے میں تحریک علی گڑھ کا آغاز کیا۔ جس کے درج ذیل مقاصد تھے۔

۱۔ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان اعتماد بحال کرنا

۲۔ مسلمانانِ برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی طرف راغب کرنا۔

۳۔ مسلمانانِ برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

س23: تحریک علیگڑھ کی سیاسی خدمات بیان کریں۔

ج: سر سید احمد خاں نے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے مندرجہ ذیل سیاسی خدمات سرانجام دیں:

۱۔ جنگ آزادی کے بعد سر سید احمد خاں کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔

۲۔ آپ نے "رسالہ اسباب بغاوتِ ہند" لکھا جس میں جنگ آزادی کے اصل حقائق بیان کئے گئے تا کہ انگریزوں کو جنگ کے حقیقی اسباب سے آگاہ کیا جا سکے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۳۔آپ نے 1867ء میں دو قومی نظریہ پیش کیااور برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ قوم کا لفظ استعمال کیا۔

۴۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو عملی سیاست سے دور رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اس کے علاوہ آپ نے کانگرس سے بھی مسلمانوں کو دور رہنے کا مشورہ دیا۔

س24: سرسید احمد خان کے قائم کردہ چند تعلیمی اداروں کے نام لکھیں۔

ج: ا۔ آپ نے 1859ء میں مراد آباد میں فارسی سکول قائم کیا۔

۲۔ 1863ء میں آپ نے غازی پوری میں سائنٹیفک سوسائٹی اور سکول کی بنیاد رکھی۔

۳۔ 1875ء میں آپ نے علیگڑھ میں ایم۔اے۔او سکول کی بنیاد رکھی جو 1877ء میں کالج اور آپؒ کی وفات کے بعد 1920ء میں یونیورسٹی بنا۔

۴۔ آپ نے علیگڑھ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی جس کے اجلاس بعد میں پورے برصغیر میں کروائے گئے۔

س25: سرسید احمد خاںؒ نے مسلمانوں کو کانگرس سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دیا؟

ج: سرسید احمد خاںؒ یہ سمجھتے تھے کہ کانگرس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے اور یہ جماعت صرف ہندو مفادات کے لیے کام رہی ہے، یہ مسلمانوں اور دیگر اقوام کی نمائندہ جماعت نہیں ہے۔اس لیے سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو کانگرس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔

س26: انجمن حمایت اسلام کب قائم ہوئی اور اس کے بانی کون تھے ؟

ج: انجمن حمایت اسلام 1884ء میں قائم ہوئی اس کے بانی خلیفہ حمید الدین تھے۔ جبکہ اس انجمن کے پلیٹ فارم سے منشی چراغ دین، منشی عبدالرحیم، میر شمس الدین، اور ڈاکٹر محمد دین ناظرؒ جیسے لوگوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔

س27: سرسید احمد خاں نے دو قومی نظریے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

ج: سرسید احمد خاں نے 1867ء میں برملا کہہ دیا تھا کہ ''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں وہ ایک دوسرے میں جذب نہیں ہوسکتیں''۔ سرسید احمد خان دراصل وہ پہلے لیڈر تھے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سب سے پہلے لفظ ''قوم'' استعمال کیا۔

س28: تحریک دیوبند کے تین مقاصد تحریر کیجئے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: 1۔ مذہبی تعلیم کا فروغ

2۔ بدعات سے نجات

3۔ مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح

س29: ندوۃ العلماء کے چار اغراض و مقاصد بیان کیجئے۔

ج: 1۔ نصاب تعلیم کی اصلاح۔

2۔ علماء کے باہمی نفاق کا خاتمہ۔

3۔ جدید اور قدیم علوم میں ہم آہنگی۔

4۔ مسلمانوں کے فقہی مسائل میں راہنمائی۔

س30: انجمن حمایت اسلام کے چار اغراض و مقاصد تحریر کیجئے۔

ج: 1۔ سماجی و ثقافتی ترقی

2۔ تعلیمی اداروں کا قیام

3۔ اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کا جواب دینا

4۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر منظم کرنا۔

باب 3

تاریخ پاکستان

س1: مسلم لیگ کب اور کہاں قائم ہوئی اس کے بانی کون تھے؟

ج: مسلم لیگ 30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں قائم ہوئی۔ اس کے بانیوں میں نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، حکیم اجمل خان آف دہلی، نواب سلیم اللہ خاں اور سر آغا خاں نمایاں تھے۔

س2: کابینہ مشن پلان کے نکات بیان کریں؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: 16 مئی 1946ء کو برطانوی حکومت کے تین وزراء نے سیاسی جماعتوں کے نمائندوں سے ملاقات کے بعد ایک منصوبے کا اعلان کیا۔ جس کے نمایاں پہلو مندرجہ ذیل تھے۔

ا۔ برصغیر میں یونین قائم کی جائے گی جو امور خارجہ، دفاع اور رسل و رسائل کی ذمہ دار ہو گی۔

۲۔ مرکزی امور کے علاوہ باقی تمام اختیارات صوبوں کو دیئے جائیں گے۔

۳۔ صوبوں کو اختیار ہو گا کہ وہ باہم گروپ بنالیں اور ہر گروپ اپنا دستور مرتب کرے۔

۴۔ ہر دس سال کے بعد صوبوں کو اختیار ہو گا کہ وہ کثرت رائے سے آئین میں تبدیلی کا مطالبہ کر سکیں۔

س3: تحریک خلافت کے کیا مقاصد تھے؟

ج: برصغیر کے مسلمانوں نے نومبر 1919ء میں آل انڈیا سنٹرل خلافت کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے تین مقاصد تھے۔

ا۔ ترکی کی خلافت قائم رکھی جائے۔

۲۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی حفاظت میں رہیں۔

۳۔ ترکوں کی سلطنت کی حدود وہی رہنے دی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

س4: وہ کیا اہم محرکات تھے جن کی بنا پر مسلم لیگ قائم ہوئی؟

ج: ا۔ تقسیم بنگال اور ہندوؤں کا ردِ عمل　　۲۔ انگریزوں کا رویہّ

۳۔ مسلمانوں کی محرومیت　　۴۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا

۵۔ شملہ وفد کی کامیابی

س5: 3 جون 1947ء کے منصوبے سے کیا مراد ہے؟

ج: 3 جون 1947ء کا منصوبہ برصغیر کی تقسیم کا منصوبہ تھا جس کی رو سے اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ 14 اور 15 اگست 1947ء کی درمیانی شب تک اقتدار ہندوستانیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ 3 جون کے منصوبے کی اہم شقیں مندرجہ ذیل تھیں۔

ا۔ پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کے ہندو اور مسلمان اراکین کے الگ الگ اجلاس ہوں گے یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ دونوں صوبوں کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ جس کے لیے ایک حد بندی کمیشن مقرر ہو گا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۲۔　سندھ اسمبلی کثرت رائے سے صوبے کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔

۳۔　صوبہ سرحد اور سلہٹ (آسام) کے عوام پاکستان یا بھارت میں شمولیت کا فیصلہ استصواب رائے (ریفرنڈم) کے ذریعے کریں گے۔

۴۔　بلوچستان کا فیصلہ شاہی جرگہ کرے گا۔

۵۔　صوبہ سرحد میں بھی ریفرنڈم منعقد کروایا جائے گا۔

س6:　1945-46ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے برصغیر میں کتنی نشستیں حاصل کیں؟

ج:　1945-46 کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام نشستیں جیت لیں جبکہ صوبائی اسمبلی کی تقریباً 90 فیصد مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ صوبائی اسمبلی کی کل 495 نشستوں میں سے مسلم لیگ نے 434 نشستیں جیتیں۔

س7:　تقسیم بنگال کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

ج:　1905ء کو برطانوی حکومت نے انتظامی نکتہ نظر سے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مشرقی بنگال کے صوبے میں مسلمان اکثریت میں تھے اس لیے مسلمانوں نے سُکھ کا سانس لیا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کی آزادی ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے تقسیم کی مخالفت کرنا شروع کر دی جس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے 1911ء میں تنسیخ بنگال کا اعلان کر دیا۔

س8:　1945-46 کے انتخابات میں مسلم لیگ نے صوبہ پنجاب میں کتنی نشستیں جیتیں؟

ج:　مسلم لیگ نے پنجاب کی صوبائی مسلم نشستوں میں 86 میں سے 75 نشستیں جیتیں 4 ممبران بعد میں شامل ہونے کی وجہ سے مسلم نشستوں کی تعداد 79 ہو گئی۔

س9:　ریڈکلف ایوارڈ نے پاکستان کے ساتھ کیا ناانصافیاں کیں۔

ج:　ا۔　مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے کئی علاقے تحصیل فیروز پور، ضلع گورداس پور وغیرہ بھارت کو دے دیے گئے۔

۲۔　پاکستان کو وسیع زرخیز علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔

۳۔　پاکستان کو ستلج، بیاس اور راوی کے پانی سے محروم کر دیا گیا۔

۴۔　گورداس پور کے راستے بھارت کو کشمیر تک زمینی راستہ فراہم کیا گیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س10: گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم کی خدمات بیان کیجئے۔

ج: انتظامی ڈھانچہ کی بہتری کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جسکا چوہدری محمد علی جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔

۱۔ آپ نے سول سروسز کا اجراء کیا اور سول سروس اکیڈمی بنائی۔

۲۔ اکاؤنٹس اور فارن سروس کا آغاز کیا۔

۳۔ بحری و بری افواج کو بہتر حالت میں لانے کے لیے ہیڈ کوارٹر بنائے۔

۴۔ اسلحہ فیکٹری کا قیام بھی آپ کے دور میں ہوا۔

۵۔ ہوائی کمپنی سے معاہدہ کیا جس کی وجہ سے ہندوستان سے سرکاری ملازمین کی نقل و حمل شروع ہوئی۔

۶۔ پاکستان کا سیکرٹریٹ بنایا اور سرکاری ملازمین کو مکمل دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کی۔

۷۔ آپ نے کراچی کو فوری طور پر پاکستان کا دارالخلافہ بنایا۔

س11: بلوچستان میں مسلم لیگ کی برانچ کب اور کس نے قائم کی۔

ج: بلوچستان ایک پسماندہ علاقہ تھا اس لیے اس صوبے میں سیاسی بیداری بہت دیر سے ہوئی۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کا قیام 1939ء میں ہوا جس کا سہرا قاضی محمد عیسیٰ کے سر ہے۔ 1940ء کی قراردادِ لاہور کی قاضی محمد عیسیٰ نے بلوچستان کی طرف سے حمایت کی تھی۔

س12: 1946ء میں قائم ہونے والی عبوری حکومت میں شامل مسلم لیگی اراکین کے نام تحریر کریں۔

ج: ستمبر 1946ء میں برطانوی حکومت نے کانگریس کو عبوری حکومت قائم کرنے کو کہا۔ ان حالات میں مسلم لیگ نے میدان خالی چھوڑنے کی بجائے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اور عبوری حکومت میں پانچ مسلم لیگی اراکین کے نام تجویز کیے گئے۔

۱۔ لیاقت علی خان----------------------------------وزیر خزانہ

۲۔ ابراہیم اسماعیل چندریگر (آئی۔ آئی چندریگر)------------وزیر تجارت

۳۔ جوگندر ناتھ منڈل--------------------------------وزیرِ قانون

۴۔ راجہ غضنفر علی خان------------------------------وزیر صحت

۵۔ سردار عبدالرب نشتر-------------------------------وزیرِ مواصلات

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س13: پاکستان کا نام کب اور کس نے تجویز کیا؟

ج: پاکستان کا نام چوہدری رحمت علی نے 1933ء میں تجویز کیا، آپ کا تعلق صوبہ پنجاب سے تھا۔

س14: 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے پنجاب سے کتنی نشستیں حاصل کیں؟

ج: 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی کی تمام نشستیں جیت لیں۔ جبکہ صوبائی اسمبلی کی مسلمانوں کے لیے مخصوص 86 نشستوں میں سے 75 نشستیں جیتیں۔ چار (4) ارکان بعد میں شامل ہونے سے مسلم لیگ کی نشستوں کی تعداد 79 ہو گئی۔

س15: قرارداد پاکستان کے اہم نکات بیان کیجئے۔

ج: i) باہم متصل اکائیوں کی نئے خطوط کی صورت میں حد بندی کی جائے۔ شمال مغرب اور مشرق میں مسلم اکثریت والے علاقوں میں آزاد مسلم مملکتیں قائم کی جائیں۔

ii) برصغیر کے لیے تقسیم کے علاوہ کسی دوسری سکیم کو منظور نہیں کیا جائے گا۔

iii) تقسیم کے بعد ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

س16: جمعیت علماء اسلام کب اور کس نے قائم کی؟

ج: جمعیت علماء اسلام 1945ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائم کی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو ہی اس جماعت کا پہلا صدر چنا گیا۔

س17: تحریک خلافت کے بانی اراکین کے نام لکھیں۔

ج: مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، عبدالکلام آزاد اور حکیم اجمل خان تحریک خلافت کے بانی اراکین ہیں۔

س18: پاکستان اقوام متحدہ کا رکن کب بنا؟

ج: پاکستان اپنے قیام کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہی یعنی 30 ستمبر 1947ء کو اقوام متحدہ کا رکن بنا۔

س19: کانگرس کب اور کس نے قائم کی؟

ج: انڈین نیشنل کانگرس کی بنیاد ایک انگریز اے۔ او (Allan Octavian) ہیوم نے 1885ء میں رکھی جس کا مقصد برصغیر کی تمام قوموں اور طبقوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا تا کہ لوگ یہاں پر اکٹھے ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں اور حکومت تک اپنے مسائل اور مطالبات کو احسن طریقے سے پہنچا سکیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س20: شملہ وفد کب اور کہاں وائسرائے ہند سے ملا۔

ج: یکم اکتوبر 1906ء کو 35 ممبران پر مشتمل مسلمانوں کا ایک سیاسی وفد سر آغا خاں کی قیادت میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے شملہ میں ملا۔ اور اس ہیں مسلمانوں نے جداگانہ انتخاب اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نشستوں کا مطالبہ کیا۔

س21: شملہ وفد کے مقاصد کیا تھے اور یہ کس حد تک کامیاب رہا؟

ج: شملہ وفد کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

ا۔ مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ۔

۲۔ مسلمان ووٹرز کے لیے شرائط میں نرمی کا مطالبہ۔

۳۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں۔

وائسرائے ہند لارڈ منٹو نے وفد کو مثبت جواب دیا اور یقین دہانی کرائی کہ مسلمانوں کے ان مطالبات کو آئندہ ہونے والی اصلاحات میں تسلیم کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حکومت نے مسلمانوں کے ان مطالبات کو 1909ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں تسلیم کر لیا۔

س22: مسلم لیگ کے قیام کے ابتدائی مقاصد بیان کریں۔

ج: مسلم لیگ کے قیام کے ابتدائی مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

ا۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے متعلق وفادارانہ جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کاروائیوں کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا اور انکے مطالبات وخواہشات اور ضروریات کو احسن طریقے سے حکومت کے سامنے پیش کرنا۔

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر برصغیر کی دوسری قوموں کے ساتھ تعلقات استوار کرنا۔

س23: کانگریسی وزارتیں کب قائم ہوئیں اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج: 1935ء کے آئین کے تحت برصغیر میں 1937ء میں انتخابات منعقد ہوئے جس کے نتیجے میں کانگرس کی آٹھ بڑے صوبوں میں وزارتیں قائم ہوئیں ان وزارتوں نے مسلمانوں سے سخت ناروا سلوک کیا۔

ا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مذہب پر پابندی لگانے کی کوشش کی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۲۔　مسجدوں کے باہر شور و غل کرنا شروع کر دیا۔

۳۔　مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے۔

۴۔　سکولوں میں اُردو کی بجائے ہندی رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔

۵۔　مسلمان بچوں کو ماتھے پر تلک لگانے، بندے ماترم کا ترانہ گانے اور گاندھی کی مورتی کی پوجا کرنے پر مجبور کیا گیا۔

س24: برصغیر کے مسلمانوں نے یومِ نجات کب اور کیوں منایا؟

ج:　1939ء میں کانگرسی وزارتوں نے استعفے دے دیے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کانگرسی وزارتوں سے چھٹکارا مل گیا تو مسلمانوں نے قائدِ اعظمؒ کے مشورے سے 22 دسمبر 1939ء کو یومِ نجات منایا۔

س25: میثاقِ لکھنو کب طے پایا اور اس کے اہم نکات کیا تھے؟

ج:　1916ء میں مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان قائدِ اعظم کی کوششوں سے ایک سمجھوتہ طے پایا جسے میثاقِ لکھنؤ کہا جاتا ہے۔ قائدِ اعظمؒ کو اس معاہدے کے بعد ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا جس میں مندرجہ ذیل نکات کو تسلیم کیا گیا:

۱۔　ہندوؤں نے پہلی بار مسلمانوں کو الگ قوم تسلیم کیا۔

۲۔　مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کے مطالبے کو کانگریس نے تسلیم کر لیا۔

۳۔　مسلمانوں کے لیے مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نشستیں دینے پر بھی سمجھوتہ ہوا۔

س26: تحریکِ عدم تعاون کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج:　تحریکِ خلافت کے دوران اپنے مقاصد کے حصول کے لیے 1920ء میں مسٹر گاندھی کے مشورے سے تحریکِ عدمِ تعاون چلائی گئی جس کے نکات مندرجہ ذیل تھے:

۱۔　حکومت کے ساتھ عدم تعاون

۲۔　سرکاری ملازمتوں کو ترک کرنا

۳۔　فوج میں مسلمانوں کا بھرتی نہ ہونا۔

۴۔　انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ

۵۔　عدالتی بائیکاٹ

۶۔　بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں نہ بھیجنا

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۷۔ انگریزوں کے عطا کردہ خطابات واپس کرنا۔

س27: تحریک ہجرت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج: 1924ء میں چند علماء کرام (مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ) نے فتویٰ جاری کیا کہ برصغیر دارُالحرب ہے۔اس لیے مسلمانوں کو انگریزوں کی عملداری میں رہنے کی بجائے دارُالاسلام کی طرف ہجرت کر جانی چاہئے چنانچہ ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں بیچ کر افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ جبکہ افغانستان نے لوگوں کی کفالت نہ کر سکنے کا بہانہ بنا کر مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔جب یہ لٹے پٹے مسلمان واپس آئے تو بربادی کے سوا ان کے لیے کچھ نہ تھا۔

س28: نہرو رپورٹ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج: 1928ء میں موتی لال نہرو کی قیادت میں کمیٹی نے ایک رپورٹ پیش کی جسے نہرو رپورٹ کہا جاتا ہے۔اس رپورٹ نے مسلمانوں کے ساتھ ماضی میں کیے گئے معاہدے پر پانی پھیر دیا اور مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے حصول کو رد کرتے ہوئے ان تمام تحفظات کو ماننے سے انکار کر دیا جو مسلمان اپنی ترقی اور بقاء کے لیے لازمی سمجھتے تھے۔نہرو رپورٹ کی وجہ سے معاہدہ لکھنؤ میں جو اتحاد پہلی بار دونوں قوموں میں ہوا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

س29: قائدِ اعظمؒ نے چودہ نکات کب اور کیوں پیش کیے؟

ج: نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے مفادات کو ماننے سے انکار کر دیا گیا تھا اس لیے قائدِ اعظم نے نہرو رپورٹ کو ماننے سے انکار کر دیا۔آپ نے نہرو رپورٹ کے جواب میں 1929ء میں چودہ نکات پر مشتمل رہنما اصول پیش کیے۔

س30: کرپس مشن کی تجاویز تحریر کریں؟

ج: 1942ء میں حکومت برطانیہ نے سر سٹیفورڈ کرپس کو برصغیر بھیجا جس نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں۔

1۔ برصغیر میں کوئی ایسا آئین نافذ نہیں کیا جائے گا جس پر تمام سیاسی پارٹیاں متفق نہ ہوں۔

2۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برصغیر تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہو گا لیکن اندرونی اور بیرونی معاملات میں برطانوی حکومت کسی بھی طرح کی دخل اندازی سے گریز کرے گی۔

س31: ویول پلان کے اہم نکات بیان کیجئے۔

ج: 1945ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1۔ وائسرائے کی انتظامی کونسل میں تمام تر ہندوستانی اراکین شامل ہوں گے جس میں تمام سیاسی جماعتوں کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے

گی یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد برابر ہوگی

2۔ برصغیر کا آئندہ دستور تمام سیاسی جماعتوں کی مرضی کے مطابق بنایا جائے گا۔

3۔ مرکز اور صوبوں میں انتظامی کونسلیں تشکیل دی جائیں گی۔ جن میں ہندوستانیوں کو شامل کیا جائے گا۔

باب4

استحکام پاکستان

س1: سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کب اور کس نے کیا؟

ج: سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح نے یکم جولائی 1948ء میں کیا۔

س2: قائداعظم نے طلباء کو کیا نصیحت کی؟

ج: مارچ 1944ء میں قائداعظم نے طلبہ کے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارا رہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے“

س3: پاکستان اور بھارت کے درمیان دریائی پانی کا مسئلہ کیسے حل ہوا؟

ج: بھارت نے اپریل 1948ء میں تمام بین الاقوامی اور انسانی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے جب ہمارے دریاؤں کا پانی روک لیا تو عالمی بینک کی مدد سے سندھ طاس معاہدہ ہوا، جس کے تحت تین دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی پر بھارت کا حق تسلیم کر کیا گیا اور چناب، جہلم اور سندھ پاکستان کو ملے، منگلا ڈیم تربیلا ڈیم اور سات لنک نہروں کے عظیم منصوبے کے لیے عالمی بینک نے کثیر رقوم مختص کیں اور یوں وقتی طور پر مسئلہ حل ہو گیا۔ اب بھارت اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمارے دریاؤں پر بند باندھ کر پھر ہمارا پانی روک رہا ہے۔

س4: بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے پاکستان کو کیوں نہ دیے؟

ج: بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے پاکستان کو اس لیے نہ دیے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پاکستان اقتصادی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س5: پاکستان کی انتظامی مشکلات بیان کریں:

ج: قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اعلیٰ عہدیداران جو غیر مسلم تھے، بھارت چلے گئے۔ اہل اور تجربہ کار عملے کی بے حد کمی تھی۔ دفاتر میں فرنیچر، سٹیشنری اور ٹائپ رائٹر وغیرہ ناپید تھے۔ جانے والے سارا دفتری ریکارڈ ضائع کر گئے تھے۔ کراچی دارالحکومت بنا تو دفتروں کے لیے عمارات موجود نہ تھیں، اکثر دفاتر کھلے آسمان اور ٹین کی چھتوں کے نیچے کام کرنے پر مجبور تھے الغرض دفتری اُمور میں بے حد دشواریاں پیش آئیں۔

س6: ریاست حیدر آباد دکن پر بھارت نے کیسے قبضہ کیا؟

ج: نظام حیدر آباد دکن مسلمان تھا۔ اس کی ہندو اکثریت والی رعایا بڑی خوش حال اور مطمئن تھی۔ نظام پاکستان سے الحاق چاہتا تھا لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور بھارتی حکمرانوں نے اسے بھارت سے الحاق پر مجبور کیا۔ نظام نے سلامتی کونسل کو ایک درخواست کے ذریعے بھارتی زیادتی سے آگاہ کیا۔ معاملہ ابھی زیرِ غور ہی تھا کہ بھارت نے فوجی کاروائی کر کے 17 ستمبر 1948ء کو ریاست پر قبضہ کر لیا۔

س7: قائدِ اعظمؒ نے 11 اکتوبر 1947ء کو سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

ج: قائدِ اعظمؒ نے فرمایا:

''ہمارے لیے یہ ایک چیلنج ہے۔ اگر ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے، تو ہمیں مضبوط ہاتھوں سے ان مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہمارے عوام غیر منظم اور پریشان ہیں۔ مشکلات نے انہیں الجھا رکھا ہے۔ ہمیں ان کو مایوسی کے چکر سے باہر نکالنا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنی ہے۔ اس وقت انتظامیہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور عوام اس کی جانب رہنمائی کے لیے دیکھ رہے ہیں۔''

س8: قائدِ اعظمؒ نے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی بنیاد کیوں رکھی؟

ج: قائدِ اعظمؒ کا خیال تھا کہ ہمیں مغربی طرزِ معیشت فائدہ نہیں دیتا۔ انہوں نے اسلام کے عدل و مساوات پر مبنی اپنا جداگانہ معاشی نظام لانے کے لیے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔

س9: صوبائیت اور نسل پرستی سے کیا مراد ہے؟

ج: صوبائیت سے مراد یہ ہے کہ انسان جس صوبے میں رہتا ہو، صرف اُسی کو اچھا سمجھے، اسی پر فخر کرے اور اسی کے فائدے کے لیے کام کرے اور پاکستان کے باقی صوبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اسی طرح نسل پرستی سے مراد ہے، اپنی ہی نسل اور خاندان کو سب سے اچھا سمجھنا اور باقی نسلوں اور خاندانوں کو بُرا اور حقیر جاننا۔

صوبائیت اور نسل پرستی دونوں ملکی سالمیت اور یکجہتی کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔

س10: ریاست جوناگڑھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کیوں نہ کیا؟

ج: ریاست جوناگڑھ نے بھارت کے ساتھ الحاق اس لیے نہ کیا کہ اس کا نواب مسلمان تھا اور وہ پاکستان سے الحاق کرنا چاہتا تھا لیکن بھارت نے ریاست کو چاروں طرف سے گھیر کر اس پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ نواب ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔

باب 5

دساتیر پاکستان

س1: مشرقی پاکستان کی علیٰحدگی کی تین وجوہات تحریر کریں؟

ج: ا۔ 1970ء کے انتخابات میں کوئی بھی مرکزی سیاسی پارٹی نہ تھی اور نہ ہی کوئی مرکزی لیڈر تھا۔

۳۔ نااہل ملکی قیادت مشرقی پاکستان کی علیٰحدگی کی اہم وجہ بنی۔

۴۔ مشرقی پاکستان میں تجارت، ملازمت اور تعلیم پر ہندوؤں کا اثر۔

۵۔ مشرقی پاکستان کی معاشی پسماندگی۔

۶۔ شیخ مجیب الرحمن کے چھ نکات نے بھی علیٰحدگی پسند رجحانات کو تقویت دی۔

س2: آئین سے کیا مراد ہے؟

ج: وہ بنیادی اصولوں کا مجموعہ جس کے مطابق ریاست کا نظم و نسق چلایا جاتا ہے۔ ریاست کا آئین یا دستور کہلاتا ہے۔ آئین ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ ترین قانون ہوتا ہے جس کے بغیر ریاست کا تصور ہی ناممکن ہے۔

س3: پاکستان کا پہلا آئین کب اور کس نے منسوخ کیا؟

ج: 1956ء کا آئین کو 7 اکتوبر 1958ء کو جنرل ایوب خاں نے منسوخ کیا۔

س4: قرارداد مقاصد کی اہمیت بیان کریں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد پورے ملک میں خوشی واطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اب دستور بنانے کا کام لوگوں کی خواہشات اور مرضی کے مطابق پورا ہو سکے گا۔

ا۔ قراردادِ مقاصد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس قرارداد کی منظوری کے بعد ملک میں دستور بنانے کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

۲۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جسے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا نام دیا گیا۔

۳۔ اس قرارداد کی منظوری کے بعد دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

۴۔ اس قرارداد میں دستور بنانے کے لیے بنیادی اصولوں کی نشاندہی کی گئی۔

۵۔ اس قرارداد کو 1956ء اور 1962ء کے دساتیر میں بطور ابتدائیہ شامل کیا گیا جبکہ 1973ء کے آئین میں 1985ء میں 19 ویں ترمیم کر کے صدر جنرل ضیاء الحق نے اسے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔

س5: 1973ء کے آئین میں مسلمان کی کیا تعریف کی گئی؟

ج: 1973ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو۔

۲۔ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتا ہو۔

۳۔ آسمانی کتابوں اور قیامت پر یقین رکھتا ہو۔

س10: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے کیا مراد ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ تمام اختیارات اور طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی کائنات کا خالق، مالک اور معبود ہے اور پوری کائنات پر اسی کی حاکمیت ہے، پوری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے، کوئی اور ذات یا ہستی ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کے برابر یا شریک ٹھہرایا جا سکے، حکمران مطلق العنان نہیں ہوتے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہیں اور اختیارات کو امانت سمجھ کر استعمال کرتے ہیں

س11: آئین کی اہمیت بیان کریں؟

ج: 1۔ آئین ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ قانون ہوتا ہے۔

2۔ آئین قوانین اور رسوم کا آئینہ دار اور مجموعہ ہوتا ہے۔

3۔ آئین کی خلاف ورزی سنگین جرم ہوتی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

4۔ آئین عوامی احساسات اور جذبات کا مظہر ہوتا ہے۔

س12: قراردادِ مقاصد کب اور کس نے منظور کروائی؟

ج: قراردادِ مقاصد 12 مارچ 1949ء کو پاکستان کے پہلے وزیرِاعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے منظور کروائی۔

س13: قراردادِ مقاصد کے چند اہم نکات بیان کریں؟

ج: ۱۔ قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔

۲۔ قرارداد مقاصد میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔

۳۔ قراردادِ مقاصد میں شہریوں کے بنیادی و شہری حقوق کو تسلیم کیا گیا۔

۴۔ قراردادِ مقاصد میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پاکستان کا آئندہ آئین وفاقی جمہوری ہوگا۔

۵۔ قراردادِ مقاصد میں عدلیہ کی مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی۔

٦۔ قراردادِ مقاصد میں اسلامی اقدار کی پابندی اور اسلامی طرز زندگی اپنانے کی ضمانت دی گئی۔

س14: گورنر جنرل ملک غلام محمد نے پہلی دستور ساز اسمبلی کو کب برخاست کیا؟

ج: گورنر جنرل ملک غلام محمد نے پہلی دستور ساز اسمبلی (قومی اسمبلی) کو 24 اکتوبر 1954ء کو توڑ دیا اور نئی اسمبلی کے قیام کا اعلان کیا۔

س15: پاکستان میں دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا تذکرہ کریں۔

ج: ۱۔ آزادی کے فوراً بعد پاکستان ایسے بے شمار مسائل کا شکار ہو گیا جس کی وجہ سے دستور سازی کی طرف توجہ نہ دی جا سکی۔

۲۔ ملک میں سیاسی عدم استحکام بھی دستور سازی میں رکاوٹ بنا۔

۳۔ قائدِ اعظمؒ کی وفات اور نااہل ملکی قیادت۔

۴۔ قائدِ اعظم اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد قومی سطح پر قیامت کا فقدان رہا۔

۵۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد کا حکومت پر قابض ہونا اور جوڑ توڑ میں مصروف ہوتا۔

٦۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان زبان کا مسئلہ اور زمینی رابطہ نہ ہونا۔

س16: ون یونٹ سے کیا مراد ہے؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: 1955ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو انتظامی ضرورت کے تحت مدغم کر کے ایک صوبہ بنادیا گیا۔ جسے وحدت مغربی پاکستان یا عرفِ عام میں ون یونٹ کہا گیا۔

س17: 1956ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں؟

ج: ا۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔

۲۔ ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔

۳۔ آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اسلامی طرز زندگی، اختیارات کا عوامی نمائندوں کے ذریعے استعمال اور اقلیتوں کو

مکمل مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا گیا۔

۴۔ آئین میں شہریوں کو بہتر معیارِ زندگی اور شہری و بنیادی حقوق دینے کی ضمانت دی گئی۔

۵۔ 1956ء کے آئین میں اُردو اور بنگالی کو مشترکہ طور پر قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

۶۔ 1956ء کا آئین تحریری آئین تھا۔

س18: پاکستان میں پہلا مارشل لاء کب اور کس نے لگایا؟

ج: پاکستان میں پہلا مارشل لاء برّی فوج کے سربراہ جنرل محمد ایوب خان نے 7 اکتوبر 1958ء کو لگایا اس طرح ایوب خاں ملک کے پہلے چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنے۔

س19: 1956ء کے آئین کی ناکامی کے چند اسباب بیان کریں؟

ج: ا۔ سیاست دانوں کی باہمی چپقلش

۲۔ جمہوری اداروں میں فوج کی بے مداخلت۔

۳۔ حکومتی معاملات میں بیورو کریسی کی بے جا مداخلت۔

۴۔ اعلیٰ و مرکزی قیادت کا فقدان۔

۵۔ صدر کی حکومتی معاملات میں بے جا من مانی۔

۶۔ صوبوں کے درمیان محاذ آرائی۔

س20: پاکستان میں دوسرا آئین کب اور کس نے نافذ کیا؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: صدر جنرل ایوب خاں نے ملک کے لیے نیا آئین بنانے کے لیے 1960ء میں ایک دستوری کمیشن قائم کیا۔اس کمیشن نے اپنی شفارشات 1961ء میں صدر کو پیش کیں ان میں صدر نے اپنی مرضی کی ترامیم کے بعد ایک نیا آئین تیار کیا۔ پاکستان کا یہ دوسرا آئین 8 جون 1962ء کو صدر جنرل محمد ایوب خان نے نافذ کیا۔

س22: 1962ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں؟

ج: ا۔ 1962ء کا آئین تحریری تھا جو 250 دفعات اور پانچ گوشواروں پر مشتمل تھا۔

۲۔ 1962ء کا آئین وفاقی نوعیت کا تھا جس میں 2 صوبے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان تھے۔

۳۔ اس آئین میں صدارتی طرز حکومت اختیار کیا گیا۔

۴۔ 1962ء کے دستور میں کئی اسلامی دفعات مثلاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان، سربراہِ مملکت کے لیے مسلمان ہونا اور اسلامی طرز زندگی شامل تھی۔

۵۔ شہریوں کے بنیادی اور شہری حقوق کی ضمانت دی گئی۔

۶۔ اُردو اور بنگالی کو مشترکہ طور پر پاکستان کی قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

س23: 1962ء کے آئین کی ناکامی کی چند وجوہات بیان کریں؟

ج: ا۔ جنرل محمد ایوب خاں کی آمرانہ طرز حکومت

۲۔ فوج کی حکومتی معاملات میں بے جا مداخلت۔

۳۔ بیوروکریسی کا منفی کردار۔

۴۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے خلاف تحریک۔

۵۔ صوبوں کے درمیان محاذ آرائی میں اضافہ۔

۶۔ مشرقی پاکستان کے احساس محرومی میں اضافہ۔

س24: پاکستان میں پہلے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

ج: پاکستان میں پہلے عام انتخابات 7 دسمبر 1970ء میں جنرل یحییٰ خاں نے کروائے یہ پاکستان کے قیام کے تقریباً 23 سال بعد منعقد ہوئے۔

س25: 1970ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان میں کس جماعت نے نمایاں کامیابی حاصل کی؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: 1970ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمن کی عوامی لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی جبکہ مغربی پاکستان میں اسے کوئی بھی سیٹ حاصل نہ ہو سکی۔

س26: پاکستان میں تیسرا آئین کب اور کس نے نافذ کیا؟

ج: ذوالفقار علی بھٹو نے حکومت سنبھالتے ہی آئین بنانے کے لیے 25 ارکانِ اسمبلی پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔اس کمیٹی میں ان تمام سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی، جو قومی اسمبلی میں نمائندگی رکھتی تھیں۔ کمیٹی نے اپنی سفارشات 31 دسمبر 1972ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیں۔ جنہیں 10 اپریل 1973ء کو منظور کر لیا گیا۔اس طرح پاکستان میں تیسرا آئین 14 اگست 1973ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے نافذ کیا۔

س27: 1973ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں۔

ج: ا۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

۲۔ 1973ء کے آئین کے تحت ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام رائج کیا گیا۔

۳۔ 1973ء کے آئین کے تحت قانون ساز ادارے کے دو ایوان رکھے گئے جن کو قومی اسمبلی اور سینٹ کا نام دیا گیا۔

۴۔ آئین میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دی گئی۔

۵۔ 1973ء کا آئین تحریری ہے جو 280 دفعات پر مشتمل ہے۔

۶۔ اُردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا۔

۷۔ شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی اور تمام شہریوں کو قانون کی نظر میں برابر تسلیم کیا گیا۔

س28: 1973ء کے آئین کی چھ اسلامی دفعات بیان کریں؟

ج: ا۔ اللہ تعالٰی کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔

۲۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

۳۔ آئین میں مسلمان کی تعریف کی گئی۔

۴۔ آئین میں صدر اور وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

۵۔ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

۶۔ زکوۃ و عشر کا نظام، اقلیتوں کا تحفظ، شہریوں کے بنیادی حقوق اور اسلامی ممالک سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی ضمانت دی گئی۔

س29: 1956ء کے آئین کی چھ اسلامی دفعات بیان کریں؟

ج: ا۔ پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا گیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔

۳۔ اقلیتوں کے حقوق اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی۔

۴۔ صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

۵۔ زکوۃ وا و قاف کے نظام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی یقین دہانی کرائی گئی۔

۶۔ اسلامی اتحاد کو فروغ دینے کی بات کی گئی۔

س30: پاکستان میں تیسرا مارشل لاء کب اور کس نے لگایا؟

ج: 5 جولائی 1977ء کو برّی فوج کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کو برطرف کر کے قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کو ختم کر دیا اور 1973ء کے آئین کا بیشتر حصہ معطل کر کے ملک میں تیسرا مارشل لاء لگا دیا۔

س31: میر ظفر اللہ خاں جمالی کب ملک کے وزیر اعظم بنے؟ انہوں نے استعفٰی کب دیا؟

ج: میر ظفر اللہ خاں جمالی اکتوبر 2002ئ میں ملک کے وزیر اعظم بنے۔ انہوں نے جون 2004ء میں وزیر اعظم کے عہدے سے استعفٰی دے دیا اور شجاعت حسین کو ملک کا نیا وزیر اعظم بنایا گیا۔

س32: پاکستان میں چوتھے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

ج: پاکستان میں چوتھے عام انتخابات صدر غلام اسحٰق خان نے نومبر 1988ء میں کروائے۔

س33: 1990ء میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد کسے ملک کا نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا؟

ج: 1990ء میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد غلام مصطفےٰ جتوئی کو ملک کا نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

س34: ملک میں پانچویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟ اور ملک کا وزیر اعظم کون بنا؟

ج: ملک میں پانچویں عام انتخابات اکتوبر 1990ء میں صدر غلام اسحٰق خاں اور نگران وزیرِ اعظم غلام مصطفےٰ جتوئی نے کروائے جس کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد کو کامیابی ملی اور میاں محمد نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بنے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س35: میاں نواز شریف کی پہلی حکومت کو کب اور کس نے برطرف کیا؟

ج: میاں نواز شریف کی پہلی حکومت کو 1993ء میں صدر غلام اسحق خاں نے دو دفعہ برطرف کر دیا اور صدر غلام اسحق خاں نے خود بھی استعفیٰ دے دیا اور وسیم سجاد پاکستان کے قائمقام صدر بنے۔

س36: 1993ء میں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد پاکستان کے نگران وزیرِ اعظم کون بنے؟

ج: 1993ء میں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد بلخ شیر مزاری کو نگران وزیرِ اعظم مقرر کیا گیا۔ سپریم کورٹ نے نواز شریف حکومت کو بحال کر دیا مگر غلام اسحٰق نے دوبارہ نواز شریف حکومت کو برطرف کر دیا اور معین قریشی کو ملک کا نگران وزیرِ اعظم نامزد کیا گیا۔

س37: ملک میں چھٹے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

ج: ملک میں چھٹے عام انتخابات 16 اکتوبر 1993ء کو قائمقام صدر وسیم سجاد اور نگران وزیر اعظم معین قریشی نے کروائے۔

س38: ملک میں ساتویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

ج: ملک میں ساتویں عام انتخابات صدرِ پاکستان فاروق احمد خاں لغاری اور نگران وزیرِ اعظم ملک معراج خالد نے فروری 1997ء میں کروائے۔

س39: جنرل پرویز مشرف نے کب اقتدار سنبھالا؟

ج: برّی فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999ء کو میاں نواز شریف کی حکومت کو ختم کر کے اقتدار سنبھال لیا۔ آئین کا بیشتر حصہ معطل کر کے عبوری آئین (PCO) نافذ کر دیا۔

س40: ملک میں آٹھویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

ج: صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے 10 اکتوبر 2002ء کو ملک میں قومی و صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے جس کے نتیجے میں میر ظفر اللہ خاں جمالی ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے انتخابات کے بعد فروری 2003ء میں سینٹ کے انتخابات بھی کروا لیے گئے۔

www.pkplanet.com

باب 6

ارضِ پاکستان

س1: پاکستان کا محلِ وقوع بیان کریں۔

ج: جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان 23.50 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔

س2: ڈیورنڈ لائن سے کیا مراد ہے؟

ج: پاکستان اور افغانستان کے درمیان مشترک سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے یہ لائن 1893ء میں برصغیر کی انگریزی حکومت اور افغانستان کے درمیان قائم کی گئی۔

س3: زلزلوں کو ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں محکمہ موسمیات کا کیا کردار ہے؟

ج: حکومت پاکستان نے زلزلوں کے ریکارڈ کے لیے محکمہ موسمیات کا ادارہ قائم کر رکھا ہے۔اس طرح پاکستان میں زلزلوں کو ریکارڈ کرنے کا پورا نظام موجود ہے۔اس وقت لاہور، کراچی، کوئٹہ، منگلا، چکوال، اسلام آباد اور پشاور سنٹرز کام کر رہے ہیں اس کا ہیڈ کوارٹر کوئٹہ میں ہے۔یہ سنٹرز پاکستان اور ارد گرد کے زلزلوں کو مکمل ریکارڈ کرتے ہیں۔

س4: کاریز کسے کہتے ہیں؟

ج: صوبہ بلوچستان میں پانی کی انتہائی کمی ہے اور آبپاشی کا ذریعہ صرف بارش کا پانی ہے۔موسم گرمایں شدید گرمی کی وجہ سے پانی بخارات بن کر اُڑ جاتا ہے۔پانی کو بخارات بن کر اُڑنے سے بچانے کے لیے یہاں پر زمین دوز پختہ نالیاں تعمیر کی گئی ہیں جنہیں کاریز کہتے ہیں۔

س5: آب وہوا سے کیا مراد ہے؟

ج: کسی ملک یا علاقے کی لمبے عرصے کی موسمی کیفیات کا مطالعہ آب وہوا کہلاتا ہے۔موسمی کیفیات سے مراد درجہ حرارت، بارش، ہوا کا دباؤ اور نمی وغیرہ ہیں۔موسمی کیفیات کا یہ مطالعہ مستقل ہوتا ہے۔یا کسی ملک یا علاقے کی سالانہ درجہ حرارت، ہوا کا دباؤ، سالانہ اوسط بارش، نمی اور دیگر کیفیات کا اوسط نکالنے کے بعد جو کیفیت متعین کی جاتی ہے، وہاں کی آب وہوا کہلاتی ہے۔

www.pkplanet.com

س6: پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب وہوا کیسی ہے؟

ج: پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب وہوا موسمِ گرما میں گرم ترین اور موسمِ سرما میں سرد ترین ہوتی ہے۔ موسمِ سرما میں بعض مقامات پر برف باری ہوتی ہے یہ پاکستان کا خشک ترین علاقہ ہے۔ موسمِ سرما کی برف باری اس علاقے میں پانی کی دستیابی کا اہم ذریعہ ہے۔ ان علاقوں میں موسمِ گرما انتہائی گرم ہوتا ہے۔ دن اور رات کے درجہ حرارت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ موسمِ گرما میں نشیبی علاقوں اور چھوٹے دریاؤں میں پانی جمع ہو جاتا ہے لہٰذا یہاں جھیلیں اور موسمی ندی نالے ملتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں کاریز کے ذریعے کاشتکاری کو فروغ ملا ہے۔

س7: کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی کون سی ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

ج: نانگا پربت اس پہاڑی سلسلہ کی پاکستان میں سب سے بلند ترین چوٹی ہے۔ جس کی سطح سمندر سے بلندی 8126 میٹر ہے۔

س8: کوہِ قراقرم کی بلند ترین چوٹی کونسی ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

ج: دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے۔ٹو (K-2) یا گوڈون آسٹن کوہِ قراقرم میں واقع ہے جو سطح سمندر سے 8,611 میٹر بلند ہے۔ کوہ قراقرم کی اوسط بلندی تقریباً 7,000 میٹر ہے۔

س9: کوہِ ہندوکش کی بلند ترین چوٹی کا نام کیا ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

ج: کوہِ ہندوکش کی بلند ترین چوٹی کا نام ترچ میر ہے اس کی بلندی 7690 میٹر ہے۔

س10 کوہِ سلیمان کی بلند ترین چوٹی کا نام کیا ہے اس کی بلندی کتنی ہے؟

ج: کوہ سلیمان کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان ہے جو سطح سمندر سے 3443 میٹر بلند ہے۔

س11: پاکستان کی اہم بندرگاہوں کے نام لکھیے۔

ج: پاکستان میں کراچی سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ دوسری بندرگاہیں پورٹ قاسم، گوادر اور پسنی اہم ہیں۔

س12: پاکستان کا سب سے بڑا ریگستان کون سا ہے؟ اور یہ کہاں واقع ہے؟

ج: پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ریگستانی خصوصیت رکھتا ہے یہ ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں بہاولپور، سکھر، خیرپور، سانگھڑ، میرپور خاص اور تھرپارکر کے اضلاع شامل ہیں۔ بہاولپور میں اس صحرا کو چولستان یا روہی جبکہ سندھ میں تھر کہتے ہیں یہ پاکستان کا سب سے بڑا ریگستان ہے۔

س13: سطح مرتفع پوٹھوہار کہاں واقع ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: سطح مرتفع پوٹھوہار جنوبی ایشیا کے شمال مغرب میں واقع ہے جو مغرب میں دریائے سندھ، مشرق میں دریائے جہلم اور دریائے پونچھ، شمال میں پیر پنجال کے پہاڑ کے دامنی علاقے اور جنوب میں کوہستانِ نمک کے درمیان گھرا ہوا ہے اس کا رقبہ 5000 سے 7000 مربع کلومیٹر ہے۔ سطح مرتفع پوٹھوہار کے شمال میں کالاچٹا اور مارگلہ کی پہاڑیاں، جنوب میں کوہستانِ نمک، مشرق میں دریائے جہلم، مغرب کی جانب دریائے سندھ بہتا ہے۔ یہ سطح مرتفع، سطح سمندر سے 300 میٹر سے 600 میٹر تک بلند ہے۔ یہاں کا اہم دریا، دریائے سواں ہے جو یہاں اپنی وادی بناتا ہے، اسے وادی ے سواں کہتے ہیں۔

س14: سطح مرتفع بلوچستان کہاں واقع ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

ج: سطح مرتفع بلوچستان کوہِ سلیمان اور کوہِ کیرتھر کے مغرب میں واقع ہے۔ ساحلی میدان کے شمال میں پہاڑی سلسلے ایک دوسرے کے متوازی موجود ہیں جن میں ساحلِ مکران، وسطی مکران اور راس کوہ موجود ہیں۔ یہ سطح مرتفع زیادہ سے زیادہ 900 میٹر بلند ہے۔ سطح مرتفع بلوچستان ناہموار اور بنجر ہے یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے لہٰذا یہ علاقہ صحرائی خصوصیات رکھتا ہے۔

س15: پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے کتنے خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے نیز ان کے نام لکھیں؟

ج: پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے چار خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ نیم حاری برّی بلند آب وہوا کا خطہ
2۔ نیم حاری برّی سطح مرتفع کی آب وہوا کا خطہ
3۔ نیم حاری برّی میدانی آب وہوا کا خطہ
4۔ حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ

س16: کوئٹہ کی تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ کب آیا؟

ج: پاکستان میں بھی زلزلوں سے کافی جانی ومالی نقصان ہوا مثلاً قیامِ پاکستان سے قبل مئی 1935ء میں کوئٹہ کے زلزلے میں تقریباً 30 ہزار لوگ ہلاک ہوئے اور املاک کو بھی شدید نقصان پہنچا تھا۔

س17: خشک سالی سے کیا مراد ہے؟

ج: ایسے علاقے جہاں پر زمین کی سیرابی (آبپاشی) کا انحصار بارش پر ہوا گر ان (بارانی) علاقوں میں بارش نہ ہو یا ضرورت سے کم ہو تو اس کیفیت کو خشک سالی کہتے ہے۔ پاکستان کے بہت بڑے حصے میں بارشیں یا تو کم ہوتی ہیں یا بالکل

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

نہیں ہوتیں ایسے علاقوں کی سرگرمیوں کا انحصار بارش کے پانی پر ہے۔ پاکستان کے کل زیرِ کاشت رقبے کا 78 فیصد آبپاشی پر انحصار کرتا ہے جبکہ 22 فیصد رقبہ بارانی علاقے پر مشتمل ہے جس میں آب پاشی کا ذریعہ صرف اور صرف بارشیں ہیں۔ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے اکثر ان بارانی علاقوں میں خشک سالی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نہ صرف نقصان ان علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں کو ہوتا ہے بلکہ اس کا منفی اثر ملکی معیشت پر بھی پڑتا ہے۔

س18: سطح مرتفع سے کیا مراد ہے؟

ج: سطح مرتفع سے مراد ایسا علاقہ ہے جس کے خدّوخال میں نشیب و فراز پائے جاتے ہوں جو نشیبی میدانوں اور دریائی وادیوں پر مشتمل ہو اس کی بلندی مختلف علاقوں میں مختلف ہو اس کی چاروں اطراف پہاڑی سلسلے واقع ہوں اور اس کی کم از کم اونچائی 300 میٹر ہو۔

س19: سیم اور تھور سے کیا مراد ہے؟

ج: دریاؤں، نہروں اور ندی نالوں کی قریبی علاقوں میں زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہو جائے اور زمین کاشت کے قابل نہ رہے تو اُسے سیم کہا جاتا ہے جبکہ زمین کی تہہ میں موجود زرخیزی کے نمکیات سطح زمین کے اوپر جمع ہو جائیں اور زمین سفید بھر بھری مائل ہو جائیں تو زمین کی اس کیفیت کو تھور کہا جاتا ہے۔

س20: درخت سیم و تھور زدہ علاقوں میں کیسے کارآمد ہوتے ہیں؟

ج: درخت زمین کی بیماریوں سیم و تھور کے خاتمے کا سبب بنتے ہیں۔ درخت اپنی جڑوں کے ذریعے زمین کی تہہ میں موجود سیم و تھور کی وجہ سے زائد پانی اور نمکیات کو جذب کر لیتے ہیں جس سے سیم اور تھور کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور زمین کاشت کے قابل ہو جاتی ہے۔

س21: کونسے پانچ ذیلی ادارے معدنیات کی تلاش اور ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں؟

ج:
1. جیولوجیکل سروے آف پاکستان
2. جمسٹون (قیمتی پتھر) کارپوریشن آف پاکستان
3. تیل اور گیس کی ترقیاتی کارپوریشن
4. پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن
5. وسائل کی ترقیاتی کارپوریشن

س22: پاکستان میں پائی جانے والی معدنی تیل کی چار ریفائنریز کے نام لکھیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: اس وقت معدنی تیل کی چار ریفائنریز پاکستان ہیں کام کر رہی ہیں۔ جو اٹک ریفائنری، پاکستان ریفائنری، نیشنل ریفائنری اور پاک عرب ریفائنری کے نام سے موجود ہیں۔

س23: یا ربیع اور خریف کے موسموں میں کون کون سی فصلیں کاشت کی جاتی ہمیں؟

ج: پاکستان میں زرعی پیداوار سال میں دو مرتبہ حاصل کی جاتی ہے۔ جسے فصلوں کے موسم کہتے ہیں۔

1۔ فصلِ ربیع

فصلِ ربیع کا موسم اکتوبر سے مئی تک رہتا ہے۔ جس میں گندم، جو، چنے اور تیل کے بیج کاشت ہوتے ہیں،

2۔ فصلِ خریف

فصلِ خریف کا موسم جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ اس دوران چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ کاشت کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے کل زیرِ کاشت رقبے کا 50 فیصد پنجاب میں ہے جبکہ صوبہ سندھ میں ایک تہائی ہے۔

س24: سندھ طاس معاہدے کے تحت کون کون سے دریا پاکستان اور بھارت کے حصے میں آئے؟

ج: 1960ء میں عالمی بنک کے تعاون سے پاکستان اور بھارت کے مابین سندھ طاس کا معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق تین مغربی دریا (سندھ، جہلم، چناب) پاکستان کے حصے میں آئے، جبکہ تین مشرقی دریا (راوی، ستلج اور بیاس) بھارت کے حصے میں آئے۔

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے تمام دریاؤں کے منبعے بھارت میں واقع ہیں اور تین مشرقی دریا بھارت کے پاس چلے جانے کے بعد اُن دریاؤں میں پانی کی کمی ہوگئی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آبپاشی کا ایک وسیع منصوبہ بنایا گیا جسے سندھ طاس کا معاہدہ کہتے ہیں۔

س25: سات رابطہ نہریں کون کون سی ہیں؟

ج: 1۔ چشمہ جہلم   2۔ رسول۔ قادر آباد   3۔ قادر آباد، بلوکی

4۔ بلوکی۔ سلیمانکی   5۔ تریموں۔ سدھنائی   6۔ سدھنائی۔ میلسی، بہاول پور

7۔ تونسہ۔ پنجند

س26: تھرمل بجلی گھر کہاں کہاں کام کر رہے ہیں؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: اس وقت پاکستان میں 13 تھرمل بجلی گھر کام کررہے ہیں جو پیداوار میں اہمیت رکھتے ہیں۔ زیادہ تر تیل اور گیس سے چلتے ہیں۔ کوئلے کی پیداوار پاکستان میں کیونکہ کم ہے لہٰذا صرف کوئٹہ میں بجلی گھر کوئلہ سے کام کررہا ہے۔ پاکستان کے اہم تھرمل بجلی گھر کراچی، ملتان، فیصل آباد، گدو، جام شورو، مظفر گڑھ، سکھر، لاڑکانہ، کوٹری، پسنی جبکہ ڈیزل سے چلنے والے بجلی گھر گلگت، کوٹ ادو، پسنی اور شاہدرہ میں قائم ہیں۔

س27: پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی اقسام بیان کریں۔

ج: ا۔ پاکستان کے کچھ شمالی اور شمال مغربی علاقوں یہں سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں۔ جن میں دیودار، کیل، پڑتل اور صنوبر کے درخت زیادہ اہم ہیں۔

۲۔ پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں۔

۳۔ صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں خشک پہاڑی جنگلات پائے جاتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت ہیں۔

۴۔ میدانی علاقوں میں دریائی وادیوں میں کچھ جنگلات موجود ہیں۔ جن میں شیشم، پاپلر، سفیدہ، وغیرہ کے درخت ملتے ہیں ہیں۔

۵۔ کراچی سے کچھ تک ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ جنگلات موجود ہیں جن کو مینگرو کی قسم کہتے ہیں۔ یہ تین ہزار ہیکٹرز کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

س28: جنگلات کی اہمیت بیان کریں۔

ج: ا۔ جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی، فرنیچر اور دوسری اشیاء بنانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا جنگلات ملکی تجارت میں اہمیت رکھتے ہیں۔

۲۔ جنگلات کسی بھی علاقے کی آب وہوا کو خوشگوار بنادیتے ہیں۔ درجہ □ ِ حرارت کی شدت کو کم کردیتے ہیں۔

۳۔ جنگلات کافی حد تک بارش کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی ہوا میں آبی بخارات کی تعداد میں اضافہ کردیتی ہے جو بالآخر بارش کا باعث بنتے ہیں۔

۴۔ جنگلات سے حاصل شدہ جڑی بوٹیاں ادویات میں استعمال ہوتی ہمیں۔

س29: پاکستان میں کوئلہ کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: ۱۔ پاکستان میں کوئلے کا سب سے بڑا ذخیرہ لاکھڑا (سندھ) میں دریافت کیا گیا ہے۔

۲۔ کوہستان نمک کے علاقے میں زیادہ تر کوئلہ ڈنڈوت، پڑھ اور مکڑوال کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں صرف ہنگو میں کوئلہ کے ذخائر ہیں۔

۳۔ شمال مشرقی بلوچستان کے علاقے میں خوست، شارگ اور ہرنائی میں کوئلہ کی کان کنی ہو رہی ہے اس کے علاوہ اہم علاقے ڈیگاری، شیریں آب اور مچھ بولان ہیں۔

۴۔ سندھ میں کوئلہ کی کانیں تھر، جمپیر، سارنگ اور لاکھڑا میں واقع ہیں۔

س30: پاکستان میں معدنی تیل کن کن علاقوں میں پایا جاتا ہے؟

ج: اس وقت معدنی تیل کی پیداوار کے اہم علاقے زیادہ تر سطح مرتفع پوٹھوہار میں واقع ہیں۔ تیل کے کنویں آدھی اور قاضیاں (ضلع راولپنڈی) جبکہ ڈھوڈک (ڈیرہ غازی خاں) خصخیلی، (ضلع بدین) اور ٹنڈو اللہ یار (حیدر آباد) میں بھی تیل کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ یہ ذخائر ملکی تیل کی ضروریات میں اہم کردار کر رہے ہیں۔

س31: پاکستان میں قدرتی گیس کب اور کہاں سے دریافت ہوئی؟

ج: پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں سوئی کے مقام (ضلع سبی، صوبہ بلوچستان) سے دریافت ہوئی۔ یہ ذخیرہ پاکستان بلکہ دنیا کے بڑے ذخائر میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ گیس نہ صرف گھریلو بلکہ صنعتی ضرویات کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

س32: پاکستان میں خام لوہا کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

ج: کالا باغ (ضلع میانوالی) کے ذخائر بہت بڑے ذخائر ہیں۔ لیکن کوالٹی اچھی نہیں ہے۔ ڈومل نسار (چترال) کے ذخائر میں اچھی قسم کا خام لوہا دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ لنگڑیال، چلغازی (ضلع چاغی) جزاری تنگ، ماری بیلا وغیرہ میں خام لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

س33: پاکستان میں تانبا کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

ج: تانبے کے ذخائر صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے بہت سے مقامات پر دریافت ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں ضلع چاغی میں سینڈک اور بعض دیگر مقامات پر دریافت ہونے والے ذخائر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

س34: پاکستان میں کرومائیٹ کن علاقوں سے حاصل ہوتی ہے؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: کرومائیٹ کے ذخائر مسلم باغ (ضلع ژوب)، چاغی اور خاران (بلوچستان) میں دریافت ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ کرومائیٹ کے ذخائر صوبہ سرحد میں مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی واقع ہیں۔

س35: سینڈک کاپر پروجیکٹ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج: پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں سینڈک اور اموری کے مقامات پر تانبے، سونے اور چاندی کے ذخائر موجود ہیں۔یہ منصوبہ پاکستان کی معیشت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔کچھ عرصہ پہلے حکومت پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر اس منصوبے کو شروع کیا ہے۔اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس منصوبے کی پایہ ٔ تکمیل کے بعد تانبے کی سالانہ پیداوار 16000 ٹن، سونے کی 1.5 ٹن اور چاندی کی 2.75 ٹن ہو گی۔

س36: پاکستان میں خوردنی نمک کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

ج: پاکستان میں خوردنی نمک کے وسیع ذخائر کوہستان نمک میں ملتے ہیں۔ کھیوڑہ (ضلع جہلم) کے مقام پر نمک کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔ محفوظ ذخائر کا اندازہ 4 ملین ٹن ہے۔اس کے علاوہ واڑچھا (ضلع خوشاب) کالا باغ (ضلع میانوالی) بہادر خیل (ضلع کرک) میں بھی نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔علاوہ ازیں ماڑی پور (کراچی)، لسبیلہ اور مکران کے ساحل کے قریب سے بھی نمک حاصل ہوتا ہے۔جہاں جھیلوں سے حاصل کردہ نمک کھانے کے علاوہ کیمیائی صنعت میں بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

س37: پاکستان میں چونے کا پتھر کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے۔

ج: چونے کا پتھر سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔پاکستان میں چونے کا پتھر زیادہ تر شمالی اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔اس کے ذخائر داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدرآباد، سبی اور خضدار میں پائے جاتے ہیں جسے زیادہ تر سیمنٹ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

س38: پاکستان میں جپسم کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

ج: جپسم پاکستان میں زیادہ تر کوہستان نمک اور مغربی پہاری علاقوں میں پایا جاتا ہے۔زیادہ تر اس کی کانیں کھیوڑہ، ڈنڈوٹ، داؤد خیل، روہڑی اور کوہاٹ میں ہیں۔ جپسم سیمنٹ کی صنعت، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ اور امونیم بنانے کے کام آتا ہے۔

س39: پاکستان میں گندھک کن علاقوں سے حاصل ہوتی ہے؟

ج: گندھک صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوہ سلطان اور ضلع کچھی کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س40: پاکستان میں سنگِ مرمر کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

ج: پاکستان میں سنگِ مرمر مختلف اقسام کا پایا جاتا ہے جو مختلف رنگوں میں بھی ملتا ہے۔سنگِ مرمر کے پیداواری علاقے ملاگوری (خیبر ایجنسی)، مردان، سوات، نوشہرہ، ہزارہ، چاغی (بلوچستان) اور گلگت ہیں۔ کالا اور سفید سنگِ مرمر بہت بڑی مقدار میں کالا چٹا کی پہاڑیوں (ضلع اٹک) سے ملا ہے ج۔اس کے علاوہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفر آباد اور میر پور میں بھی سنگ مرمر دریافت ہوا ہے۔

س41: جناح بیراج کب تعمیر ہوا اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج کالا باغ کے مقام پر جناح بیراج 1947ء میں تعمیر کیا گیا اور یہاں سے نہریں نکالی گئیں تاکہ تھل کے صحرائی علاقے کو سیراب کیا جائے اور اُسے زراعت کے قابل بنایا جائے۔ چشمہ کے مقام پر بیراج تعمیر کیا گیا ہے۔ جس سے ایک رابطہ نہر نکالی گئی ہے۔تاکہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں کو سیراب کیا جاسکے۔

س42: تونسہ بیراج کب تعمیر کیا گیا اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج تونسہ بیراج 1958ء میں تعمیر کیا گیا۔اس بیراج سے نکالی گئی نہریں مظفر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔

س43: گڈو بیراج کب تعمیر کیا گیا اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج گڈو بیراج 1962ء میں تعمیر کیا گیا جو سکھر سے 150 میل شمال میں واقع ہے۔اس بیراج سے جو نہریں نکالی گئی ہیں، ان سے جیکب آباد، سکھر اور لاڑکانہ کے اضلاع کی زمین سیراب ہوتی ہے۔

س44: پاکستان کا سب سے بڑا بیراج کونسا ہے اور اس سے کتنی نہریں نکالی گئیں ہیں؟

ج سکھر بیراج 1932ء میں دریائے سندھ پر تعمیر کیا گیا۔ جو پاکستان کا سب سے بڑا بیراج ہے یہاں سے سات نہریں نکال کر صوبہ سندھ کے رقبے کو سیراب کیا جارہا ہے۔

س45: تربیلا ڈیم سے کتنی بجلی حاصل کی جاسکتی ہے؟ اور یہ کب مکمل ہوا؟

ج: دریائے سندھ پر پاکستان کا پن بجلی کی پیداوار میں سب سے بڑا پن بجلی گھر ہے جو پاکستان کی کل پن بجلی کا 52 فی صد پیدا کرتا ہے۔اس کی کل پیداوار 3478 میگا واٹ ہے۔ تربیلا ڈیم 1974ء میں مکمل ہوا۔اس پر 18 ملین روپے کا خرچہ ہوا۔ یہ ڈیم 9000 فٹ لمبا ہے جو نہ صرف پن بجلی کی پیداوار میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ آبپاشی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تربیلا ڈیم دنیا کے بڑے ڈیموں میں سے ایک ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

س46: غازی بروتھا بروجیکٹ کب مکمل ہوا اس سے کتنی بجلی پیدا کی جا رہی ہے؟

ج: غازی بروتھا پروجیکٹ پاکستان کا دوسرا بڑا پن بجلی کا منصوبہ ہے جو 2002-03ء میں مکمل ہوا یہاں سے 1450 میگاواٹ بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 22 فیصد ہے۔

س47: منگلا ڈیم کی کل پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟ یہ کب تعمیر کیا گیا؟

ج: منگلا ڈیم پاکستان میں پن بجلی کی پیداوار کا تیسرا بڑا پن بجلی گھر ہے۔ اس کی پیداواری صلاحیت 1000 میگاواٹ ہے جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 15 فیصد ہے۔ یہ ڈیم دریائے جہلم پر واقع ہے۔ اس سے نہ صرف پن بجلی کی پیداوار حاصل ہوتی ہے بلکہ آبپاشی کی سہولت بھی میسر ہے۔ یہ ڈیم 1967ء میں مکمل ہوا۔ اس کی اونچائی 110 میٹر ہے۔ 2002ء میں منگلا ڈیم کی اونچائی میں اضافہ کیا گیا ہے تاکہ اس کی مصنوعی جھیل میں پانی کا ذخیرہ زیادہ ہو سکے۔

س48: وارسک ڈیم کب تعمیر ہوا اس کی پیداوار کتنی ہے؟

ج: وارسک ڈیم دریائے کابل پر تعمیر کیا گیا ہے جو پشاور سے 32 میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس ڈیم کی پیداواری صلاحیت 240 میگاواٹ ہے جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 3.5 فیصد ہے۔ یہ منصوبہ کینیڈا کی مدد سے 1960ء میں مکمل ہوا۔

س49: پاکستان نے ایٹمی دھماکے کب اور کہاں کیئے؟

ج: اس وقت پاکستان بھی ایک ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ 28 مئی 1998ء میں بلوچستان میں چاغی کے مقام پر پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے۔ اس کا سہرا پاکستانی سائنسدانوں کی ٹیم کے سر ہے۔ ان کی راہ میں کافی مشکلات پیش آئیں،

س50: پاکستان کا سب سے بڑا ایٹمی پلانٹ کونسا ہے اس کی پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟

ج: پاکستان کا پہلا ایٹمی پلانٹ کراچی کے مقام پر لگایا گیا ہے۔ جسے کینپ (KANUPP) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی کل پیداواری صلاحیت 137 میگاواٹ ہے۔

س51: پاکستان کا دوسرا بڑا ایٹمی بجلی گھر کونسا ہے؟ اس کی پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟

ج: دوسرا ایٹمی بجلی گھر چشمہ کے مقام پر لگایا گیا۔ جسے چشمہ نیوکلیر پاور پروجیکٹ کا نام دیا گیا۔ یہ چین کی مدد سے مکمل کیا گیا اور اسے نیشنل گرڈ کے ساتھ 13 جون 2000ء میں منسلک کیا گیا۔ اس کی پیداواری صلاحیت 325 میگاواٹ ہے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے چشمہ بیراج کے قریب ضلع میانوالی میں واقع ہے۔

س52: پاکستان کی اہم برآمدات کون کونسی ہیں؟

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ج: 2001ء میں پاکستان کی کل برآمدات 7.5 بلین تھیں۔ پاکستان ساری دنیا میں سب سے زیادہ سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، بُنے ہوئے کپڑے، ریڈی میڈ گارمنٹس، بستر کی چادریں، ٹیکسٹائل، چاول، چمڑے کا سامان، قالین، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی، مچھلی کا تیل اور مچھلی کے سامان کے علاوہ دیگر اشیاء بیچتا ہے۔

س53: درآمدات سے کیا مراد ہے؟

ج: وہ اشیاء جن کی ملک میں قلت یا کمی ہوتی ہے وہ اشیاء دوسرے ممالک سے منگوا کر ملک کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے، انہیں درآمدات کہتے ہیں مثلاً الیکٹرانک آلات اور دوسرا خام مواد وغیرہ۔

س54: پاکستان کی اہم درآمدات کون کون سی ہیں؟

ج: پاکستان کی درآمدات میں مشینری، ٹرانسپورٹ کا سامان، کھادیں، کیمیکلز، رنگ، ادویات، اناج اور کھانے پینے کا سامان، لوہا اور لوہے کا سامان اور صنعتی خام مال شامل ہیں۔

باب 7

پاکستان اور عالمی تعلقات

س1: خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟

ج: خارجہ پالیسی سے مراد ہے بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنا، انہیں فروغ دینا اور اپنے ملکی اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات کرنا۔

س2: خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول لکھیے۔

ج: پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول یہ ہیں:

i- پُرامن بقائے باہمی
ii- غیر جانب داریت
iii- دوطرفہ تعلقات
iv- اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر عمل
v- حقِ خود ارادیت
vi- عالمِ اسلام کا اتحاد
vii- تخفیفِ اسلحہ کی حمایت
viii- نسلی امتیاز کا خاتمہ
ix- امن و آشتی کا فروغ
x- ہمسایہ ممالک سے بہتر تعلقات

س3: پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد درج ذیل ہیں:

www.pkplanet.com

ج: i- نظریاتی تحفظ ii- قومی سلامتی iii- ہمہ گیر معاشی ترقی

س4: قومی سلامتی سے کیا مراد ہے؟

ج: قومی سلامتی سے مراد یہ ہے کہ ملک و قوم کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔ پاکستان کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا اور دوسرے ممالک سے بھی یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی اس کے داخلی معاملات میں ٹانگ نہ اڑائیں۔ قومی سلامتی ہی میں قومی بقاء اور ہر قسم کی انفرادی اور اجتماعی ترقی اور خوشحالی کا راز مضمر ہے۔

س5: انتظامی تکون سے کیا مراد ہے؟

ج: پاکستان کی قومی سطح پر انتظامی تکون سے مراد، وہ تین بنیادی ذرائع ہیں جو ہماری خارجہ پالیسی کی تشکیل کرتے ہیں اور وہ ہیں:

1۔ صدر

2۔ وزیر اعظم اور

3۔ فوج کا سربراہ

س6: وزارتِ خارجہ کیا فرائض سرانجام دیتی ہے؟

ج: وزارتِ خارجہ، خارجہ پالیسی کے ماہرین اور اعلیٰ پائے کے بیوروکریٹس پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ لوگ ملکی خارجہ پالیسی کے مقاصد، اصولوں اور ترجیحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی کرتے ہیں۔ وزارتِ خارجہ، خارجہ پالیسی کی تشکیل میں انتظامی تکون کی رہنمائی کرتی ہے۔

س7: پارلیمنٹ خارجہ پالیسی کے ضمن میں کیا کام کرتی ہے؟

ج: وزارتِ خارجہ انتظامیہ کی ہدایت کے مطابق ملک کی خارجہ پالیسی وضع کرتی ہے اور بعض اوقات اسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کرتی ہے اور بحث و تمحیص کے بعد پارلیمنٹ اسے عموماً منظور کر ہی لیتی ہے یا بعض اوقات اس میں کچھ مناسب تبدیلیوں کی بھی سفارش کر دیتی ہے۔

س8: پاکستان اور افغانستان کا مستقل کمیشن کب قائم ہوا اس کے دو فرائض بھی لکھیے۔

ج: پاکستان اور افغانستان کا یہ کمیشن مئی 2000ء میں قائم ہوا اور اس کے اہم فرائض سرحد کے آر پار سمگلنگ کو روکنا، افغان مہاجرین کی واپسی اور باہمی اختلافات کا تصفیہ کرنا ہیں۔

س9: پاکستان سعودی اکنامک کمیشن کے مقاصد کیا ہیں؟

www.pkplanet.com

ج: سعودی دارُالحکومت ریاض میں قائم ہونے والے پاک سعودی اکنامک کمیشن کے مقاصد میں اسلامی اخوت کے باہمی رشتوں کو مضبوط کرنا اور معاشی ترقی کے لیے مشترکہ منصوبہ بندی شامل تھی۔ چنانچہ اس کمیشن کے تحت 155 منصوبوں پر عمل درآمد شروع ہوا، جن کے لیے معاشی امداد مہیا کی گئی۔

س10: ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا واقعہ مختصراً بیان کیجیے۔

ج: 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ کے شہر نیویارک کی بلند ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ساتھ قریباً نو بجے صبح دو اغواء شدہ طیارے آکر ٹکرائے۔ جس کے نتیجے میں عمارت آناً فاناً راکھ اور ملبے کا ڈھیر بن گئی اور قریباً دو ہزار انسان چشم زدن میں لقمہ □ ز اجل بن گئے۔ عالمی رائے عامہ اس بات کو محض اتفاق ماننے پر تیار نہ تھی کہ اس دن ٹریڈ سنٹر پر کام کرنے والے تمام یہودی چھٹی پر تھے لیکن امریکہ نے بلا تحقیق اس حملے کا سارا الزام افغانستان کی طالبان حکومت کے رہنما اسامہ بن لادن پر لگا کر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اسے صلیبی جنگ اور دہشت گردی قرار دے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا۔

س11: پاکستان کے ایٹمی دھماکے پر مختصر نوٹ لکھیے۔

ج: بھارت 1974ء سے ایٹمی قوت بن چکا تھا اور وقتاً فوقتاً ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ 11 مئی 1998ء کو جب اس نے یکدم چار ایٹمی دھماکے کر ڈالے تو اس نے پاکستان کو ایٹمی حملے کی دھمکیاں بھی دینا شروع کر دیں۔ برصغیر میں طاقت کا توازن بری طرح بگڑ چکا تھا۔ نتیجے کے طور پر پاکستان کو بھی مجبوراً اس میدان میں اترنا پڑا چنانچہ وزیراعظم نواز شریف نے 28 مئی 1998ء کو چاغی کی پہاڑیوں میں بہ یک وقت پانچ ایٹمی دھماکے کر کے دنیا بھر سے اپنی ایٹمی طاقت کا لوہا منوالیا حتیٰ کہ بھارت بھی اپنا لہجہ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔ پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے سے تمام مسلم ممالک کی حوصلہ افزائی ہوئی اور پاکستان کا وقار بلند ہوا۔ ان ایٹمی دھماکوں میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ان کے ساتھیوں کی ذہانت اور فنی اور تکنیکی مہارت نے بنیادی کردار ادا کیا۔

س12: خارجہ پالیسی میں سیاسی جماعتوں اور پریشر گروپ کا کیا کردار ہے؟

ج: انتخابات سے پہلے ملک کی سیاسی جماعتیں اپنے اپنے منشور شائع کرتی ہیں اور ان میں خارجہ پالیسی کے متعلق بھی اپنے عزائم کا اظہار کرتی ہیں۔ عوام ووٹ دیتے وقت پارٹی کے منشور میں اس کی خارجہ پالیسی کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ جو سیاسی جماعت انتخابات کے نتیجہ میں برسرِ اقتدار آجائے، وہ اپنے نقطہ نظر کے مطابق ملک کی خارجہ پالیسی کو تشکیل دیتی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

ہے۔اس طرح پریشر گروپ بھی خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے پر حکومت کو مجبور کر لیتے ہیں۔

س13: دفاعی میدان میں پاکستان اور چین کے درمیان کون سے معاہدے ہوئے ہیں؟

ج: 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں چین نے پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے اسلحہ دیا۔1995ء میں پاکستان اور چین کے درمیان کئی باقاعدہ دفاعی معاہدے ہوئے جن کے تحت چین نے کامرہ کمپلیکس اور واہ آرڈیننس فیکٹری کی تعمیر میں پاکستان کی مدد کی اور صوبہ سرحد میں ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس کے لیے 273 ملین روپےّ کی امداد مہیا کی۔چین کی مدد سے ٹیکسلا میں قائم ہونے والے بھاری مشینی کمپلیکس میں ٹینک اور میزائل وغیرہ بھی تیار ہو رہے ہیں۔

س14: معاشی ترقی کے لیے پاکستان کی خارجہ پالیسی کس قسم کی ہے؟

ج: معاشی ترقی کے لیے پاکستان دنیا کے کسی ایک بڑے سیاسی بلاک کے ساتھ منسلک نہیں ہے بلکہ غیر وابستہ ممالک کی تنظیم (N.A.M) کا ایک سرگرم ممبر ہے۔پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے لیے کسی بڑی عالمی طاقت کی ہدایات کا پابند نہیں بلکہ اپنے ملکی اور قومی مفادات ہی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اپنی معاشی پالیسیاں بناتا ہے۔

س15: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام کب عمل میں آیا؟

ج: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام مراکش کے شہر رباط میں 1969ء میں عمل میں آیا۔

س16: دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کب اور کہاں منعقد ہوئی؟

ج: دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس 1974ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوئی۔

س17: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے چار اہم اغراض و مقاصد بیان کریں؟

ج: 1۔ مسلم ریاستوں کا جوہری خطرات سے دفاع کرنا۔

2۔اسلامی ممالک کے باہمی تنازعات کا پرامن طریقے سے حل تلاش کرنا۔

3۔اسلامی ممالک کی معاشی ترقی کے لیے تعاون کرنا۔

4۔اسلامی ممالک کے مقبوضہ علاقوں کی بازیابی کے لیے اقدامات کرنا۔

س18: اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام کب عمل میں آیا؟اس تنظیم کے رکن ممالک کے نام لکھیں۔

ج: اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام 1985ء میں ہوا اور اس کے رکن ممالک کی تعداد 10 ہے۔جو درج ذیل ہیں:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1۔ پاکستان 2۔ایران

3۔ ترکی 4۔تاجکستان

5۔ازبکستان 6۔ کرغیزستان

7۔ ترکمانستان 8۔آذربائیجان

9۔ قازقستان 10۔افغانستان

س19: اقتصادی تعاون کی تنظیم کے مقاصد بیان کریں۔

ج: 1۔ رکن ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دینا۔

2۔ رکن ممالک کے درمیان آزادانہ نقل و حمل کے لیے اقدامات کرنا۔

3۔ رکن ممالک کے درمیان صنعتی اور تکنیکی میدانوں میں تعاون کرنا۔

4۔ رکن ممالک کے درمیان سے احت تعلیم اور تاریخ کے میدانوں میں تعاون کرنا۔

س20: مسجد اقصیٰ میں کب آتشزدگی ہوئی؟

ج: مسجد اقصیٰ میں 1969ء میں آتشزدگی ہوئی۔

1956 کے آئین کی اسلامی دفعات

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان میں آئین سازی کے کام کا آغاز ہو گیا مگر سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، فوج اور بیوروکریسی کی مداخلت و دیگر وجوہات کی بنا پر بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اکتوبر 1955ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں (پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان) کو ملا کر وحدت مغربی پاکستان) کی منظوری دے دی اس کے ساتھ ہی دستور ساز اسمبلی نے اپنی تمام تر توجہ دستور سازی کے کام پر مرکوز کر دی وزیر قانون آئی۔ آئی۔ چندریگر نے دستور کا مسودہ 9 جنوری 1956ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کر دیا جس نے 29 فروری 1956ء کو اسے منظور کر لیا 2 مارچ کو گورنر

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

جنرل سکندر مرزا نے بھی اس کی توثیق کر دی بعد ازاں 23 مارچ 1956ء کو اس آئین کو نافذ کر دیا گیا۔ یہ آئین اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے اسمبلی سے منظور کروایا۔

1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1956ء کے آئین میں مندرجہ ذیل اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں۔

1-اللہ کی حاکمیت:

قرارداد مقاصد کو آئین کے شروع میں ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں کہا گیا کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اختیارات کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

2-قانون سازی کی بنیاد:

پاکستان میں قوانین قرآن و سنت کی روشنی میں وضع کیے جائیں گے پاکستان میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جاسکتا جو قرآن و سنت کی روشنی کے خلاف ہو گا۔

3-ملک کا نام:

1956 کے آئین کے تحت ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

4-صدر کا مسلمان ہونا:

1956 کے آئین میں صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا تاہم وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔

5-اسلامی اصولوں کی پابندی:

1956ء کے آئین کے افتتاحیہ میں کہا گیا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہو گا جس میں انصاف، آزادی اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے مطابق نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

6-اسلامی نظام زندگی:

آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-7اسلامی اقدار کی حفاظت:

آئین میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور برائیوں کے خاتمے کی ضمانت دی گئی۔ سود، عصمت فروشی، جوااور شراب کا خاتمہ کیا جائے گا۔

-8زکوۃاور اوقاف:

1956 کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پاکستان میں زکواۃ واوقاف کا نظام رائج کیا جائے گا۔

-9فلاحی ریاست:

پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کے لیے ملک سے ناخواندگی ختم کی جائے گی مزدوروں کے لیے کام کرنے کے اوقات بہتر بنائے جائیں گے اور تمام شہریوں کو روٹی، کپڑا، مکان اور طبّی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہو گی۔

-10اسلامی مملک سے دوستانہ تعلقات:

دستور میں حکومت پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ تمام اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے۔

-11اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

1956ءکے آئین میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی نیز انھیں کامل مذہبی آزادی دینے کا بھی وعدہ کیا گیا۔

-12عدلیہ کی آزادی:

1956ءکے آئین میں عدلیہ کی آزادی کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں سپریم کورٹ اور ہائیکورٹس کو آئین کی حفاظت کا اختیار حاصل ہوگا۔ عدلیہ کے جج بغیر کسی سیاسی ےامعاشرتی دباؤ کے آئین کے تحت لوگوں کو انصاف مےاکرتے رہیں گے۔

-13نسلی اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی:

1956ءکے آئین میں نسلی، صوبائی، علاقائی اور فرقہ وارانہ رجحانات کی حوصلہ شکنی کی گئی اور ملک میں اتحاد و یک جہتی کی فضا پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

-14ناخواندگی کا خاتمہ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

1956ءکے آئین میں اس امر کی وجاحت کی گئی کہ ملک مین ناخواندگی کا خاتمہ کیا جائے گا۔ ابتدائی تعلیم کا معقول بندوبست کیاجائے گااور یہ تعلیم مفت اور لازمی ہو گی۔ بالغوں کو تعلیم دینے کا بھی معقول بندوبست کیاجائے گاتا کہ ملک میں خواندہ افراد کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو۔

-15قرآن کریم کی لازمی تعلیم:

1956آئین کی روسے قرآن کریم کی تدریس کولازمی قرار دیا گیاتا کہ طلباء کے ذہنوں میں اسلامی روح کواجا گر کیاجائے۔

-16ادارہ تحقیقات اسلامی:

1956کے آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی قائم کیاجائے گاجواسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید زمانے کے مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے گا۔

17۔سود کا خاتمہ:

پاکستان میں سود کے خاتمے کے لیے ہر ممکن اقدامات کے ے جائےں گے۔

18۔جداگانہ طریق انتخابات:

1956کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ مغربی پاکستان میں جداگانہ طرےق انتخاب جبکہ مشرقی پاکستان میں مخلوط طرق انتخاب اپنایاجائے گا۔

1956کے آئین کی منسوخی:

1956کاآئین پاکستان کونو برس کی طویل جدوجہد کے بعد پہلی مرتبہ نصیب ہوااس دستور میں پاکستان کواسلامی مملکت بنانے کے لیے بہت سی دفعات شامل کی گئی تھیں۔ دستور سازاسمبلی کے اس اقدام کو پاکستان کے عوام نے قابل ستائش قرار دیا لیکن یہ آئین صرف دو برس سات (7) ماہ نافذ رہنے کے بعد اکتوبر 1958 کو فوج کے سربراہ جنرل ایوب نے منسوخ کر دیااور ملک میں پہلامارشل لاءنافذ کر دیاانہوں نے سکندر مرزا کو بر طرف کر دیا۔1956ءکے دستور کی ناکامی کاایک سبب صدر کی امور مملکت میں بے جامداخلت تھی۔

1962ءکے آئین کی اسلامی دفعات

1956کے آئین کو جنرل محمد ایوب خان نے اکتوبر 1958 میں منسوخ کر کے ملک میں پہلامارشل لاءنافذ کر دیا۔انہوں نے فروری 1960ءمیں جسٹس شہاب الدین کی قیادت میں ایک دستوری کمیشن قائم کیاجس نے 6مئی 1961ءکواپنی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

تجاویز صدر مملکت کو پیش کیں ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے جسٹس منظور قادر کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی نے آئینی کمیشن کی سفارشات میں کچھ ردوبدل کر کے پاکستان کے لیے نیا آئین مرتب کیا جسے صدر ایوب خاں نے 8 جون 1962ء کو ملک میں نافذ کر دیا۔

-1 اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1962ء میں آئین میں قرارداد مقاصد دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا اور یہ تسلیم کیا کہ پاکستان کے عوام قرآن وسنت کی روشنی میں حاکمیت کے اختیارات کو ایک مقدس امانت سمجھ کر استعمال کریں گے۔

-2 ملک کا نام:

1962ء کے دستور میں پہلے مملکت کا نام جمہوریہ پاکستان رکھا گیا بعد میں عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر اس میں ترمیم کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کر دیا گیا۔

-3 صدر کا مسلمان ہونا:

1962ء کے آئین میں صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا۔

-4 اسلامی اقدار کا فروغ:

دستور کے افتتاحیہ میں وضاحت کر دی گئی کہ ملک کا انتظام عوام کے منتخب نمائندے جمہوریت، آزادی، مساوات رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کے مطابق چلائیں گے۔

-5 اسلامی معاشرے کی تشکیل:

پاکستان کے لوگوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن وسنت کے مطابق بسر کر سکیں۔

-6 اسلامی قانون کا نفاذ:

1962ء کے آئین میں کہا گیا کہ آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو نیز پہلے سے موجود قوانین کو بتدریج قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

-7 قرآن واسلامیات کی لازمی تعلیم:

راہنما اصولوں میں یہ بھی کہا گیا کہ حکومت قرآن واسلامیات کی لازمی تعلیم کے لیے مناسب اقدامات کرے گی اور مسلمانوں میں اسلامی اخلاق کو فراغ دینے کی کوشش کرے گی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

-8 فلاحی ریاست:

اس آئین میں حکومت کو ہدایت کی گئی کہ وہ ملک سے جہالت کا خاتمہ کرے، مزدوروں کے کام کے اوقات کار کو بہتر بنائے، عصمت فروشی، جوا اور شراب کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے اور عوام کے لیے روٹی، کپڑا، مکان اور طبّی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہو گا۔

-9 اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات:

آئین میں حکومت پاکستان کو اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کو کہا گیا۔

-10 زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

اس آئین کے تحت زکوٰۃ اور اوقاف کے الگ الگ محکمے تشکیل دیے جائیں گے۔ محکمہ زکوٰۃ کا عملہ زکوٰۃ وصول کر کے اسے ملک و عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے گا۔ اسلامی ثقافت کی آئینہ دار عمارات اور جامع مساجد کی دیکھ بھال محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہو گی۔

-11 سود کا خاتمہ:

اس آئین کی روہ سے یہ طے پایا کہ ہر سطح پر سودی کاروبار کو ختم کر کے اسلامی قوانین اور اصول و ضوابط مرتب کیے جائیں گے۔

-12 غلطیوں سے پاک قرآن مجید کی اشاعت:

اس آئین میں یہ بھی تحریر کیا کہ غلطیوں سے پاک قرآن کریم اشاعت حکومت کی ذمہ داری ہو گی تا کہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو۔

-13 عدلیہ کی آزادی:

1962ء کے آئین میں اس بات کو یقینی بنائے اگیا کہ حکومت عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنائے گی تا کہ لوگوں کو قانون کے مطابق انصاف کیا جا سکے۔

-14 پسماندہ علاقوں کی ترقی:

1962ء کے آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے بھرپور اقدامات کرے گی۔

-15 غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

اس آئین مین اس بات کی ضمانت دی گئی کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ دیا جائے گا۔انھیں مکمل مذہبی آزادی حاسل ہوگی،ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے اور انھیں پاکستانیوں کے مساوی حقوق حاسل ہوں گے۔

-16اسلامی مشاورتی کونسل:

آئین کے تحت صدر پاکستان کو پانچ سے بارہ ارکان پر مشتمل اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل کا کام سپرد کیا گیاان ارکان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی، معاشی، قانونی اور انتظامی مسائل سے بھی واقفیت رکھتے ہوں کونسل کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو ایسی تجاویز پیش کرے جن سے مسلمان اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

-17ادارہ تحقیقات اسلامی:

آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں آیا تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے۔

1962ء کے آئین کی منسوخی اور مارشل لاء کا نفاذ:

جنرل ایوب خان کے خلاف زبردست عوامی تحریک شروع ہوگئی ملک گیر ہنگاموں کے پیش نظر 25مارچ 1969ء کو صدر ایوب خاں نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خاں نے چیف مارشل لا ایڈ منسٹریٹر کی حیثیت سے عنان حکومت سنبھالی۔ 1962ء کا آئین بہں منسوخ کر دیا گیا۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں جنرل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ فوج سیاسی عزائم نہیں رکھتی وہ جلد از جلد بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دے گی۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

سوال: پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب:

پاکستان کے وجود کا آغاز صرف اسلام ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کی رو سے برصغیر کے مسلمان ایک الگ قوم کے طور پر تسلیم کیے گئے۔ 1947 میں پاکستان کی تشکیل کے بعد عوام کی امنگیں ہی تھیں کہ ملک میں قرآن وسنت کے مطابق پورا نظام ترتیب دیا جائے گا اور اسلامی نظام رائج کیا جائے گا مگر دستور سازی کے مراحل میں کئی رکاوٹیں حائل ہو گئیں۔ دستور سازی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں پہلا قدم قرارداد مقاصد کی منظوری تھا۔ بعد ازاں 1956، 1962 اور 1973 کے دساتیر میں کئی اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا۔ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششیں پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

☆قرارداد مقاصد:

پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی ابتدا قرارداد مقاصد سے ہوئی اس قرارداد مقاصد سے ہوئی اس قرارداد کو نوابزادہ لیاقت علی خان نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا تھا اس میں یہ عہد کیا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا اور مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال سکیں قرارداد میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ تمام شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

☆دساتیر میں اسلامی دفعات کی شمولیت:

پاکستان کے تینوں دساتیر (1962,1956 اور 1973) میں اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں۔ جن کے مطابق پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے کوئی غیر مسلم صدر مملکت یا وزیر اعظم کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا صدر اور وزیر اعظم اپنے عہدے کے حلف اٹھاتے وقت ختم نبوت کے عقیدے کا برملا اعلان کرے گا اسلامی اصولوں کو مملکت کے راہنما اصولوں میں پوری وضاحت کے ساتھ درج کیا گیا ہے پاکستان میں مسلمانوں کو یہ مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ اپنی زندگیوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں وہ ہدایات جن کا ماخذ قرآن پاک اور سنت نبوی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

☆بھٹو دور کے اسلامی اقدامات:

بھٹو دور میں صدر کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کا مسلمان ہونا، سود کے خاتمے، اسلامی قوانین کے نفاذ، شراب نوشی اور عصمت فروشی کے خلاف قوانین کا اعلان کیا گیا۔ اتوار کی بجائے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل قرار دیا گیا مسلمان کی تعریف کی گئی۔

☆ضیاء الحق کی حکومت کے اسلامی اقدامات:

1977 میں جنرل محمد ضیاء الحق نے 1973 کے آئین کو معطل کر کے ملک میں تے سرا مارشل لاء لگا دیا۔ مارشل لاء حکومت نے شروع میں ہی کئی اسلامی اقدامات کیے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے حوالے سے سنہری دور جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ اس دور میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

1-زکوٰۃ و عشر کا نظام:

20 جون 1980ء کو ملک میں زکوٰۃ و عشر کا نظام قائم کی گیا۔ اس نظام کے تحت ہر سال یکم رمضان کو بینکوں میں جمع شدہ رقوم اور سیونگ اکاونٹس پر زکوٰۃ کی کٹوتی کی جاتی ہے اور یہ رقم زکوٰۃ کونسلوں کے ذریعے مستحقین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ نظام عشر 1983ء میں نافذ کیا گیا جس کے مطابق سالانہ پیداوار کی مخصوص حد کا 10 فیصد عشر وصول کیا جاتا ہے۔

2-شرعی حدود کا نفاذ:

12 ربیع الاول 1399ھ کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر 10 فروری 1979ء کو اسلامی حدود کا آرڈی نینس نافذ کیا گیا جس کے مطابق چوری، شراب نوشی، زنا اور قذف کے جرائم پر اسلامی سزائیں نافذ کی گئیں۔

3-سود کا خاتمہ:

یکم جنوری 1981ء سے نفع و نقصان کی بنیاد پر کھاتے کھول کر سود سے پاک بینکاری کے مرحلہ وار پروگرام کا آغاز کیا گیا اور یکم جولائی 1984ء سے تمام سیونگ اکاونٹس کو پی۔ ایل۔ ایس PLS کھاتوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

4-شرعی عدالتوں کا قیام:

10 فروری 1979ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر ایک آرڈی نینس کے ذریعے تمام ہائیکورٹس میں شریعت بنچ قائم کر دیئے گئے جن میں علماء کرام کو قاضی مقرر کیا گیا۔ مئی 1980ء میں شریعت بنچوں کی جگہ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں تھا۔ یہ عدالت ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سنتی تھی۔ اور اسلام کی تشریح کرتی تھی۔ یہ عدالت اسلام سے متصادم قوانین اور اقدامات کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

5-اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی نظام کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لئے میٹرک ،انٹر اور ڈگری کلاسوں میں اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

6-احترام رمضان آرڈی نینس:

جون 1981ء کو رمضان المبارک کے احترام کے لئے خصوصی آرڈی نینس جاری کیا گیا۔ جس کے تحت احترام رمضان نہ کرنے والوں کو تین ماہ قید اور 500 روپے جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔البتہ ہسپتال، ہوائی اڈے ، بندرگاہیں اور ریلوے اسٹیشن اس آرڈی نینس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

7-نظام صلوۃ:

سکولوں ، کالجوں میں ظہر کی نماز کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت نے سرداری دفاتر میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے بندوبست کرنے کا حکم جاری کیا۔ ہر محلے میں نیک اور صالح لوگوں کو ناظمین صلوۃ مقرر کیا گیا۔ صلوۃ کمیٹیاں بنائی گئیں تاکہ لوگوں کو نماز کی طرف راغب کیا جائے۔

8-عربی کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی پالیسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے سکولوں میں جماعت ششم سے جماعت ہشتم تک قرآن مجید کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

9-بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام:

2 جنوری 1981ء سے اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے کام شروع کر دیا اور اسلامی قوانین کے بارے میں تحقیق کا آغاز کر دیا۔

10- دینی مدارس کی سرپرستی:

اس دور میں پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں انقلابی اقدامات کئے گئے دینی مدارس کی ہر طرح سے سرپرستی کی گئی ان کو مالی امداد کا انتظام کیا گیا اور ان کی اسناد کو بی۔اے اور ایم۔اے کے برابر درجہ دیا گیا۔

11- نشریاتی اداروں کی اصلاح:

ریڈیو، ٹی وی کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

(i) غیر شریفانہ اور غیر اسلامی پروگرام پر پابندی لگادی گئی۔

(ii) ٹی وی پر خواتین کو دوپٹہ اوڑھنے کے احکامات جاری کئے گئے۔

(iii) قرآن پاک اور عربی کی تعلیم کا اہتمام ریڈیو، ٹی وی سے کیا گیا۔

(iv) ذرائع ابلاغ کو اسلامی قومی جذبات ابھارنے کے لئے احکامات جاری کیے گئے۔

(v) حج اور دینی تقریبات مثلاً شبینہ کی محافل ٹی وی پر دکھائی جانے لگیں۔

(vi) اذان کی ابتدا

12- قصاص اور دیت کا قانون:

ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قصاص اور دیت کا اسلامی قانون نافذ کیا گیا۔

13- قراردادِ مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں 1985ء میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ بنادیا۔

14-عدالتی طریق کار کی اصلاح:

عدالتوں میں ججوں کے لیے برطانوی دور کے لباس کی جگہ شیروانی اور شلوار کو دے دی گئی ہے ججوں کو خطاب کرنے کے لیے مائی لارڈ (My Lord) اور یور لارڈ شپ (You Lordship) کو جناب والا اور جناب عالی کے الفاظ سے بدل دیا گیا ہے۔

15 ۔اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو:

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس کی تنظیم نو کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔اس کے اراکان کی تعداد بڑھا کر 20 کر دی گئی ہے۔اس کونسل میں ہر مکتبہ فکر کے علماء کو قانون کی نمائندگی دی گئی ہے کونسل نے حدود آرڈی نینس، زکوٰۃ، عشر اور سود سے پاک معاشی نظام کے سلسلے ہیں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے بارے میں حکومت کو سفارشات پیش کرنا کونسل کے فرائض میں شامل ہے۔

16- محتسب اعلیٰ کا تقرر:

صدر مملکت نے جون 1981ء میں عوام کو بیورو کریسی اور اعلیٰ حکام کے مظالم سے محفوظ رکھنے اور ان کی جائز شکایات کے فوری ازالے کے لیے اسلامی انداز کا ایک نیا عہدہ محتسب اعلیٰ کے نام سے تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا جنوری 1983ء ہیں ایک خصوصی آرڈ نینس کے ذریعے وفاقی محتسب اعلیٰ کے نام سے تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا جنوری 1983ء مین ایک خصوصی

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

آرڈیننس کے ذریعے وفاقی محتسب اعلیٰ کا منصب قائم کر دیا گیا۔ چیف جسٹس پنجاب سردار محمد اقبال کا اس عہدے پر تقرر ہوا۔ اب تک ہزاروں افراد محتسب اعلیٰ کے ذریعے انصاف حاصل کر چکے ہیں۔

17-مسجد مکتب سکیم:

ابتدائی تعلیم کو دینی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مسجد مکتب سکیم کا آغاز کیا گیا۔ دو سال کے دوران (1984-4985) ملک میں 4182 مسجد مکتب قائم کیے گئے جن میں بچوں کو ابتدائی درسی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

18- علماء و مشائخ کا احترام:

اسلامی معاشرے کی تشکیل مین علماء دین اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن سابقہ حکومتوں کے دور میں علماء و مشائخ کو وہ مقام حاصل نہیں رہا جس کے وہ مستحق تھے ضیاء حکومت پہلی بار علام ء و مشائخ سے رابطہ قائم کیا تا کہ اسلامی نظام کے قیام کے لے ان کی آراء سے استفادہ حاصل کیا جا سکے اس ضمن میں علماء و مشائخ کے کنونشن منعقد کرائے گئے اس طرح علماء کو حکومت کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے اور اپنی آراء کے اظہار کا موقع ملا۔ علماء اور مشائخ کو حکومت کے اقدامات پر جائز تنقید کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

19-حرمت صحابہ کرام:

صحابہ کرام کی عزت و تکریم ہر مسلمان پر فرج ہے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی شان مبارک میں گستاخی کو قابل گرفت جرم قرار دیا گیا ہے مجرم کو تین سال قید بامشقت اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

20-حج کے لیے سہولتیں:

حکومت نے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مواقع فراہم کیے۔ کفالت سکیم کے تحت وہ تمام لگ حج کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں جن کے اخراجات بیرون ملک مقیم ان کے عزیز و اقارب برداشت کریں حاجیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے "خدام الحجاج" مقرر کیے گئے ہیں حاجیوں کی رہائش کے انتظامات کو بہتر بنانے اور انھیں طبّی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے پاکستان ہاؤس میں حاجیوں کے قیام و طعام کا بہترین بندوبست کیا گیا ہے۔

21-تقریبات:

حکومت نے اہم قومی تقریبات کو سرکاری سطح پر منانے کا فیصلہ کیا بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت کو انتہائی شان و شوکت اور وقار سے منانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شب برات اور معراج شریف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لے خصوصی پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں۔ یوم اقبال کے موقع پر تقریروں اور شعری کلام کے ذریعے علامہ اقبال کے فلسفہ

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

حیات اور نظریات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یوم آزادی کو پورے ملک میں انتہائی جوش و خروش کے ساتھ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری عمارات کو بڑی خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں تحریک آزادی کے شہداء کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

22- معاشرے کی تشکیل نو:

معاشرے کو اسلامی شکل دینے کے لیے ملک میں مخرب اخلاق لٹریچر پر پابندی لگا دی گئی۔ متعصبانہ لٹریچر کی فروخت کو ممنوع قرار دے دیا گیا کیونکہ اس قسم کا لٹریچر علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔ نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت اور استعمال پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ عریانی کی بڑھتی ہوئی لعنت اور فحاشی کے انسداد کے لیے احکامات جاری کیے گئے۔ رسول خدا کی شان مبارک مین نازیباالفاظ استعمال کرنے والے شخص کے لیے سزائے موت یا عمر قید اور جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔ 1984ء میں حکومت نے قادیانیوں کو شعائر اسلام کے نام استعمال کرنے پر پابندی لگا دی چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے تھے۔

23۔ شریعت بل کی منظوری:

1991ء میں شریعت ایکٹ منظور کیا گیا۔ جس کے تحت اقرار کیا گیا ہے کہ شریعت کی بالادستی قائم کی جائے گی۔ نظام تعلیم اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔ پاکستان کا معاشی نظام اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔ بیت المال قائم کیا جائے گا جس سے غریبوں اور ناداروں کی ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔ معاشرے کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے برائیوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ کوئی بھی ایسا ٹیکس نافذ نہیں کیا جائے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔

حاصل کلام:

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اسے انشاءاللہ قیامت تک باقی رہنا ہے چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اس طرح ترتیب دیں کہ وہ اسلامی ضابطہ حیات سے عبارت ہو۔ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں اسلام ترقی کا مذہب ہے جب بھی مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو انھوں نے ترقی کرنا بند کر دی ہماری کامیابی کا راز اسلام مین مضمر ہے اگر ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تو ہم یقیناترقی کی دوڑ میں دوسری قوموں پر سبقت لے جا سکتے ہیں۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لاالہ الا
لغت غریب، جب تک تیرا دل نہ دے گواہی (اقبالؒ)

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com

www.pkplanet.com